بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید مظہر سعید کاظمی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سعیدیہ کاظمیہ
امیر جماعت اہلسنت پاکستان
صدر تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان
مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

مکرم و محترم حضرت علامہ صاحبزادہ محمد زبیر صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مغفرتِ ذنب کے مسئلہ پر حضرت علامہ مفتی محمد اقبال صاحب سعیدی کا نہایت علمی اور وقیع مقالہ میں نے انوار العلوم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر آپکو دیا تھا۔ اس سے قبل ٹیلیفون پر حضرت مفتی صاحب سے آپکی بات کرائی تھی اور آپکو اپنے موقف سے رجوع کرنے کیلئے عرض کیا تھا۔ آپ نے ٹیلیفون پر بھی اور جلسہ کے دوران مقالہ وصول کرتے وقت بھی رجوع کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ ہم اس خوش فہمی میں تھے کہ جلد آپکی طرف سے رجوع کا مژدہ ملے گا اور اہلسنت اس کرب سے نجات پا سکیں گے جسمیں وہ ایک طویل عرصے سے مبتلا ہیں لیکن اچانک ۱۳ دسمبر ۹۵ء کو آپکی طرف سے مجھے ایک پارسل موصول ہوا جسمیں آپ کا ۳۰ نومبر کا تحریر کردہ مکتوب اور ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ایک مضمون تھا جسمیں آپنے حضرت مفتی محمد اقبال سعیدی صاحب کے مضمون پر اعتراضات لکھ بھیجے تھے اور اُن کے جوابات کا مطالبہ کیا تھا۔

میں اُن دنوں اپنے جوان سال بیٹے کی شدید ترین علالت کی بنا پر سخت پریشان تھا اور اُسے بغرض علاج برطانیہ لے جانے کی تیاری میں مصروف تھا کیونکہ پاکستان کے معالجین نے اس علاج سے معذوری اور اسے برطانیہ لے جانے کا مشورہ دیا تھا۔ چنانچہ آپکا وہ مضمون میں نے حضرت مفتی صاحب کے حوالے کیا کہ اس پر غور فرما کر اگر مناسب سمجھیں تو جواب دیدیں۔ اور میں بیمار بیٹے کو ۵ دسمبر کو کراچی اور اگلے دن وہاں سے لندن روانہ ہو گیا۔ بیٹے کو برطانیہ میں زیر علاج چھوڑ کر میں عید الفطر سے ایک دن قبل پاکستان پہنچا کیونکہ نماز عید الفطر کی امامت اور والد گرامی علیہ الرحمہ کے عرس مبارک (منعقدہ ۴، ۵ شوال المکرم) کی تقریبات میں شرکت از بس ضروری تھی۔

عرس مبارک کی تقریبات سے فراغت کے بعد حضرت مفتی صاحب نے اپنا طویل مضمون جو آپ کے اعتراضات کے جوابات پر مبنی تھا مجھے دیا اور فرمایا "ہو سکتا ہے کہ میرے مضمون میں بعض باتیں حضرت صاحبزادہ محمد زبیر صاحب کی سمجھ میں نہ آئی ہوں اور انہیں میرا موقف سمجھنے کیلئے انکی وضاحت ضروری ہو لیکن اکثر اعتراضات تو محض اعتراض برائے اعتراض اور "میں نہ مانوں" کے طور پر کئے گئے ہیں۔ بہرحال اپنے موقف کی مزید وضاحت کیلئے میں نے جوابات دیدیئے ہیں۔ آپ اس کا مطالعہ کر لیں اور منظوری کے بعد اپنے خط کے ساتھ اسے صاحبزادہ زبیر صاحب کو روانہ کر دیں۔ نفس مسئلہ تو میں نے پہلے ہی بے غبار کر کے پیش کر دیا تھا اور طبع سلیم کیلئے کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش حقیقتاً نہیں رکھی تھی۔ اب فقط اتمام حجت کے طور پر یہ جوابات دیدیئے ہیں۔ اب بھی اگر صاحبزادہ صاحب اپنے موقف سے رجوع نہیں کرتے اور توبہ نہیں کرتے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں اس معاملہ کو یہیں ختم کرتا ہوں"۔

بیٹے کی شدید علالت نے میرا ذہن ماؤف کر دیا تھا۔ ایک ماہ سے زائد عرصہ تک میں حضرت مفتی صاحب کا وہ مضمون نہ دیکھ سکا۔ بالآخر طبیعت کو آمادہ کیا اور آپ کے اعتراضات اور حضرت مفتی صاحب کے جوابات کا بغور مطالعہ کیا۔ میری دیانتدارانہ رائے ہے کہ حضرت مفتی صاحب کا پہلا اور یہ مضمون دونوں تحقیق کا شاہکار ہیں اور عقل سلیم کے پاس اسے ماننے کے سوا

شاداب کالونی پولیس لائنز روڈ ملتان۔ فون نمبرز: مدرسہ: ~~۳۰۴۲۹~~ 42429 - ۵۵۰۶۹۹ (۰۶۱) رہائش: ۵۱۱۹۴۷ - ~~۴۴۴۴۸~~ 540448 (۰۶۱)

اور کوئی چارہ نہیں۔ ان دلائل کو نہ ماننا چمکتے سورج کی موجودگی میں دن کے وجود کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب! آپ خود بھی اہل علم ہیں اور ایک عظیم علمی اور روحانی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ وہ گھرانہ جس نے اعلیحضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے فیض یافتہ حضرات سے اکتساب فیض کیا ہے۔ اور سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا پرچم لہرائے ہیں۔ میں آپکو اپنے اور آپ کے خاندان کا نصف صدی کا قریبی تعلقات اور آپ کے اسلاف کرام کی عظمت کا واسطہ دے کر نہایت دل سوزی کے ساتھ عرض کرونگا کہ خدارا اپنے موقف سے رجوع فرما کر صمیم قلب سے توبہ کریں اور امت مسلمہ کو اس فتنۂ عظیم سے بچائیں۔ اسی میں آپکی عظمت ہے اور ہم سبکی بھلائی ہے۔ اور اگر خدانخواستہ آپنے ایسا نہ کیا تو پھر مسلک کو آپکی ذات سے وہ نقصان عظیم پہنچیگا جسکی تلافی شاید ممکن نہ ہو۔ اس کے علاوہ اغیار جو باتیں اب زیر لب کہہ رہے ہیں پھر ببانگ دہل کہینگے کہ "وہ کام جو ہم سب ملکر نہ کر سکے وہ ہم نے آپ کے طبقے کے ایک عالم دین سے کرا دیا" یہ سطور میں نہایت اخلاص کے ساتھ تحریر کر رہا ہوں۔ امید ہے آپ میری گزارش پر بلا تاخیر عمل کرتے ہوئے اثبات گناہ اور اعلیحضرت کے ترجمہ کی تغلیط کے موقف سے رجوع کرتے ہوئے توبہ کا اعلان فرما کر اس معاملہ کو ایک مستحسن انجام کو پہنچائینگے۔ فقط

آپکے اعتراضات کے جوابات اس مکتوب کے ہمراہ ارسال کر رہا ہوں۔ فقط

والسلام مع الاکرام

خیر اندیش فقیر ناکارہ سید مظہر سعید کاظمی غفرلہ

۲۰ مارچ ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(1)

الحمد للہ رب العالمین ۰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الأمین ۰

وعلی آلہ وصحبہ أجمعین ۰

مکرم ومحترم حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مولانا محمد زبیر صاحب، سلمہم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون و ادعیۂ وافرہ۔

مکتوب گرامی موصول ہوا، آپ جب مدرسہ انوار العلوم کے سالانہ جلسہ بر ماہ اکتوبر میں تشریف لائے تو آپ سے ملاقات نہ ہو سکی جیسا کہ اس سے پہلے بھی آپ سے کبھی ملاقات نہیں ہو سکی اس کی وجہ یہ نہیں کہ بندہ کو آپ سے کوئی بغض تھا بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ بندہ عزلت کو پسند کرتا ہے اس لئے مجلس یاراں کا اتفاق کم پڑتا ہے، ہاں اگر کبھی اتفاق سے کسی بزرگ سے تعارف کرا دیا جائے اور یوں مجھے ان کی نیاز حاصل ہو جائے تو اسے بھی سعادت سمجھتا ہوں، امید ہے کہ آپ نے اس بات کو دل میں نہیں رکھا ہوگا، دیگر علماء کرام سے بھی مجھے اسی طرح نیاز حاصل کرنے کا کم موقع ملتا ہے اور یہ ان علماء کی تعظیم سے استکبار کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اپنی عزلت پسندی کی کمزوری کہیں یا میرا اپنا احساس کمتری کہہ لیں وہی آڑے آجاتا ہے، بہر حال اس تمہید کا مقصد یہ تھا کہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ بندہ جانبدار ہے۔

آپ کے مکتوب گرامی میں میرے مکتوب کے ایک جزء کی پسندیدگی کا اظہار ہے جبکہ دوسرے جزء کے بارے میں جو یوں کہنا چاہیئے کہ آپ کے خلاف تھا آپ نے کچھ اعتراض پیش فرمائے ہیں لیکن کمال تواضع کے ساتھ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ "اس تحریر میں بعض چیزیں فقیر کی سمجھ میں نہیں آسکیں" (ملاحظہ ہو مکتوب خود)

کیا ہی اچھا انداز خطاب ہے اور کس قدر خوبصورت طریق تکلم؟ پیارے بھائی! اگر آپ یہی انداز امام اہل سنت علامہ الشاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ فرما دیتے کہ میں اپنی کم علمی کی بنا پر اسے نہیں سمجھ سکا تو آپ کے علمی اختلاف کا اظہار بھی ہو جاتا اور بات عوام اور کم علم حضرات کے سامنے آکر باعث فتنہ ہونے سے بھی محفوظ رہتی اور غیر مسلموں کو مسلمانوں پر اعتراض کیلئے بھی ہتھیار ہاتھ نہ آتا۔ اور آپ کیلئے جو طوفان اٹھا ہے اس کے بھی دور دور تک کہیں آثار نہ ہوتے لیکن "خود کردہ را علاجے نیست" کے مصداق اب امر کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں کہ آپ توبہ کے دو لفظ بول کر دنیا و آخرت میں اپنے دامن کو کانٹوں سے چھڑا لیں۔ دیکھئے مجھے خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے آیت قرآنی کے الفاظ میں میری طرف سے نقل میں غلطی نکالی ہے اگرچہ اس سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑا اور نہ میرے استدلال کی قوت میں کچھ کمی آئی ہے تاہم مجھے یہ کہنے میں سعادت محسوس ہو رہی ہے کہ آیت کے الفاظ واقعی "ما ادری ما یفعل بی ولا بکم" ہیں اور یہی صحیح ہیں اور "لا ادری ما یفعل بی" سورۂ احقاف میں نہیں ہے، میں اللہ تعالیٰ سے اپنی اس غلطی کی معافی چاہتا ہوں اور اس

غلطی کی نشاندہی پر آپ کا شکر گزار ہوں، اگرچہ میں حافظ قرآن نہیں لیکن میں کسی طرح کی بہانہ سازی سے کام نہیں لیتا۔ تو میرے بھائی آپ بتائیے کہ اس اعتراف سے مجھے کیا نقصان ہوا؟ تو آپ بھی اگر اعتراف کر لیتے آپ کے وقار میں کوئی کمی نہ ہوتی بلکہ آپ کا وقار زیادہ ہو جاتا۔ خیر آپ کی مرضی، مجھے تو آپ سے اب بھی امیدیں وابستہ ہیں، اگرچہ اس مکتوب میں آپ کا انداز ماننے کی بہ نسبت نہ ماننے کے زیادہ قریب ہے، اور وہ اس لئے کہ آپ نے صفحہ ۱۹ پر یہ اعتراف فرمایا تھا کہ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے "ھنیئاً مریئاً لک" کہنے کے وقت یہ نہیں فرمایا تھا کہ "ہاں تم سچ کہتے ہو میرے گناہ معاف ہوئے ہیں" چنانچہ آپ کے لفظ ہیں، "اس میں کوئی شک نہیں جو حدیث مبارک اس وقت میں بیان کر رہا تھا اس حدیث میں اس قسم کے کوئی الفاظ حضور نے اپنی زبان مبارک سے نہیں فرمائے" اھ بلفظہ۔

لیکن پیارے بھائی تعجب ہے کہ اس کے باوجود بھی آپ توبہ نہیں فرماتے اور اپنے قول کو غلط نہیں کہتے۔ اگر اس زمانہ میں انصاف معدوم نہیں ہو گیا اور اگر بدیہی کا انکار ممکن نہیں تو ہر منصف مزاج اور ہر ذی شعور یہ سمجھ لے گا کہ آپ نے اس کے حدیث ہونے سے بھی انکار کیا ہے، اور پھر بعینہٖ آپ اسے سچ بھی کہہ رہے ہیں اور پہلے اگر سہواً تھا تو اب آپ جان بوجھ کر ایسا کر رہے ہیں، میری تو مجال نہیں کہ میں کسی چیز کو اپنی طرف سے گناہ کہہ سکوں البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "من کذب علیّ متعمداً" الحدیث۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان شریف کی روشنی میں آپ کے اس طرز عمل کا گناہ کبیرہ ہونا ہر ذی علم پر واضح ہے، رہا آپ کا یہ عذر کہ آگے پیچھے حضور نے اپنے بارے میں کبھی یہ الفاظ فرمائے بھی تھے؟ تو یہ عذر آپ کو قطعاً مفید نہیں کیونکہ آپ پر مؤاخذہ اس بات کا تھا کہ نزول سورہ فتح کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر کسی صحابی نے ورم دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام میں کمی کرنے کا مشورہ دیا تو اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے یہ الفاظ نہیں فرمائے کہ "ہاں تم ٹھیک کہتے ہو میرے گناہ معاف ہوئے" اور آپ نے ان الفاظ کے کہنے کی نسبت اسی مقام پر اسی وقت انہی لوگوں سے ان کے خطاب کے جواب میں روایت کی ہے اور آپ نے "اس میں کوئی شک نہیں" کہہ کر اپنے مکتوب کے صفحہ ۱۹ پر اس مؤاخذہ کو صحیح تسلیم بھی کر لیا پھر اگر آگے پیچھے ایسا ہوتا بھی تو آپ کو مفید نہیں تھا چہ جائیکہ آپ نے یہ لکھ دیا کہ "اس وقت حضور کی یہی قلبی مراد تھی صفحہ ۱۹" آپ کو میرے دل کا پتہ نہیں لیکن آپ "عالم بما فی صدر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" ہونے کے دعویدار ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کسی کی قلبی مراد کو قول سے تعبیر کرتا ہے تو اسے حق ہے کہ وہ علیم بذات الصدور ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک قول منسوب کرتے ہیں اور آپ سرکار کے قلب اطہر کی مراد وہی بتاتے ہیں آپ اپنی دلاوری پر خود ہی غور کریں۔ ع
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی،

اور مزید تعجب یہ ہے کہ اسی ورقے پر آپ نے یہ لکھا ہے "پھر خواہ مخواہ اس پر حدیث میں الفاظ بڑھانے کا الزام اور بہتان لگا کر اس کو گنہگار بنا دینا خود گنہگار بننے کے مترادف ہے، الحمد للہ فقیر کا

دامن حدیث مبارک کے الفاظ میں کسی کمی بیشی کے گناہ سے صاف اور پاک ہے۔ فقیر پر ایسا الزام لگانیوالے خود خدا کے سامنے اس کے جوابدہ ہوں گے" صفحہ ۲ جناب عالی! آپ جس بات کا اقرار کر رہے ہیں اسی کا الزام دینے پر مجھے خواہ مخواہ الزام دینے والا، بہتان لگانیوالا اور گنہگار بننے والا اور خدا کے سامنے جوابدہ بننے والا قرار دے کر ایک ہی لہجے میں چار گالیوں سے آپ نے نوازا ہے۔ اللہ ہی کے ہاں اس کا فیصلہ ہے۔ تاہم ناراض نہ ہوں تو میں عرض کروں گا کہ آپ کی یہی تیز مزاجی ہے جس نے آپ کو یہ دن دکھائے ہیں۔

اسی صفحہ نمبر ۲ پر آپ نے کتاب "شیخ زادہ" سے اپنے گمان میں اپنی تائید میں یہ نقل کیا "کہا جاتا ہے کہ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے، اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ یہ ان کی رائے اور ان کا مذہب ہے" اھ۔

علامہ محترم! اس نقل سے آپ کی تائید ہو رہی ہے یا تردید؟ امام ابوحنیفہ کی طرف جو قول منسوب کیا جا رہا ہے کیا وہ ان کے دل سے کشف کر کے ان کی رائے اور ان کا مذہب قرار دے دیا تھا یا ان سے سن کر امام محمد نے ظاہر الروایۃ لکھی تھی؟ "تلک شکاۃ ظاهر عنک عارها"۔ پھر آپ اسی کے بل بوتے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد قرار دیتے ہیں؟ بہرحال یہاں تک آپ کے رویہ کا بیان تھا اور اس ضمن میں آپ کے بعض استفسارات بھی زیر غور آ گئے۔ اب آپ کے سوالات کا جواب عرض کرتا ہوں، اگر آپ کی سمجھ میں آجائے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ اور اگر آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو ہو سکتا ہے کہ اس میں میرے بیان کی کمزوری کا دخل ہو لیکن بہرحال میرا نقطہ نظر وہی ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں اگر میری تحریر آپ کو پسند نہ آئے تو مجھے آپ سے پرخاش نہیں۔ فقیر تو کئی سال سے حیدرآباد کے احباب کی فرمائش کے باوجود ان جھگڑوں میں پڑنے سے اجتناب کر رہا تھا۔ میرے شیخ کے نائب برحق گرامی مرتبت، صاحبزادۂ والاشان حضرت سید مظہر سعید کاظمی مدظلہ سجادہ نشین دربار کاظمیہ کا اصرار مجھے اس طرف لے آیا۔ اگر اس پر آپ کی تسلی نہ ہو سکے تو مجھے آئندہ معذور شمار فرمائیے گا اور مجھ سے مزید جواب اور طویل بحث کی توقع نہ رکھئے گا کہ میری کچھ اور بھی مصروفیات ہیں۔

سوال ۱ کا جواب:

آپ کا پہلا سوال میری درج ذیل دو عبارتوں میں تطبیق کے بارے میں ہے۔

عبارت نمبر ۱: "ان حضرات کے تراجم کے پیش نظر اور شرح عقائد اور دیگر کتب عقائد المستند المعتمد وغیرہ کی عبارات کے پیش نظر عقیدۂ حقہ اہل سنت وجماعت کے حاملین کو اس طرح کے ترجمہ میں کافر و گمراہ تو کجا گنہگار اور فاسق بھی نہیں کہا جا سکتا"۔

عبارت نمبر ۲: "صاحبزادہ زبیر صاحب جو الحمدللہ صغیرہ و کبیرہ عمدی و سہوی سے قبل و بعد نبوت عصمت انبیاء کے قائل ہیں ان پر لازم ہے کہ اپنے اس عقیدۂ صحیحہ کے پیش نظر اثبات گناہ کے ترجمہ کو صحیح سمجھنے کے گناہ سے توبہ کریں"۔

جواباً عرض ہے کہ :-

فقیر کی عبارت میں یہ کلمہ دو طرح سے بولا گیا ہے۔ ایک ہے "گناہ کا ترجمہ"۔ اسی کے بارے میں کہا ہے کہ اس طرح کا ترجمہ۔ اور دوسرا کلمہ ہے اثبات گناہ کا ترجمہ۔ یہ دو لفظ علیحدہ علیحدہ بولے گئے ہیں جن سے ہماری مراد بھی جدا جدا ہے اور ان کا حکم بھی جدا جدا۔ گناہ کے ترجمہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ آیت قرآنیہ یا حدیث کے ترجمہ کرتے وقت کچھ ایسے لوگوں نے لفظ گناہ سے ترجمہ کر دیا جو حضور کیلئے گناہ کا اثبات دوران ترجمہ سے آگے پیچھے نہ تو لفظاً کرتے تھے نہ ان کا عقیدہ تھا بلکہ ان کا اجتہاد انہیں اس طرف لے گیا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں لفظ گناہ کا ذکر اللہ کی طرف سے اپنے بندے سے خطاب ہے وہ جیسے چاہے اپنے بندوں سے خطاب فرمائے، ہمیں اپنی طرف سے ان کے بارے میں اس طرح کے الفاظ جو ہماری طرف سے ناروا ہیں بولنے کا حق نہیں اور فی للواقع سرکار کا کوئی گناہ نہیں اور احادیث کے بارے میں ان کا توقف اور اسی طرح بعض لوگوں کا آیت قرآنی کے بارے میں یہ موقف بھی تھا کہ یہاں یہ الفاظ محض محاورۂ عرب پر وارد ہوئے ہیں جیسے کوئی کہے سات خون معاف کئے جو اثبات قتل اور اثبات گناہ کیلئے نہیں، سرکار ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں میں نے عرض کیا تھا انہیں کافر تو کجا گنہگار اور فاسق بھی نہیں کہا جاسکتا اور اسی کی باصراحت تشریح فقیر نے ص ۱۳ پر یہ لکھی تھی "یہ کچھ اسی طرح یہ ترجمہ کرنے کا عمل ہے جو لوگ اپنے اجتہاد کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم عن الکبائر مان کر اس ترجمہ کو درست سمجھتے رہے یا جن کی توجہ اس معنی کی باریکی کی جانب نہ گئی حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم عن الکبائر والصغائر مانتے تھے مگر یہ ترجمہ کر بیٹھے اور اسے صحیح سمجھا تو ان سے مؤاخذہ نہ ہونا کچھ بعید نہیں" الخ۔

فقیر نے مذکورہ بالا عبارت میں اسی ترجمہ کے دو سبب بیان کر کے ترجمہ کرنے والوں کیلئے مؤاخذہ نہ ہونا مرجوح قرار دیا اور اسی کے بارے میں پہلے لکھا تھا کہ ایسے اشخاص کو ہم گنہگار نہیں کہہ سکتے اور وہ دو سبب اجتہاد یا عدم توجہ اور سہو تھے۔ آپ نے پہلے سبب کو چھوڑ دیا ہے اور عدم توجہ اور سہو پر تبصرہ کیا ہے (ملاحظہ ہو مکتوب خود ص ۳)۔ اجتہاد سے میری مراد معصوم عن الکبائر والصغائر ماننا نہیں کیونکہ معصوم عن الکبائر ماننا امر اجماعی ہے اجتہادی نہیں اس کا منکر کم از کم گمراہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم عن الصغائر ہونا بھی خبر واحد کی نص سے ثابت ہے جسکا منکر گنہگار ہے اگر اہل سنت کا اس مضمون میں اختلاف نہ ہوتا تو اسے بھی ہم گمراہ کہتے اور نص کے مقابلہ میں اجتہاد نہیں ہو سکتا بلکہ اجتہاد سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہوں سے معصوم مان کر اس لفظ سے ترجمہ کے مناسب ہونے کو اپنے اجتہاد سے صحیح سمجھنا ہے، مثلاً اس وجہ سے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ہر گناہ سے پاک ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں جس طرح کے الفاظ بولے بول سکتا ہے ہمیں اپنی حد ادب پر رہنا چاہیئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام میں تبدیلی بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ جدا بات ہے کہ ہمارے نزدیک نہ یہ اجتہاد صحیح اور نہ اس طرح کا ترجمہ، لیکن ہم ایسے ترجمہ کرنے والوں کو بناء بر ان کے اجتہاد کے

گنہگار نہیں کہتے بلکہ ان کے ترجمہ کو ضعیف اور کمزور قرار دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ الاصلاح میں نقطہ صغائر سہواً چھوٹ گیا ہے اب صفحہ ۱۲ کی عبارت کو اس طرح پڑھا جائے " جو لوگ اپنے اجتہاد کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم عن الکبائر والصغائر مان کر اس ترجمہ کو درست سمجھتے رہے یا جن کی توجہ اس معنی کی باریکی کی جانب نہ گئی حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم عن الکبائر والصغائر مانتے تھے اور سہو سے میری مراد یہ ہے کہ انہوں نے مغفرت کو نفی ذنب سمجھا اور اس کی باریکی کی طرف توجہ نہ ہو تجھ کہ ذنب تھا تو مغفرت ہوئی جیسا کہ آپ نے اپنی تحریر میں نقل کیا۔ یہ تو بیان تھا گناہ کے ترجمہ کا رہا دوسرا کلمہ اثبات گناہ کا تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ گناہ کا ترجمہ کرنے کے ساتھ ترجمہ کے علاوہ بھی اثبات گناہ کے الفاظ بولے جائیں یا اثبات گناہ کے عقیدہ کی تائید کی غرض سے گناہ کا ترجمہ کیا جائے جو لوگ اثبات گناہ کا اعتقاد رکھتے ہیں ان کا حکم میں نے جدا بیان کیا تھا اور جو لوگ اثبات گناہ کا عقیدہ نہیں رکھتے لیکن ترجمہ سے ہٹ کر اثبات گناہ کا کلمہ بھی بولتے ہیں اور اسے درست قرار دیتے ہیں ایسے لوگوں کو میں نے گناہگار کہا تھا جبکہ اس عقیدہ رکھنے والوں کے بارے میں میں نے کہا تھا کہ جو شخص بعد نبوت عمداً گبیرہ یا کفر کا قول کرتا ہے اس کا اثبات گناہ کا ترجمہ کرنا ضلالت اور کفر ہونے کی وجہ سے غلط فاحش ہوگا۔ ہمارے اس کلام سے گناہ کے ترجمہ اور اثبات گناہ کے ترجمہ ہر دو کلمات میں فرق جو ہماری مراد ہے امید ہے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا؟ البتہ فقیر کے کلام میں ایک مسامحت بھی تھی جو یہ لکھا کہ جو عوام کیلئے بیشک گناہ نہ ہو لیکن ان کے حسن عقیدہ اور علمی مرتبہ کی نزاکت کے پیش نظر غلط ہے اور گناہ سے کم نہیں۔ یہاں عوام سے میری مراد وہ لوگ تھے جو جودت علمی سے خالی ہوں اور بعض کتابوں کے چین وچناں میں کھو کر اصل عقیدہ بھول جائیں اور اثبات گناہ سہواً کر بیٹھیں اور آپ کیلئے حسن عقیدہ اور علمی مرتبہ کا ذکر اس لئے کیا تھا کہ آپ سرکار کے خلاف اولیٰ امور کو خلاف اولیٰ مان کر گناہ کہنے سے باز نہیں آتے اور اس سے استغفار کا حکم اور مغفرت کا ذکر کرتے ہیں تو کیوں نہ ہو کہ آپ بھی اپنے اس قول کو اگرچہ آپ کی نگاہ میں وہ گناہ نہ ہو مگر بہرحال وہ خلاف اولیٰ سے کم نہیں۔ تو آپ اپنے خلاف اولیٰ کو گناہ قرار دے کر اس سے استغفار کریں، یہ آپ پر حق کیوں نہیں بنتا جبکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اولیٰ کو (جو حقیقت میں خلاف اولیٰ بھی نہیں ہوتا بلکہ صرف بظاہر خلاف اولیٰ ہوتا ہے) گناہ کہتے ہوئے نہیں ہچکچاتے۔ کیا اللہ نے آپ کو یہ اجازت دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بظاہر خلاف اولیٰ کو آپ گناہ کہہ سکتے ہیں، لیکن کسی دوسرے کو یہ اجازت نہیں کہ وہ آپ کے اس قول کو خلاف اولیٰ سمجھ کر بھی گناہ کہہ سکے؟۔ بڑا تعجب ہے کہ آپ اپنے بارے میں جس بات پر بپھر جاتے ہیں وہی بات اللہ کے رسول کے بارے میں بڑے دھڑلے سے بولتے ہیں حالانکہ آپ انہی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔

رہا یہ امر کہ میں نے "آپ کے مرتبہ کے پیش نظر" کا لفظ بولنے کو مسامحت کہا تو وہ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے افعال پر امتیوں کی طرف سے ذنب مغفور کا لفظ سنکر ناراض ہوئے جو الزمیں نے اپنے پہلے مکتوب میں لکھ کر آپ کو توجہ دلائی تھی اور پھر بھی آگے آ رہا ہے، اس لئے آپ پر حقیقتاً تو یہ لازم ہے اور آپ کے مرتبہ کے پیش نظر یہ اور بھی مؤکد ہو جاتی ہے۔ باقی آپ نے اپنے مخالفین کے بارے میں کہا ہے کہ وہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے علمی اختلاف کی بنیاد پر آپ کو کافر قرار دے رہے ہیں حالانکہ بہت کم کوئی ایسا ہوگا جس نے اس وجہ سے آپ پر فتویٰ کفر لگایا ہو، ان کا فتویٰ کفر ناروا ہی سہی لیکن اس کی بنیاد آپ کی وہ بزعم خویش علمی تدقیقات ہیں جن کی بناء پر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لفظ گناہ کا بار بار آپ اسناد کرتے ہیں۔ لوگ حیران ہیں کہ آپ صرف اعلیٰحضرت سے اختلاف کرتے تو اور بات تھی لیکن آپ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے صحیح العقیدہ ہونیکے باوجود بار بار لفظ گناہ کیوں استعمال کرتے ہیں؟ تو اس حیرت کو کم کرنے کیلئے آپ میرے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں: "پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تمہارا پسندیدہ اور مختار ترجمہ نفی گناہ کا ہے تو پھر اثبات گناہ (بطور تاویل) کے ترجمہ اور تفسیر کو صحیح کہنے پر تم مصر کیوں ہو؟ اس کی وکالت میں دلائل کے انبار کیوں لگا رہے ہو؟ اس کا جواب بھی واضح ہے کہ بعض جہلاء اثبات گناہ (بطور تاویل) کے ترجمہ کو کفر اور ارتداد قرار دے کر نہ صرف فقیر کو اور فقیر کے اکابرین کو بلکہ اکابر اہلسنت اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت فضل حق خیر آبادی جیسے عظیم اولیاء کو مرتد اور کافر بنانے (معاذ اللہ) پر تلے ہوئے تھے لہٰذا اپنا اور ان کا دفاع کرنا تو لازمی تھا اور خود کو اور تمام بڑے بڑے اولیاء کو کفر کے فتووں سے بچانا مقصود تھا، اس لئے اس ترجمہ کو صحیح کہنے پر فقیر نے اصرار کیا اور اس کی بھرپور وکالت کی۔ الحمد للہ آپ کی نگاہ بصیرت افروز نے بھی اس حقیقت کو سمجھ لیا اور اپنی تحریر کے ابتدائی صفحات پر اس کا بڑے خوبصورت اور دلکش انداز میں یوں اظہار فرمایا" ـ مکتوب ص ۲۱

فقیر آپ کے اس اعتراف پر عرض کرتا ہے کہ جس طرح اپنے معبودوں کو گالیاں سن کر اللہ جل شانہ کو گالیاں دینے والوں کے فعل کو بغیر علم کہا گیا، کیا اسی طرح اپنے بزرگوں کے دفاع میں دوسرے اکابر اہلسنت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا طور علم سے خارج متصور نہ ہوگا؟ اور دوسری عرض یہ ہے کہ آپ نے اپنی اس تحریر میں اپنے اور اسلاف مترجمین کے طریق کار میں فرق واضح کر دیا ہے جس پر حکم کا فرق متفرع ہے اور وہ یہ کہ ان حضرات نے صرف قرآن یا حدیث کے ترجمہ میں اگر گناہ کا ترجمہ کیا بھی تو اس سے پہلے یا بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اثبات گناہ سے اپنے آپ کو دور رکھا اور ایک آپ ہیں کہ اپنے اقرار سے اثبات گناہ کی تفسیر کو بھی صحیح کہنے پر مصر ہیں اور محض اپنے اور چند غیر معصوم بزرگوں کے بزعم خود دفاع کیلئے بقول خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لفظ اثبات گناہ کو (اگرچہ بطور تاویل ہی سہی) ثابت کر رہے ہیں، صحیح قرار دے رہے ہیں، اور اس کی وکالت میں اپنے الفاظ میں دلائل کے انبار

نکار رہے ہیں علماء اور عوام اہلسنت وجماعت کو درأصل آپ سے شکایت بھی یہی ہے۔ نہ جانے آپ سمجھتے کیوں نہیں؟۔ بہر حال جس طرح دوسرے فریق کی میں نے مدح نہیں کی اسی طرح آپ کا طریق کار بھی قابل ستائش نہیں۔

سوال نمبر۲ جزء ب کا جواب:۔

میرے سابقہ معروضات سے آپ کے اس سوال کا جواب بھی ہو گیا جو آپ نے صفحہ ۲ پر لکھا کہ:۔ عجب آپ کے ارشاد کے مطابق گستاخیٔ رسالت میں بے توجہی اور سہو بھی معاف نہیں تو پھر اگر یہ ترجمہ گستاخیٔ رسالت کے باعث گناہ ہے تو پھر یہ اکابر اولیاء اور علماء پر سہواً کیسے معاف ہو گیا اور ان کیلئے آپ کیسے فرما رہے ہیں کہ وہ قابل مؤاخذہ نہیں۔ لہٰذا آپ کو ماننا پڑے گا کہ یہ ترجمہ نہ بے ادبی ہے نہ گستاخی اور نہ گناہ۔ لہٰذا اس کو صحیح سمجھنے والے سے توبہ کا مطالبہ درست نہیں۔ اھ

جواب:۔ پھر عرض کروں کہ آیت اور حدیث میں گناہ کا ترجمہ نفیٔ ذنب کے ساتھ ان حضرات کا مسلک تھا جس کی تصریح آپ نے مغفرت ذنب صفحہ ۱۹ پر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کی ہے جبکہ آپ ذنب کا ترجمہ گناہ، اثبات گناہ کیلئے کرتے ہیں جیسا کہ زیر نظر آپ کے مکتوب کے صفحہ ۲ پر ہے اور ہم پہلے نقل کر چکے۔ جتنا اثبات اور نفی میں فرق ہے، اتنا ہی آپ کے حکم میں اور ان حضرات کے حکم میں فرق ہے۔

یاد رہے کہ ہم نے اسے گستاخیٔ رسالت کے باعث گناہ قرار نہیں دیا کیونکہ گستاخیٔ رسالت صرف گناہ ہی نہیں بلکہ کفر ہوتی ہے اور ہم نے آپ کو کافر نہیں کہا، ہاں یہ اور چیز ہے کہ آپ نے مغفرت ذنب کے صفحہ ۱۴ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قسم کے گناہ، معصیت اور خطا، صغیرہ وکبیرہ قصداً اور سہواً قبل نبوت اور بعد نبوت سے معصوم ہونا قطعی اجماعی عقیدہ تمام مسلمانوں کا مانا ہے۔ آپ اپنے اقرار سے کچھ بھی سمجھیں یہ آپ کا اپنا کام ہے۔ ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است۔

گناہ کیوں؟:۔ شاید آپ پوچھیں کہ اثبات گناہ کی غرض سے اس آیت میں گناہ کا ترجمہ کرنا اور اس ترجمہ کو اسی غرض سے صحیح ماننا گناہ کیوں ہے؟ تو اس کا جواب بھی میں نے اپنے پہلے مکتوب (جس کا نام "الاصلاح بین الاخوان" میں نے رکھا ہے) کے صفحہ ۔ پر دیا ہے اور پھر عرض کرتا ہوں کہ بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۷ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:۔

حدیث ۱:۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا امرهم امرهم من الاعمال بما يطيقون قالوا انا لسنا كهيئتك يا رسول الله ان الله قد غفر لك ما تقدم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب امتیوں کو کوئی حکم دیتے تو ان اعمال کا حکم دیتے جن کی وہ طاقت رکھتے ہوں۔ تو کچھ امتیوں نے یہ عرض کی

من ذنبك وما تأخر فغضب حتى يعرف الغضب في وجهه ثم يقول ان اتقاكم واعلمكم بالله انا اهـ - (بخاری جلد ۱ ص ۷ عربی طبع "کراچی")

کہ یا رسول اللہ! ہم آپ کی مثل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقدم اور مؤخر ذنب کو معاف فرما دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آجاتے ہیں یہاں تک کہ چہرۂ انور پر غصے کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں تم سب سے زیادہ گناہوں سے پرہیز کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی تم سب سے زیادہ معرفت رکھنے والا میں ہی ہوں۔ (بخاری ج ۱ ص ۷)

حدیث نمبر ۳

عن انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال جاء ثلثة رهط الى بيوت ازواج النبي صلى الله عليه وسلم يسئلون عن عبادة النبي صلى الله عليه وسلم فلما اخبروا كانهم تقالوها فقالوا واين نحن من النبي صلى الله عليه وسلم قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر قال احدهم اما انا فاني اصلى الليل ابدا وقال آخر انا اصوم الدهر ولا افطر وقال آخر وانا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم اليهم فقال انتم الذين قلتم كذا وكذا اما والله اني لاخشاكم لله واتقاكم له - (بخاری جلد ۲ ص ۷۵۷)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ تین شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں پوچھنے کیلئے گئے تو جب انہیں بتا دیا گیا تو گویا انہوں نے آپ کی عبادت کو تھوڑا تصور کیا تو بولے کہاں ہم کہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم؟ - آپ کے مقدم اور مؤخر ذنب کی تغفیر کی مغفرت ہو چکی ہے ایک نے یہ کہا کہ بہرحال میں تو ساری ساری رات پوری زندگی نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرا بولا میں پوری زندگی روزہ دار رہوں گا اور افطار نہیں کروں گا۔ ایک اور بولا میں عورتوں سے دور رہوں گا کبھی شادی نہیں کروں گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے فرمایا تم ہو وہ لوگ جنہوں نے یہ یہ باتیں کہیں سنو اللہ کی قسم بیشک میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ کی رضا کیلئے گناہوں سے بچتا ہوں۔ الحدیث - (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۷)

حدیث نمبر ۳

عن عمر بن ابی سلمة انه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم ايقبل الصائم فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم سل هذه لام سلمة فاخبرته ان رسول

یعنی ام المومنین ام سلمہ کے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک (ربیب) جناب عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا، کیا روزہ دار اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے؟ تو

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع ذلک فقال یا رسول اللہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ انی لاتقاکم للہ واخشاکم له۔

(صحیح مسلم عربی جلد اول ص ۳۵۲ طبع قدیمی کتبخانہ کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، یہ بات ام سلمہ (ام المومنین زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اپنی ماں) سے پوچھو تو ام المومنین نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام کیا کرتے ہیں۔ تو عمر بن ابی سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے تو متقدم اور متأخر ذنب کو اللہ تعالیٰ نے معفور کر دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا سنو مجھے اللہ کی قسم ہے میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے گناہوں سے بچنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ کی خشیت رکھنے والا ہوں۔ (صحیح مسلم عربی جلد ۱ ص ۳۵۲)

حدیث ۴

عن عائشة رضی اللہ عنها ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستفتیه وهی تسمع من وراء الباب فقال یا رسول اللہ تدرکنی الصلوٰة وانا جنب فاصوم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا تدرکنی الصلوٰة وانا جنب فاصوم فقال لست مثلنا یا رسول اللہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر فقال واللہ انی لارجو ان اکون اخشاکم للہ واعلمکم بما اتقی۔

(صحیح مسلم عربی ج ۱ ص ۳۵۴ طبع قدیمی کراچی)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فتویٰ پوچھنے کیلئے حاضر ہوا جبکہ وہ دروازے کے پیچھے سن رہی تھیں اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے نماز (فجر) کا وقت اس حالت میں آلیتا ہے کہ میں جنب ہوتا ہوں۔ پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں، مجھے بھی اس نماز کا وقت آجاتا ہے درآنحالیکہ میں جنب ہوتا ہوں تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہماری مثل نہیں ہیں یقیناً اللہ نے آپ کیلئے آپ کے متقدم اور متأخر ذنب کو معفور کر دیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے مجھے اللہ کی۔ بیشک مجھے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور مجھے تم سب سے زیادہ علم ہے ہر اس گناہ کا جس سے مجھے بچنا ہوتا ہے (یعنی میں گناہ سے پاک ہوں)۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴)

ان تمام احادیث سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہو رہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ ہماری مثل ہیں یا کہ آپ نے ان صحابہ کا رد اس لئے فرمایا کہ وہ آپ کو اپنی مثل نہیں جانتے تھے۔ اور یہ ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ تم میری مثل نہیں ہو اور فرمایا کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انی لست مثلکم" یعنی میں تمہاری مثل نہیں ہوں (مسلم ج ۱ ص ۳۵۱ نیز بخاری جلد ۱ ص ۲۶۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایکم مثلی" کون تم میں سے میری مثل ہے (بخاری ج ۱ ص ۲۶۳) "مسلم ج ۱ ص ۳۵۱" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "انکم لستم مثلی او قال انی لست مثلکم" تم میری مثل نہیں ہو یہاں فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں (مسلم ج ۱ ص ۳۵۲) ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو تم میری مثل ہو نہ میں تمہاری مثل ہوں، ثابت ہوا کہ آپ نے جو اُن صحابہ کے کلام کو رد فرمایا تو اسکی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ آپ کو بے مثل کہہ رہے تھے بلکہ ثابت یہ ہوتا ہے کہ سرکار کے ان مواقع پر رد فرمانے اور غضبناک ہونے کی وجہ یہی تھی کہ ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ حضور کے ذنب سے مراد نزول آیت سے مقدم اور مؤخر گناہ ہیں جنکی اللہ نے مغفرت فرما دی اور یہ امور جو سرکار کرتے ہیں گناہ ہیں جو سرکار کا زیادہ عبادت نہ کرنا شاید اسی وجہ سے ہے کہ آپ کے گناہوں کی آپ کو معافی دے دی گئی ہے تو آپ کو اس کا کوئی فکر نہیں رہا اور آپ کو اب ان کی معافی مانگنے کی ضرورت نہیں رہی اور زیادہ عبادت کی بھی ضرورت نہیں رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر پر غصے کا اظہار فرمایا کہ سرکار کے گناہ مان کر آپ کی مغفرت کا قول کیا جائے یہی وجہ ہے کہ سرکار نے یہ نہیں فرمایا کہ "انا مثلکم" اور نہ یہ فرمایا "انا اکثر کم عبادۃ للہ" بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ گناہوں سے بچنے والا تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کی پہچان رکھنے والا ہوں۔ شاید کوئی یہ سمجھے کہ "اتقاکم" کا معنی بھی ڈرنے والا ہے نہ کہ گناہوں سے بچنے والا تو یہاں یہ سمجھنا صحیح نہیں اس لئے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اتقی اور اخشی کو علحدہ علحدہ بیان فرمایا تاکہ اتقی کا معنی اور اخشی کا معنی علحدہ علحدہ ہو جائے اور اتقی کا معنی بطور تجرید وقایت عن الاثم یعنی گناہ سے بچنے کے ساتھ مخصوص ہو جائے، بہرحال بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا چار احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن لوگوں نے "قد غفر اللہ لک ما تقدم" اثبات گناہ کیلئے کہا تھا حضور ان پر ناراض ہوئے اور سرکار نے ان کا رد فرمایا مثل آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی واقعی گناہ ہیں جو معاف ہوئے، صحابہ کا یہ قول رد ہو جانے کے بعد جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے اعراض کرکے ان صحابہ کے قول کو حجت مانتا ہے اور کہتا ہے کہ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے نسبت گناہ کا اثبات ہے وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان حدیثوں کا مخالف ہے اور ان چار احادیث کی روشنی میں یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع حدیبیہ پر یا

اس کے بعد آپ کے بتورم پاؤں دیکھ کر کثرت عبادت سے محبتاً روکنے والوں سے آپ ہی موقعہ پر اپنے لئے نسبت گناہ کا اقرار کرتے ہوئے فرمایا تھا یا یہ سمجھا تھا کہ ہاں واقعی میرے مقدم، مؤخر گناہ ہیں جنہیں معاف کیا گیا، وہ شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کی روشنی میں سرکار کے فرمان کا مخالف اور سرکار پر جھوٹ بولنے والا ہے پھر اگر وہ ان سے مراد کبیرہ بعد النبوۃ لیتا ہے تو وہ گمراہ ہے اور اگر معاذ اللہ کفر مراد لیتا ہے تو ایسا شخص کافر بھی ہے ورنہ اگر وہ کفر اور کبیرہ بعد النبوت کے علاوہ مراد لے تو وہ کافر اور گمراہ نہ بھی ہو تو اس کے گناہگار ہونے میں شک نہیں کیونکر وہ مذکورہ بالا چار احادیث کا منکر ہے، جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت انس حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہیں، واللہ الھادی

اب رہیں وہ دو حدیثیں جن میں سے ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جبکہ وہی روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر غضبناک ہوئے جو آپ کیلئے مغفرت ذنب کا لفظ اثبات گناہ کے معنی کا خیال کر کے بول بیٹھے، اور ایک مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کثرت عبادت کی وجہ سے سرکار کے قدمین شریفین متورم ہو گئے تو عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! آپ کیلئے تو اللہ تعالی نے آپ کے متقدم اور متاخر ذنب کی مغفرت فرما دی پھر آپ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ -

یہ دونوں حدیثیں حق ہیں لیکن نہ یہ ہمارے خلاف ہیں اور نہ گناہ تجویز کرنیوالوں کی مؤید، کیونکہ ان میں یہ کلمہ ہے ہی نہیں کہ "ہاں تم سچ کہتے ہو میرے گناہ ہیں جو معاف ہوئے" اور اس جملے کے ثابت ہوئے بغیر بات نہیں بنتی۔ جب تک یہ کلمہ نہیں یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں، کیونکہ ہمارے نزدیک اس جملہ کا معنی عصمت ہے نہ کہ اثبات گناہ۔ ہاں جو یہ جملہ گھڑتا ہے کہ میرے گناہ ہیں تو وہ یقیناً کذب علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہ گار ہے۔ اس کا اور ہمارا فیصلہ اللہ کی عدالت میں ہوگا۔ لیکن جو شخص آیت فتح کا یہ ترجمہ کرتا ہے کہ آپ کو آپکے اگلے پچھلے گناہوں سے محفوظ یعنی معصوم کر دیا جیسا کہ آپ نے ٹیلیفون پر فرمایا اور اب اپنے مکتوب میں آپ نے اس کی تشریح بھی یہی فرمائی ہے کہ یہ آیت آپ کی عصمت اور آپ سے گناہ کی نفی کیلئے ہے۔ پھر کیونکر آپ اس آیت اور اس سے اقتباس کرنے والے اصحاب کے قول کو اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام کے قول کو نفی گناہ اور اثبات عصمت کی بجائے اثبات گناہ پر محمول کر دیتے ہیں۔ آپ کی یہ بات عقل سے دور ہے اور میری بات آپ کی سمجھ نہ آنا اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے فقط ---

سوال نمبر ۲ کا جواب :-

آپ نے یہ فرمایا ہے :- "حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے جس خواب کا آپ نے ذکر فرمایا ہے وہ بھی فقیر کی ناقص عقل میں نہیں آرہا" - اس لئے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت غزالی زماں اس عالم شہادت میں جو کچھ فرما کے جائیں عالم برزخ میں اس کے برخلاف فرمائیں (ص۸) -

جواب :- اگر آپ میرا مکتوب (الاصلاح بین الاخوان) دوبارہ پڑھ لیتے تو آپ کے سوال کا جواب ص ۳۵ پر آپکو

مل جاتا۔ ملاحظہ فرمائیں۔ غزالیٔ زمان عالم شہادت میں کیا فرما رہے ہیں؟ فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ دلائل شرعیہ کی رو سے معصوم ہیں اسلئے آپ کا ذنب سرے سے معصیت ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ قربِ الٰہی کی وجہ سے اس کا ذنب ہونا محض صورۃً ہے اس سے مراد صرف خلاف اولیٰ امور ہیں اور ان کا خلاف اولیٰ ہونا بھی بظاہر ہے، درحقیقت وہ "حسنات الابرار" سے بھی افضل و اعلیٰ ہیں، بنا بریں جن آیات میں لفظ ذنب کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فرمائی گئی، ہم نے اس کا ترجمہ (بظاہر) خلاف اولیٰ کام کے الفاظ سے کیا ہے۔" (الاصلاح بین الاخوان ص۳۵ بحوالہ تقدیم ترجمہ البیان ص۵ از حضرت غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ)

غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے کئی باتیں کھل کر واضح ہوتی ہیں۔ ۱۔ یہ کہ یہ تقدیم تکمیل ترجمہ کے بعد لکھی گئی، اسی لئے فرمایا کہ ہم نے یہ ترجمہ کیا ہے ۲۔ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ ہم نے ذنب کا معنی گناہ اور معصیت قرار نہیں دیا بلکہ خلاف اولیٰ بھی قرار نہیں دیا۔ بظاہر خلاف اولیٰ قرار دیا ہے یعنی وہ معصیت اور گناہ کے ترجمہ کو صحیح نہیں سمجھتے تھے، ۳۔ یہ کہ آپ نے یہاں لکھا کہ اس کا ذنب ہونا محض صورۃً ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ترجمہ کی تشریح میں بریکٹ کے اندر جہاں صورۃً گناہ لکھا ہے وہاں غزالیٔ زماں صورۃً ذنب فرما رہے ہیں لہٰذا وہاں لفظ گناہ سہوِ کاتب سے ہے جو پہلے ایڈیشن میں آگیا اور اب آپ کے اعتراض سامنے آنے سے بہت پہلے دوسرے ایڈیشن میں اسے صحیح کر دیا گیا ہے جو دوبارہ کتابت اور طباعت کے مراحل سے گزر کر مارکیٹ میں آچکا ہے۔ مزید برآں یہ کہ صورۃً اور حقیقۃً کا فرق آپ جیسے اہل علم پر پنہاں نہ ہوگا بلکہ یہ اہل زبان پر بھی مخفی نہیں رہ سکتا کیونکہ اگر کوئی شخص میری صورت کا ہو تو وہ میرے بیٹوں کا باپ اور میری بیوی کا شوہر نہیں ہو سکتا، کیا آپ غور نہیں کرتے؟۔

سوال نمبر۳ کا جواب:۔

آپ کے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ میں حضرت داتا گنج بخش، حضرت شیخ عبدالحق، مولانا فضل حق خیرآبادی وغیرہم کو بے توجہی اور بھول کی وجہ سے گناہ کا ترجمہ کرنے کا گناہ معاف سمجھتا ہوں۔

جواب:۔ سوال نمبر۱ کے جواب میں میں بتا چکا ہوں کہ بے توجہی اور بھول ہی وجہ نہیں بلکہ اجتہادی وجوہ بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ وہی اجتہادی وجوہ دوسرے حضرات کے ترجمہ میں پائی جا سکتی ہیں، لہٰذا اعتراض اصلاً بے بنیاد ہے اگرچہ علامہ غلام رسول رضوی، علامہ محمد اشرف سیالوی اور علامہ سید سعادت علی قادری اثبات گناہ کا ترجمہ کرنے سے بری ہیں۔ چونکہ آپ نے اس بحث کو چھیڑا ہے تو لیجئے اس پر بھی غور کر لیتے ہیں: داتا گنج بخش کا حوالہ آپ نے نہیں دیا وہ میں نے دیا ہے اور ان کا مطلب وہی ہے جو مغفرت ذنب کے ص19/18 پر آپ نے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ اور علامہ تاج سبکی کے رسالہ اور علامہ شہاب خفاجی کی نسیم الریاض سے نقل کیا ہے کہ، حضور کی مغفرت ذنوب کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقت میں کوئی گناہ تھے جو معاف کر دیئے گئے بلکہ یہ محض ایک تعظیم و تکریم کا جملہ ہے جو عزت افزائی اور حضور کی فضیلت و شان اور مرتبہ و مقام کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے کسی خاص مقرب سے خوش ہو کر کہہ دے کہ

جامیں نے تجھے سات خون معاف کئے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے سات خون کئے ہیں اور وہ بادشاہ نے معاف کئے ہیں اھ۔

اجتہادی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ترجمہ میں ذنب لکھتے ہیں لیکن مراد نفیِ ذنب اور نفیِ گناہ ہوتی ہے۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی دامت برکاتہم جنہیں آپ نے محدث اعظم حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صاحبزادہ قرار دیا ہے۔ (مغفرت ذنب ص۳۳) ان کے ترجمہ کا اس وقت تک یہی مطلب رہے گا جب تک آپ یہ ثابت نہ کر دیں کہ وہ یہ ترجمہ "اثباتِ گناہ کے عقیدہ" یا اس کی تصریح کے ساتھ کرتے ہیں۔ حضرت علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی دامت برکاتہم نے جو ترجمہ کیا ہے اس میں بھی اثباتِ گناہ نہیں بلکہ خیالی گناہ کا ذکر ہے جیسا کہ آپ نے نقل کیا "ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے خیال میں جتنے بھی تمہارے گناہ ہیں سابقہ یا آئندہ ان تمام کی مغفرت فرما دے" اور دوسری جگہ انہوں نے یہ لکھا: وہ تمہارے امور جنہیں تم مرتبۂ قرب اور منصب محبوبیت کے لحاظ سے گناہ سمجھتے ہو" (مغفرت ذنب ص۴۴)

صاحبزادہ صاحب! کیا وجہ ہے کہ آپ اپنی متنازع کیسٹ میں وجوہ بیان کرتے ہوئے نمبر ۸ پر یہ فرما چکے ہیں کہ یہ عزت افزائی ہے کہ جا سات خون معاف کئے، سرکار گنہگار نہیں اور آیت کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ حضور نے یہ گناہ کئے ہیں۔ اور چھٹی وجہ میں آپ نے امام غزالی سے نقل کیا تھا کہ "منازل قرب میں ترقی کی وجہ سے آپ کی پہلی منزل اپنے آپ کو آپ کا گناہ نظر آیا"۔ لیکن آپ نے کہا تھا "معاذ اللہ یہ کوئی گناہ نہیں" جس بات کے بارے میں آپ کہہ چکے ہیں کہ "وہ گناہ نہیں" اب آپ کہتے ہیں کہ وہی باتیں علامہ رضوی اور علامہ سیالوی کہہ رہے ہیں تو ان سے گناہ ثابت ہوتا ہے۔ افلا تتفکرون؟ ۔

سید سعادت علی قادری صاحب دامت برکاتہم — انہوں نے آپ کیلئے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی بھی آپ خود ان کی عبارت لکھتے ہیں کہ "آپ کے رب نے تو پہلے ہی آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے، آپ تو گناہوں سے پاک ہیں، پھر اتنی محنت و مشقت کی کیا ضرورت ہے" (مغفرت ذنب ص۴۴) آپ غور فرمائیں آپ کا اپنا نقل کیا ہوا جملہ "آپ تو گناہوں سے پاک ہیں" کہیں آپ کا منہ تو نہیں چڑا رہا، اور یہ ظاہر تو نہیں کر رہا کہ علامہ سید سعادت علی آپ کے الزام سے بری ہیں وہ اس جملہ کا معنی یہ مانتے ہیں کہ آپ گناہوں سے پاک ہیں،

اسی طرح پیر کرم شاہ صاحب کا بھی شاید آپ ذکر کریں؟ مگر آپ نے خود ان سے نقل کیا ہے کہ "استغفار کرتے رہیئے اپنی (موہومہ) کوتاہیوں پر"۔ اور موہومہ اسے ہی تو کہتے ہیں جن کا واقعہ میں کوئی وجود نہ ہو۔ ثابت ہوا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کوئی گناہ نہیں مانتے۔

اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ داتا صاحب اور جن دوسرے علماء نے یہاں لفظ گناہ سے ترجمہ کیا ہے وہ انہی اجتہادی وجوہ کے پیش نظر صرف لفظی رعایت کا شاخسانہ ہے یا انکے بارے میں یہ کہنا اور یہ سمجھنا کہ وہ حضور کیلئے حقیقتاً

اثبات ذنب کے قائل تھے ہماری سابقہ نقل کردہ بخاری و مسلم کی چار احادیث صحیحہ کے پیش نظر ان کو سرکار کے غضب کا مورد بنانا ہے اور یہ ان حضرات پر بدگمانی ہے اور ہم تمام مسلمانوں کیلئے اور خصوصًا اپنے اسلاف صالحین کرام کیلئے حسن ظن کے پابند ہیں۔ اور بالفرض و المحال کوئی ایسا شخص ہو بھی جس کا نام یہاں نہ لیا گیا ہو اور وہ اثبات گناہ کے عقیدہ سے یہ ترجمہ کرتا ہو؟ تو ہم اس کے اس قول سے بری ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے اللہ تعالی کی پناہ چاہتے ہیں۔

علامہ غلام رسول رضوی دامت برکاتہم" پر آپ نے دوسرا اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ انہوں نے اثبات گناہ کے ساتھ اثبات جہل، اثبات اسراف، اثبات خطا کا ترجمہ کیا اور اس کو صحیح سمجھا

محترم صاحبزادہ صاحب! آپ نے اپنی کیسٹ میں پانچویں توجیہ میں یہ فرمایا تھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم امت کیلئے استغفار کیا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ حضور گنہگار رہے۔ یعنی آپ گنہگار نہیں تھے۔ اب سرکار کی اس دعا کا ترجمہ جو کہ تعلیم امت کیلئے ہے ان الفاظ سے کرنے پر آپ مولانا رضوی دامت برکاتہم العالیہ کو طعنہ دے رہے ہیں کہ وہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار ہونے کو مان رہے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ یہ کیوں نہیں سمجھ سکتے؟

مطالبۂ ترجمہ کا جواب ۲ -

آپ نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا حدیث کا ترجمہ کروں تو عرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث «اللّٰھم اغفر لی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری» (بخاری ج۲ ص۹۴۶) (مسلم ج۲ ص۳۴۹) امت کو تعلیم دعا اور تعلیم مسئلہ کیلئے ہے جس طرح کہ سورۂ فاتحہ قرآن عظیم میں تعلیم مسئلہ کیلئے ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہاں اللہ تعالی سکھا رہا ہے اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھا رہے ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اللہ رب العالمین، مالک یوم الدین، سبحان کریم غنی عن العلمین، قہار و جبار کس کی عبادت کرتا ہے؟ (معاذ اللہ) اور کس سے مدد مانگتا ہے (معاذ اللہ)؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں "سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون" بلکہ یہ تعلیم مسئلہ ہے، مشفق استاد مبتدی سے کہتا ہے۔ الف تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ "کہو الف"۔ اسی طرح سورۂ فاتحہ میں بھی لفظ "قولوا" مقدر ہے یعنی کہو "ایاک نعبد وایاک نستعین" اسی طرح "قولوا" حدیث میں بھی مقدر ہے یعنی کہو۔ اور یہ مقدر ہے محذوف نہیں کہ ترجمہ میں اس کا اظہار ضروری ہو ہاں جو سورۂ فاتحہ میں یوں سمجھے کہ اللہ اپنے مخاطب سے یہ کہہ رہا ہے کہ میں تیری عبادت کرتا ہوں وہ ملعون ہے اور مرتد۔ اسی طرح جو شخص حدیث تعلیم سے یہ سمجھے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطاکار اور جاہل مسرف ہیں، وہ خود گنہگار اور جاہل مسرف ہے نیک نیت ترجمہ کرنے والے اس لعنت اور اس ضلالت سے دور اور

بری ہیں چاہے وہ ترجمہ میں کچھ کا ترجمہ لائیں یا نہ لائیں، بہرحال حدیث سے مراد یہ ہوگی کہ "اے میرے! تم کہو اے اللہ بخش دے میرے ذنب کو اور میرے جہل (یعنی بیوقوفی اور نادانی) کو اور میرے اسراف کو۔ آپ کے مطالبہ پر حدیث کا ترجمہ عرض کر دیا ہے فقط۔

سوال نمبر 4: آپ نے غزالی زماں سے سند لینے کا انکار کیا ہے اور اپنی کسی سند میں اعلیٰ حضرت کا نام آنے سے بھی انکار کیا ہے۔

جواب: آپ نے یہ کہہ کر کہ آپ نے غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ سے "تبرکاً" سند حدیث نہیں لی، حضرت سے اپنی شاگردی کی بات ختم کر دی لیکن اصل بات ختم نہیں ہوئی۔ اصل بات یہ تھی کہ آپ نے لاعلمی کی نسبت اس شخص کی طرف کی جس سے آپ کی سند علم بھی منسلک ہے اب اگر کوئی بزرگ آپ کی سند علم میں نہ ہوں تو اس بات سے آپ کو اجازت تو نہیں مل جاتی کہ آپ انہیں لاعلم کہیں علاوہ ازیں اس کا کیا ہو کہ آپ کے آباء کرام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھتے ہوئے نظر آتے ہیں؟ کیا یہ استفادہ نہیں؟ یا ان کا امتحان مقصود تھا؟ اگر یہ استفادہ ہے تو امام اعظم کے شاگرد امام اعظم سے بھی مسائل ہی سیکھتے تھے یا باقاعدہ کوئی کتاب سامنے رکھتے تھے؟ پھر کیا وجہ کہ امام ابو یوسف اور امام محمد، امام ابو حنیفہ کے شاگرد ٹھہریں اور اعلیٰ حضرت سے مسائل پوچھنے والے، استفادہ کرنے والے شاگرد نہ ٹھہریں؟ ہاں شاید ایک دو مسئلے پوچھنے اور زیادہ مسئلے پوچھنے میں کوئی فرق ہوگا؟ -

اعلیٰ حضرت پر لاعلمی کا الزام: - بجائے اس کے کہ آپ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر لاعلمی کا الزام لگانے سے معذرت کرتے آپ نے کہا ہے کہ میں اہل زبان ہوں لاعلمی اور بے علمی میں فرق ہے آپ نے اس فرق کی وضاحت کیلئے کوئی مثال نہیں دی ورنہ ہم اس پر بھی غور کر لیتے، تاہم حاضر ہے فیروز اللغات اردو جامع طبع لاہور صفحہ ۱۱۴۰: لاعلم کے معنی میں لکھتے ہیں "بے علم، جسے معلوم نہ ہو، کسی بات کا نہ جاننے والا، ناواقف انجان"۔ جی فرمائیے! صاحب زبان جی! لاعلم کا معنی بے علم ہے کہ نہیں، البتہ "میں نہ مانوں" کا علاج میرے پاس نہیں۔

معنی مخالفتِ حدیث سے لاعلمی: - اور یہاں آپ نے شق وار میری تردید سے تنگ آ کر یہ فرمایا کہ تیسری شق بھی ہے: وہ ہے امت والے معنی کے اس حدیث کے خلاف ہونے سے لاعلمی۔

حضرت والا! آپ غور فرمائیں کہ اگر ان احادیث کا علم ہو جائے تو ان سے یہ معنی سمجھ میں آئیگا یا نہیں؟ اگر سمجھ میں نہیں آتا، تو اس مخالفت کے نہ جاننے سے کیا فرق پڑا پھر تو مخالفت ہی نہ ہوئی اور اگر سمجھ میں آتا ہے تو پھر حدیثیں جان لینے کے بعد پھر تیسری شق کی کیا ضرورت رہی؟ بہرحال دو ہی شقیں بنتی ہیں۔ حدیث کی تشریح سے لاعلمی، وہ پہلی شق میں آ گئی اور حدیث کے وجود سے لاعلمی، وہ دوسری شق میں آ گئی اور ہم نے ثابت کر دیا کہ پہلی شق کا اقرار آپ کی جانب سے آپ کے آباء کی تکذیب ہے، اور دوسری شق کا اقرار آپ کی اپنی تکذیب ہے کہ مغفرتِ ذنب میں آپ ان کا علم نقل کر چکے ہیں۔

سوال: آپ نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت سے لاعلمی کی نسبت ان سے مخالفتِ حدیث کا الزام دفع کرنے کیلئے تھی "تعجب ہے جو چیز ادب اور تعظیم کا موجب ہے اس کو بے ادبی اور گستاخی کہا جا رہا ہے"۔

جواب: حضور والا! آپ کا یہ احتجاج لاعلمی کے معنی اور لاعلمی اور عدم توجہی کے فرق سے کہیں لاعلمی کی بناء

برتر نہیں ؟ آپ اگر عدم توجہی کا لفظ بولتے تو کسی کو اعتراض ہو سکتا تھا ؟

ایک اور سوال کا جواب :- **عکرمہ اور صحیح بخاری** - آپ نے صحیح بخاری کی روایت اپنے زعم میں پیش کی تھی جو قتادہ عن عکرمہ کی روایت سے تھی اب آپ پھر اسے حدیث کہہ رہے ہیں اور اس کے اثبات پر زور لگا رہے ہیں - لیکن یہاں چند امور پر غور کرنے کی درخواست ہے ۔ (1) کہا جاتا ہے بخاری شریف کی وضع احادیث صحیحہ مجردہ کیلئے ہے یعنی جو محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہوں جبکہ یہ جملہ "ھنیئاً مریئاً فما لنا فما نزل اللہ (الآیۃ) زیادہ سے زیادہ ملا اگر ثابت ہو جائے) تو قول صحابہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی جواب تو مذکور رہے نہیں تو مخالفت حدیث کا ڈھونگ معنی چہ ؟ (2) سب سے پہلے ہمیں قتادہ راوی پر اعتراض تھا جو مدلس ہے (ملاحظہ ہو اصلاح بین الاخوان ص۹۱) مگر آپ نے اس کا نام بھی نہیں لیا حالانکہ مدلس کی روایت میں جب تک کہیں سماع کی تصریح نہ ہو تو جس روایت میں مدلس عن کہے مردود ہوتی ہے (نزھۃ النظر ص۶۶ طبع ملتان) -

کہتے ہیں کہ بخاری و مسلم کیلئے یہ قانون نہیں ہے اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حضرات مدلس کا عن کہنا اس وقت قبول کرتے ہیں، جب اس کے سماع کی اور کوئی روایت اسی مضمون کے بارے میں جانتے ہوں - لیکن اولاً تو یہ ایمان بالغیب ہے ، ثانیاً زیر بحث روایت میں قتادہ نے خود ہی اقرار کیا کہ روایت کا ایک حصہ اس نے حضرت انس سے نہیں سنا تھا تو یہ مقبول نہیں ہو سکتا - پھر یہ کہ اس نے اقرار کیا تھا کہ اس نے دو روایتوں کو ایک کر دیا ہے ، اس طرح اس نے روایت کو مدرج بھی کر دیا اور جس طرح تدلیس والی حدیث رد ہوتی ہے اسی طرح ادراج والی بھی (شرح نخبہ ملا علی قاری ص۱۳۸ طبع کوئٹہ) - فیصلہ کیلئے یہی بات کافی تھی مگر آپ نے قتادہ کو تو چھوا تک نہیں اور عکرمہ پر چلے گئے ،

(3) پھر یہ ایک انفرادی واقعہ ہے کہ اس کے بارے میں قتادہ کے شاگرد شعبہ نے اپنا فیصلہ دیا کہ یہ جملہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی نہ تھا، قتادہ کی تدلیس سے دھوکہ کھا کر میں نے حضرت انس سے روایت منسوب کر دی اس لئے میں نے دوبارہ کوفہ کا طویل سفر کیا (جو اس وقت ہوائی جہازوں یا کاروں، ریلوں کے ذریعے نہیں ہوتا تھا تاکہ لوگوں کو اس مغالطہ سے نکالوں جو میری طرف سے غلط روایت سن کر پیدا ہوا) اور **شعبہ** کہتے ہیں کہ میں کوفہ والوں کو بتا کر آیا کہ اس جملہ کو حضرت انس سے منسوب کرنا درست نہیں - غلط ہے کیونکہ راوی قتادہ اب اسے عکرمہ سے منسوب کر رہا ہے اور حضرت انس سے منسوب کرنے سے رجوع کر لیا ہے کون ہیں شعبہ ؟ بخاری سے سنئے - حدثنا محمد بن اسمعیل نا عبداللہ بن الاسود نا ابن مھدی قال سمعت سفیان یقول شعبۃ امیر المومنین فی الحدیث (ترمذی جلد دوئم ص۲۳۶ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۸۵ء) یعنی ترمذی فرماتے ہیں محمد بن اسماعیل (امام بخاری) نے یہ حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن اسود نے یہ بات بیان کی انہوں نے کہا ہمیں ابن مہدی نے یہ بات بیان کی - ابن مہدی نے کہا میں نے سفیان سے سنا وہ فرماتے تھے کہ شعبہ حدیث میں امیر المومنین ہیں اور یاد رہے کہ یہی شعبہ ہیں جو فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تدلیس زنا سے بھی بری چیز ہے (شرح نخبہ للقاری ص۱۱۸)

اب امیر المومنین فی الحدیث شعبہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ جملہ پہلے تو قتادہ نے عن انس روایت کیا پھر کہا ایسا نہیں بلکہ عن عکرمہ ہے - یعنی یہ قتادہ کی ہاتھ کی صفائی ہے کہ پہلے انہوں نے ایک سند کو غائب کر کے دو متنوں کو ایک کر دیا پھر اس ادراج کی تصحیح کی بھی تو عن کا لفظ (**عن عکرمہ**) بول کر (حالانکہ قتادہ کا مدلس ہونے

کے باوجود عن کہنا حدیث کے مجروح ہونے کیلئے کافی ہے) چہ جائیکہ استاد بھی عکرمہ جیسا شخص ہے جو خارجی ہے
اور اپنے عقیدہ کے بظاہر مطابق اور معاون مضمون کی روایت کو بطور حدیث بواتر پھیلانا چاہتا ہے] اور محمد بن اسماعیل
بخاری اپنی کتاب میں شعبہ کے اس جملہ کو نقل کر کے چپ کر گئے اس پر اعتراض نہیں کیا تو ان کی یہ روایت بے بنیاد ہو گئی اس لئے یہ جملہ احادیث
بخاری کی تصحیح سے مستثنیٰ ہے اور نہ اس عموم میں یہ داخل ہی نہیں۔ مگر قربان جائیے بخاری پرستوں کے گروہ کہتے
ہیں کہ بخاری صاحب آپ اور آپ کے شیوخ بے شک اس جملہ سے انکار کریں اور اسے قتادہ کی تدلیس کا رنگ
اور در حقیقت حضرت انس کا نہیں بلکہ عکرمہ کا جملہ قرار دیں یا یہ بھی تدلیس ہو اور جملہ عکرمہ کا بھی نہ ہو کسی اور کا ہو لیکن
آپ کی کتاب بخاری میں جو آگیا ہم تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی حدیث قرار دیں گے " مدعی سست، گواہ چست "۔

امام احمد بن حنبل بھی شعبہ کا یہی اعتراض نقل کرتے ہیں اور اسے رد نہیں کرتے، مگر بحث و استدلال کا نیا
باب آپ نے کھولا ہے کہ شعبہ لاکھ کہیں کہ قتادہ نے پہلے کچھ کہا اور بعد میں کچھ اور کہا جبکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حدیث تو کجا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول بھی نہیں، مگر آپ کہتے ہیں کہ نہیں شعبہ صاحب! آپ غلط کہہ رہے ہیں
یہ در حقیقت آپ نے ایسے ہی روایت کیا ہے کہ یہ حضرت انس سے ثابت ہے کیونکہ اسماعیلی نے ایک اور سند
سے اس کو "عکرمہ عن انس" سے روایت کیا ہے اسے کہتے ہیں جناب عالی "سورج کو چراغ دکھانا"۔

اسماعیلی کا حوالہ

.. آپ نے فتح الباری اور عینی سے اسماعیلی کا حوالہ دیا ہے مگر جو آپ
کے مطلب کے خلاف تھا اسے نقل نہیں کیا کہ اس سے تو آپ کے سارے کئے کرائے پر پانی پھر گیا تھا،
محترم المقام اگر آپ نے فتح الباری شرح بخاری کا حوالہ حجت سمجھ کر دیا تھا تو پھر اگلا جملہ بھی حجت ہوگا فتح الباری
کی پوری عبارت یہ ہے وقد اخرجہ الاسماعیلی من طریق حجاج بن محمد عن شعبۃ وجمع فی
الحدیث بین انس وعکرمۃ وساقہ سیاقاً واحداً وقد اوضحتہ فی کتاب المدرج (فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۰)
یعنی اس روایت کو اسماعیلی نے حجاج بن محمد کی سند سے شعبہ سے روایت کیا اور اس حدیث (انس والی)
میں (حجاج بن محمد راوی نے) انس و عکرمہ کو ملا کر ایک ہی روانی میں (عکرمہ کا مضمون متن میں ملا کر) بیان کر دیا
اور میں نے اس (بخاری پر پیدا ہونے والے اعتراض) کی وضاحت کتاب المدرج میں کی ہے،

صاحب فتح الباری کے اس قول کا مقصد یہ ہے کہ اسماعیلی کی روایت کو صحیح مانا جائے تو بخاری
پر اعتراض ہوتا ہے کہ اس نے دو متنوں کی دو سندیں کیوں بیان کیں تو صاحب فتح الباری نے کہا کہ اسماعیلی
کی روایت مدرج ہے، حجاج بن محمد راوی نے ادراج کا ارتکاب کیا اور اس طرح کی مدرج جس میں دو
سندوں کو ایک کر دیا جائے اور دو مختلف متنوں کو جمع کر دیا جائے مقبول نہیں بلکہ مردود ہوتی ہے؛
دیکھئے یہی صاحب "فتح الباری" اپنی اس کتاب میں جو عربی مدارس کے نصاب میں پڑھائی جاتی ہے
مدرج کے بارے لکھتے ہیں کہ۔

① ثم الطعن اما ان تکون لکذب الراوی ۔۔۔۔ او مخالفتہ (نخبۃ الفکر مع شرح نزہۃ ص ۶۸، ۶۹ طبع ملتان)
یعنی راوی پر طعن کئی وجہوں سے ہوتا ہے ایک یہ کہ وہ دوسرے ثقات کی مخالفت کا مرتکب ہو) (نخبۃ الفکر ص ۶۹)

② ثم المخالفۃ ان کانت بتغییر السیاق فمدرج الاسناد (نخبہ ص ۷۲ طبع ملتان) یہ مخالفت اگر روایت
کی سند کے تسلسل اور روانی میں تبدیلی سے ہو تو مدرج الاسناد کہلاتی ہے (نخبہ ص ۷۲ طبع ملتان)

③ مدرج الاسناد وهو اقسام ...... الثالث ان يكون عند الراوي متنان مختلفان باسنادين مختلفين فيرويهما او عنه مقتصراً على الاسناد۔ (نزهة النظر صـ۲۲)

مدرج الاسناد کئی قسم ہے ... تیسری قسم یہ ہے کہ راوی کے پاس دو مختلف متن دو مختلف سندوں سے ہوں (جیسا کہ شعبہ کے پاس تھے) اور کوئی راوی ان دونوں متنوں کو کسی راوی سے (جیسا کہ حجاج بن محمد نے کہا) صرف ایک سند سے روایت کرے (نزہۃ صـ۲۲)۔

صاحب فتح الباری علامہ ابن حجر محدث کی تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اسماعیلی کی روایت مدرج ہے [2] جو طعن بر راوی کی وجہ سے مردود ہے۔ یاد رہے کہ مدرج آپ نے بھی (کہ راوی کسی لفظ کا معنی درج کر دے) اور چیز ہے وہ چل بھی جاتی ہے مگر یہ نہیں چلتی [2]۔ علاوہ ازیں آپ نے اسماعیلی کی روایت میں عکرمہ کو دیکھ لیا۔ مگر سنئے علامہ اسماعیلی کیا کہہ رہے ہیں (ونقل الاسماعیلی فی المدخل ان عکرمة ذکر عند ایوب من انه لا یحسن الصلوٰة فقال ایوب: وکان یصلّی۔ اسماعیلی نے مدخل میں نقل کیا کہ ایوب تابعی کے روبرو عکرمہ کا ذکر کیا گیا تو یہ کہا گیا کہ وہ نماز صحیح طریقہ سے نہیں پڑھ سکتے تو فوراً ہی ایوب نے کہا اور وہ (عکرمہ) نماز پڑھا کرتے تھے؟ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب [صـ۲۶۵ ج۷]

میزان صـ۹۵ ج۳)

ب۔ ومن طریق هشام بن عبد الله المخزومی سمعت ابن ابی ذئب یقول کان عکرمة غیر ثقة وقد رأیته۔ یعنی اسماعیلی نے ہشام بن عبد اللہ مخزومی کے طریق سے روایت کیا کہ انہوں نے ابن ابی ذئب سے سنا کہ عکرمہ غیر ثقہ تھے ابن ابی ذئب نے کہا میں نے انہیں دیکھا تھا۔ ملاحظہ ہو (تہذیب التہذیب جلد۷ صـ۲۶۷ طبع مصر و ملتان)

ہاں بھائی! کیسا رہا اسماعیلی کا بیان؟ صحیح ثابت ہو گئی یہ روایت؟ جس کا راوی نماز پڑھتا تھا! یہ بھی معلوم نہیں اور وہ حضرت عکرمہ ہیں بروایت اسماعیلی۔ بہرحال بنیادی نکتہ یہی ہے کہ بخاری اور شعبہ نے خود اس روایت کو رد کر دیا۔ قتادہ کی تدلیس اور ادراج اور عکرمہ کے ارسال کے باعث۔ لیکن آپ تو اسے سچ کہیں گے۔ ع

"شاید اسی کا نام ہے مجبوری وفا" — آپ نے میرے حوالوں کے جواب میں یہ نقل کیا ہے کہ عکرمہ کو کچھ حضرات ثقہ بھی کہتے ہیں، جسکا مقصد یہ نکلتا ہے کہ عکرمہ کے بارے میں محدثین یک زبان نہیں بلکہ اختلاف رکھتے ہیں تعجب ہے کہ ایک ایسے راوی کے قول کو (جو غیر صحابی ہے) آپ حجت بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اثبات گناہ کی کوشش کر رہے ہیں (اور اس کے مستند ہونے آپ کے نزدیک بھی اختلاف ہے) حالانکہ اس امر میں اگر صحیح مرفوع حدیثیں بخاری و مسلم کی ہوتیں جو قبول بھی نہ ہو سکتیں تو انہیں کسی راوی کا وہم قرار دے کر رد کر دیا جاتا (حاشیہ بخاری ج۲ صـ۱۸۵) پھر یہ حجت کیوں؟ ...

اب آیئے ذرا! اختلاف کی قوت پر بھی بات کر لیں "اعتمده البخاری واما مسلم فتجنبه وروی له قرینًا مقرونًا بغیره واعرض عنه مالك"۔ بخاری نے اعتماد کیا پر مسلم اس سے مجتنب رہے اور جو تھوڑی سی روایتیں اس سے لیں اس میں کوئی دوسرا راوی بھی شریک ہے اور امام مالک نے اس سے منہ ہی پھیر لیا۔ (میزان الاعتدال) علاوہ ازیں بخاری کے استاد علی بن مدینی سے بھی آگے آتا ہے کہ وہ اسے خارجی داعی سمجھتے تھے۔ یحیٰی بن سعید القطان نے کہا کذاب ہے۔ ایوب عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے متشابہ القرآن کو فقط اس لئے اتارا کہ لوگوں کو اس سے گمراہ کرے، حافظ ذہبی کہتے ہیں کس قدر بری عبارت ہے اور کس قدر خبیث عبارت ہے، اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ عکرمہ ویسے تو بہت علم رکھتے تھے اور حدیثیں بھی بہت

بیان کرتے تھے "ولیس یحتج بحدیثہ" ان کی حدیث حجت قرار نہیں دی جاتی۔ ابن ابی ذئب کہتے ہیں عکرمہ غیر ثقہ تھے۔ ملاحظہ ہو (میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۹۴-۹۵) بہرحال اس اختلاف میں ہم دیکھتے ہیں کہ بخاری کے مقابلہ میں مسلم موجود ہیں اور امام احمد بن حنبل کے مقابلے میں امام مالک کھڑے ہوئے ہیں اس لئے شخصیات کے ذکر سے اس اختلاف کا وزن کم نہیں ہوتا، کہتے ہیں ایسے موقعہ پر جرح کو مفسر ہونا چاہئے تو پھر معتبر ہوگی؟ تو سبحان اللّٰہ (نماز نہ پڑھنا بھی کوئی جرح مفسر نہیں) تو اور لیجئے علی بن المدینی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں "عکرمۃ کان یری رأی الاباضیۃ" وہ خوارج کے اباضیہ فرقے کا مذہب رکھتے تھے، یحیٰی بن بکیر کہتے ہیں "الخوارج الذین هم بالمغرب عنه اخذوا" ملک مغرب کے خارجیوں نے اپنا مذہب انہیں حضرت عکرمہ سے سیکھا ابن مدینی کہتے ہیں کان یری رأی نجدۃ الحروری " کہ وہ نجدہ حروری خارجی کا مذہب رکھتے تھے اور یہ علی بن مدینی کون ہیں؟ - قال البخاری ما استصغرت نفسی عند احد الا عند علی بن المدینی "انہوں نے (بخاری رحمۃ اللّٰہ علیہ نے فرمایا) اپنے آپ کو کسی کے روبرو حقیر اور چھوٹا نہیں سمجھا سوائے علی بن مدینی کے (ان کے سامنے میں اپنے آپ کو میں معمولی اور چھوٹا سمجھتا تھا) (تہذیب التہذیب ج ۹ صفحہ ۳۰ طبع نشر السنۃ ملتان)

مصعب زبیری کہتے ہیں "کان عکرمۃ یری رأی الخوارج قال وادعی علی ابن عباس انه کان یری رأی الخوارج" یعنی عکرمہ خارجی مذہب رکھتے تھے اور ابن عباس پر یہ دعوٰی کیا کہ وہ بھی خارجی مذہب رکھتے تھے، عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ عکرمہ خوارج کے اباضی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے، احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ عکرمہ خوارج کے صفری فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو (میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۹۶ طبع سانگلہ ہل - تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۲۷۲) -

ابراہیم بن سعد، سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے غلام برد سے فرمارہے تھے کہ اے برد تجھ پر جھوٹ نہ بولنا جیسے عکرمہ ابن عباس پر جھوٹ بولتا ہے، امام مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا بلغنی ان سعید بن المسیب قال لبرد مولاہ " مجھے یہ پہنچا ہے کہ سعید بن مسیب نے یہ بات اپنے آزاد کردہ غلام برد سے کہی تھی (تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۲۶۷)

ثابت ہوگیا کہ جناب عکرمہ حضرت ابن عباس کے بعد خارجی مذہب کے ہوگئے تھے۔

ایک اعتذار کا جواب :-

یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ ان رفیع الشان محدثوں کا تو لہ خارجیوں اور بدمذہبوں سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا اگر وہ ان کے نزدیک ثقہ ہو، بشرطیکہ ان کی وہ روایت اپنے عقیدہ کی ترویج کیلئے نہ ہو،

جواب :- اس اعتذار کا جواب یہ ہے کہ آپ سن چکے ہیں کہ عکرمہ صاحب صفری یا اباضی تھے، اب ان کے بارے میں حوالے ملاحظہ فرمائیے "بعض نے کہا صفری بکسر صاد ہے بہرحال یہ سارے اقوال میں ازارقہ کے موافق ہیں مگر زانی سے رجم ساقط نہیں بتاتے" (مذاہب الاسلام صفحہ ۹۳ طبع رضا علی کمشنر لاہور) -

ازارقہ کا عقیدہ :- (ازارقہ) "کہتے ہیں کہ نبی سے صدورِ گناہ جائز ہے اور گناہ ان کے نزدیک کفر ہے" (مذاہب الاسلام ص۸۰ طبع مذکور) ابن اباض، اور ابن صفار بھی اسی عقیدے کے تھے لیکن بعض دوسرے امور میں رئیس ازارقہ سے ان کی کھٹ پھٹ ہو گئی تو کچھ ازارقی اس کے ساتھ اور کچھ اس کے ساتھ ہو گئے" (مذاہب الاسلام ص۸۱ طبع مذکور)

ہمارے تجزیہ سے ثابت ہو گیا کہ اباضی اور صفری ازارقہ کی شاخیں ہیں یہ خوارج کا وہ فرقہ ہے جو نبی کو گناہ سے معصوم نہیں مانتا اور عکرمہ یہی روایت کر رہے ہیں، شاید بخاری نے اسی لئے اس روایت پر انگلی رکھ دی ہے، کہ ان کے نزدیک عکرمہ کے معتمد ہونے کے باوجود یہ روایت اس کی بدمذہبی کی تائید کر رہی ہے کیونکہ اس سے بظاہر وہ نبی کا (معاذ اللہ) گناہ ثابت کرنا چاہتا ہے جبکہ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت ہے نہ وہ حضرت انس سے سننے کا قول کرتا ہے لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

ایک اور سوال :- آپ نے ایک اور سوال کیا ہے کہ بخاری کی کسی روایت پر تنقید نہیں ہو سکتی، یہاں تک کہ ان کی تعلیقات پر بھی اور جس راوی کی وہ تائید کر دیں وہ سب مقبول ہوتا ہے؟

جواب :- تو عرض ہے کہ مرقاۃ شرح مشکوۃ ج اول ص۱۷ طبع ملتان میں ہے "فان خرج فی المتابعات والشواهد والتعاليق كانت درجاته متفاوتة" یعنی بخاری اور مسلم میں جو راوی متابعات، شواہد اور تعلیق میں آئے وہ کبھی صحیح کے درجہ سے ساقط ہو کر متقارب کے درجہ میں بھی جا سکتا ہے اور حافظ ابن حجر نے بخاری کے شارح ہونے کے باوجود بخاری کی تعلیقات پر دارقطنی اور دوسرے علماء کے اعتراضات کو نقل کیا لیکن آخر میں جا کر صاف گوئی سے کام لیا اور فرمایا "وهذا عندي من المواضع العقيمة عن الجواب السديد ولابد للجواد من كبوة" یعنی یہاں کئی مقامات میں سے ایک ہے جن کا صحیح جواب بن ہی نہیں سکتا اور کوئی ماں ان کے جواب کو جن نہیں سکتی، جبکہ ہر تیز رفتار گھوڑے کو کبھی ٹھوکر کھانا ضروری ہے جس کے بغیر چارہ نہیں۔ (ھدی الساری ص۳۷۶)

بخاری کے مقارب الحدیث کی مثال :- آپ اوپر پڑھ آئے کہ بخاری کے بعض راوی مقارب ہوتے ہیں، مثال کے لیے توجہ "افریقی" راوی کے بارے میں ترمذی فرماتے ہیں :- "هو ضعيف عند اهل الحديث ضعفه يحيى ابن سعيد القطان وغيره قال احمد لا اكتب حديث الافريقي قال (الترمذی) ورأيت محمد بن اسماعيل يقوي امره ويقول هو مقارب الحديث" یعنی افریقی محدثین کے ہاں ضعیف ہے، یحییٰ بن سعید القطان وغیرہ محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا، امام احمد نے فرمایا میں افریقی کی حدیث نہیں لکھتا (تاہم ترمذی فرماتے ہیں اور میں نے محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری کو دیکھا کہ وہ اسے قوی قرار دیتے تھے اور کہتے تھے یہ مقارب الحدیث راوی ہے (ترمذی ج ا ص۵)

(21)

ہمارا مقصد یہ تھا کہ متابعات و شواہد میں بخاری کے رواۃ کے مقارب ہونے کا مطلب واضح ہو جائے، بہرحال یہ سارا کلام آپ کے قول کی وجہ سے ہو گیا ورنہ بنیادی نکتہ وہی ہے کہ یہ مدلس کی روایت ہے اور مدرج ہے اور خود بخاری نے اسے رد کر دیا جیسا کہ گزرا، پھر یہ کہ یہ بدمذہب کی روایت ہے جو اس کے برے عقیدے کی تائید کیلئے روایت کی گئی، بایں وجوہ وہ باتفاق محدثین رد ہو گی،
(حوالے کیلئے ملاحظہ ہو شرح نخبہ طبع ملتان صفحہ ۹۰) ۔

ایک اور سوال کا جواب :- آپ نے عکرمہ کی روایت کو صحیح ثابت کرنے کی جو کوشش کی تھی اس کا شافی جواب پیش کر دیا گیا ہے رہا یہ امر کہ مرسل حنیفہ کے نزدیک حجت ہے یہ حوالہ آپ کیلئے مفید نہیں اس لئے کہ جس روایت کو بخاری نے رد کیا آپ اسے مرسل ثابت کرنے نکل پڑے لیکن اس میں آپ سے تین سہو واقع ہوئے ایک یہ کہ تدلیس و ارسال میں فرق ہے، تدلیس ثقہ بھی کرے تو حدیث مدلس رد ہو جاتی ہے جبکہ ارسال اگر ثقہ کرے تو محدثین کے ہاں وہ روایت رد ہوتی ہے لیکن کچھ علماء کا اس میں اختلاف بھی ہے اس روایت میں جب قتادہ مدلس کی عن سے روایت ثابت ہے اور ادراج بھی اس نے کیا تو اب ارسال تو محدثین کے ہاں تیسرا عیب ہو گا، اور حنیفہ و دیگر بعض فقہاء کے ہاں بھی ارسال کی کوئی اہمیت نہیں رہتی کیونکہ اس میں دیگر عیوب موجود ہیں، دوسرا یہ کہ مرسل کو محدثین احادیث مردودہ کی اقسام میں قرار دیتے ہیں، یہی حافظ ابن حجر نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں ثم المردود اما ان یکون لسقط او طعن والسقط اما ان یکون من مبادی السند من مصنف او من آخرہ بعد التابعی او غیر ذلک فالاول المعلق والثانی ھو المرسل، یعنی جن احادیث کو مردود قرار دیا جاتا ہے وہ یا تو سند کا کچھ حصہ گر جانے کی وجہ سے ہو گی یا راوی پر طعن کی وجہ سے تو سند کے اس حصہ کا گرنا یا تو ابتداء سند سے ہو گا کہ مصنف نے خود ایسا کیا یا آخر سند سے ہو گا تابعی کے بعد یا اس کے علاوہ پہلی قسم معلق اور دوسری قسم مرسل ہے،

ثابت ہوا کہ مرسل محدثین کرام (البخاری وغیرہ) کی جماعت کے نزدیک مردود روایت ہے اسے صحیح حدیث نہیں سمجھا جاتا اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ زیر غور روایت بخاری وغیرہ محدثین کی کتابوں میں ہے جبکہ وہ اسے حجت ہی نہیں سمجھتے مردود سمجھتے ہیں، امام احمد بن حنبل کا ایک قول بھی اسی جانب گیا ہے اس لئے واضح ہوا کہ مرسل کو صحیح کہنا بخاری وغیرہ محدثین کی مخالفت ہے، آپ کہتے ہیں کہ حنیفہ مرسل کو حجت قرار دیتے ہیں تو تیسرا سہو یہ ہے کہ حنیفہ کا یہ قول اس وقت ہے کہ جب راوی پر اور کوئی اعتراض نہ ہو یعنی وہ راوی جو ارسال کر رہا ہے خود بھی ثقہ ہو اور اس کی عادت یہ ہو کہ جس راوی کو وہ چھوڑ رہا ہے وہ غیر ثقہ نہ ہو اور سند میں کوئی خرابی نہ ہو (شرح نخبہ ملا قاری طبع کوئٹہ صفحہ ۱۱۳) جبکہ قتادہ مدلس راوی نے ایک دفعہ عبارت میں گڑبڑ کر کے غیر حدیث کو حدیث دکھانے کی کوشش کی اور

عنعنہ سے مسلسل کام لیا یہ سند کی ایک خرابی ہے پھر یہاں صورت حال یہ ہے کہ سرے سے اس ارسال کرنیوالے عکرمہ راوی کے بارے میں عند المحدثین شک واقع ہو گیا کہ وہ ثقہ ہے یا نہیں جبکہ وہ خارجی داعی مشہور ہے اور اس کی روایت بظاہر اس کے عقیدہ کی تائید کر رہی ہے اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی سے معاذ اللہ گناہ سرزد ہو سکتا ہے (مذہب اسلام) جناب والا! کیا کہیں امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے کہ صحابہ نے کہا کہ آپ کے گناہ اب معاف ہو چکے ہیں ہرگز نہیں جبکہ امام ابو حنیفہ کا مختار یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ سے پاک ہیں (فقہ اکبر) لہٰذا اس صورت میں حنفیہ کا قول نہ ہمارے خلاف نہ آپ کو مفید جبکہ محدثین کے نزدیک مرسل ناقابل قبول ہوتی ہے۔ رہ گیا یہ امر کہ عکرمہ کی ساری حدیثیں رد ہوں گی؟ تو بھائی اس کا خارجی ہونا کوئی میرے قول سے ظاہر تو ہوا نہیں یہ سب سابقہ کتابوں میں ہے اور خارجیوں سے حدیث قبول کرنا محدثین کا طریقہ ہے یہ بات آپ ان سے پوچھیں، لیکن جو راوی اپنے عقیدے کے مطابق کوئی روایت لائے تو وہ روایت محدثین کے ہاں عند الاکثر بلکہ بالاتفاق رد ہوتی ہے جس طرح کہ ھنیئاً والی زیر بحث روایت ہے تو ایسی روایت بہرحال رد ہو گی۔ دیکھئے نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۹۰ طبع فاروقی ملتان میں الا ان روی مایقوی بدعتہ فیرد علی المذھب المختار۔ اگر بدمذہب غیر داعی ایسی روایت لائے جو اس کی بدمذہبی کو قوت دے تو اس کی روایت مذہب مختار اور پسندیدہ پر رد کر دی جائے گی، شرح نخبہ ملا علی قاری صفحہ ۱۵۹ پر ہے "قال الجزری قیل ان کان داعیۃ لمذھبہ لم یقبل وھذا الذی علیہ الاکثر وھو المختار ونقل ابن حبان اتفاقھم علیہ، جزری نے فرمایا ایک قول یہ ہے کہ اگر بدمذہب راوی اپنے مذہب کا داعی ہو اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو بلاتا ہو اس کی روایت قبول نہ ہو گی اسی بات پر اکثر علماء ہیں اور یہی مذہب مختار ہے اور ابن حبان نے محدثین کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے آگے چل کر لکھتے ہیں لانّ العلۃ التی بھا یرد حدیث الدّاعیۃ) ..... (واردۃ فیما اذا کان ظاھر المروی یوافق مذھب المبتدع ولو لم یکن داعیۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم) بدمذہب "داعی مذہب سوء" کی حدیث کے رد کا حکم اس حالت پر وارد ہے کہ بدمذہب کی روایت اپنے ظاہر کے اعتبار سے بدمذہب شخص کے بدعقیدہ کی تائید کر رہی ہو چاہے وہ شخص داعی قسم کا بدمذہب نہ ہو واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ بہرحال زیر بحث حدیث حنفیہ و غیر حنفیہ کے نزدیک صحیح نہ ہونے کے باعث رد ہے۔

آپ نے کلاباذی صاحب کے حوالہ سے یہ لکھا کہ عکرمہ کا ابن عباس سے سماع ثابت ہے تو حضور والا! اس روایت میں حضرت ابن عباس کا ذکر ہی نہیں پھر آپ کے اس حوالہ سے آپ کو کیا فائدہ ہوا، ہاں یہ بات اور ہے کہ سعید بن المسیب تابعی نے یہ فرمایا تھا کہ عکرمہ نے ابن عباس پر جھوٹ بولا ہے اس کا حوالہ ہم میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۹۶-۹۷ اور تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۲۴۷ سے نقل کر چکے۔ بہرحال آپ کے اس حوالہ کا ہمارے مضمون سے کوئی تعلق نہیں اور صحیح بخاری کے اندر درج احادیث کے جھوٹے ہونے یا نہ ہونے سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ ایک انفرادی مسئلہ ہے کہ بخاری خود اسے غیر متصل قرار دے رہے ہیں۔

آپ نے اپنے مکتوب کے صفحہ ۸-۹ پر تعلیقات بخاری کی حجیت مقدمہ شیخ سے بیان کی ہے جبکہ وہ اس پر اتفاق

اس لیے اسے شیخ کا قول کہنا صحیح نہیں

کا دعویٰ نہیں کر رہے بلکہ بخاری کا عندیہ بیان کر رہے ہیں۔ شیخ کی ولادت سے بہت پہلے حافظ دارقطنی نے وہ پتھر رکھ دیئے تھے جن کے اٹھائے بغیر بخاری بلکہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ بعض احادیث کو صحیح ثابت کرنے کے راستے مسدود ہو گئے تھے بالخصوص تعلیقات کا تو حال ہی برا ہو گیا تھا اور وہ پتھر بہت حد تک اٹھائے نہیں جا سکے۔ چنانچہ ھدی الساری صفحہ ۳۴۶ میں ہے "ھذا عندی من المواضع العمیقۃ عن الجواب السدید ولا بد للجواد من کبوۃ" یہ مقامات ان مقامات میں سے ہے جن پر ایسے اعتراضات کئے گئے ہیں جن کے جوابات ممکن ہی نہیں اور تیز رفتار گھوڑے کا کبھی نہ کبھی ٹھوکر کھانا ضروری ہے (یعنی جس طرح بخاری کو یہاں ٹھوکر لگ گئی) یہی حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ شرح نخبہ صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں "وھذا التلقی وحدہ اقوی فی افادۃ العلم من مجرد کثرۃ الطرق القاصرۃ عن التواتر الا ان ھذا یختص بمالم ینتقدہ احد من الحفاظ مما فی الکتابین"۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بخاری و مسلم (کی کتابوں) کے بارے میں تلقی علماء کا فائدہ ان حدیثوں کو حاصل نہیں جن پر کسی حافظ الحدیث نے تنقید کی ہو۔ جناب والا آپ نے یہ بھی خوب فرمایا کہ بخاری کے راوی خارجی نہیں ہو سکتے لیکن جناب والا! ملاحظہ ہو اختصار علوم الحدیث صفحہ ۸۲ للحافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ طبع مصر۔ "وھذا البخاری قد خرج لعمران بن حطان الخارجی مادح عبد الرحمن بن ملجم قاتل علی رضی اللہ عنہ وھذا من اکبر الدعاۃ الی البدعۃ" یعنی بخاری نے عمران بن حطان خارجی سے مروی حدیث بیان کی ہے جو عبد الرحمن بن ملجم کا مدح کرنے والا ہے وہ ابن ملجم جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے اور عمران بد مذہبی کی طرف سب سے بڑے بلانے والوں سے ایک ہے، مزید تشریح کیلئے ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۲۳۵ ۔ جہاں لکھا ہے کہ عمران بن حطان خارجی ہے اور بخاری کا راوی ہے، یہی مضمون آپ کو تہذیب التہذیب میں اسی نام کے نیچے ملے گا۔ محققین نے بخاری شریف کے متعدد خارجی راویوں کی نشاندہی کی ہے تہذیب التہذیب جلد ۷ میں عکرمہ مولیٰ ابن عباس کا خارجی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ جلد ۸ میں عمران بن حطان کا خارجی ہونا بیان کیا گیا ہے کہ آخر کار وہ خارجی بن گیا، جلد ۱۱ میں ولید بن کثیر کا خارجی ہونا بیان کیا گیا ہے کہ وہ اباضی تھا جو خارجیوں کا ایک فرقہ ہے، تہذیب التہذیب جزء ثالث میں داؤد بن حصین کا نام آتا ہے کہ وہ خارجی فرقہ "شُراۃ" کا مذہب رکھتا تھا۔ میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ ۵ پر بھی یہی لکھا ہے اس کے علاوہ بخاری میں جہمیہ فرقے کے راوی بھی ہیں جیسے بشر بن سری، فطر بن خلیفہ، یحییٰ بن صالح وحاظی اور علی بن جعد۔ بشر بن سری کے بارے میں میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۳۱۷-۳۱۸ پر ملاحظہ ہو کہ یہ بخاری کا راوی ہے اور بخاری کے استاد حمیدی فرماتے ہیں "جہمی لا یحل ان یکتب عنہ" یہ شخص جہمی مذہب ہے حلال نہیں کہ اس سے حدیث لکھی جائے۔ میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۳۸۴ پر فطر بن خلیفہ کے بارے میں ہے کہ یہ حد درجہ کا خشبی مذہب ہے جو جہمیوں کا ایک فرقہ تھا۔ میزان الاعتدال ج ۴ صفحہ ۳۱۶ پر یحییٰ بن صالح کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ بخاری مسلم کا راوی ہے اور عقیلی نے کہا وہ حمص کا رہنے والا جہمی ہے۔ تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۲۵۶ پر علی بن جعد کے بارے میں تحریر ہے کہ یہ بخاری کا راوی ہے، میزان الاعتدال میں بھی

موجود ہے کہ علی بن جعد جہمی ہے۔ اسی طرح بخاری شریف کے بہت سے راوی مختلف بدمذہب فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں علامہ نور بخش توکلی نقشبندی نے شیعہ وغیرہ مختلف بدمذہب راویوں کی ایک لسٹ دی ہے جس میں تراسی ۸۳ ایسے راویوں کا ذکر کیا ہے جو اہلسنت نہیں تھے اور مختلف فرقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو (الاقوال الصحیحہ ص ۲۰۱ تا ۲۱۶ طبع انجمن نعمانیہ لاہور)

ایک اور سوال کا جواب

رہا آپ کا یہ سوال کہ کتاب التفسیر بخاری میں عکرمہ کے جتنے اقوال ہیں کیا وہ بھی سب جھوٹ ہیں۔ حضور والا! آپ لوگ فرمایا کرتے ہیں کہ "الکذوب قد یصدق" بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بول لیتا ہے، آیۃ الکرسی کے بارے میں شیطان نے بھی سچ بول دیا تھا۔ تو سب جھوٹ ہونا ضروری نہیں البتہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ روایت بظاہر اس کے جھوٹے عقیدے کی تائید کرتی ہے کہ "خارجی لوگ" انبیاء علیہم السلام سے گناہ کا صدور بعید نہیں سمجھتے صغیرہ ہو یا کبیرہ قبل نبوت ہو یا بعد نبوت اس لئے یہ روایت یقیناً رد ہے رہیں باقی روایات تو ان کے بارے میں خود تو کچھ کہنے سے قاصر ہوں البتہ علمائے متقدمین سے اگر کچھ آپ سننا پسند کرتے ہوں تو سن لیجئے کہ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح نخبۃ الفکر کی شرح میں فرماتے ہیں "وفیہ ان ھذا قد یجوز لاجل التقویۃ کما فی التوابع والشواھد ولعل ما وقع فی الصحیحین وغیرھما من ھذا القبیل" یعنی حافظ ابن حجر نے کہا کہ ہمارے قانون پر مناسب یہ بنتا ہے کہ بدمذہب (بدعتی) کے ساتھ جب تک غیر بدعتی شریک نہ ہو اس سے روایت نہ لی جائے ابن حجر کے اس قول میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بدمذہب کی روایت برائے تقویت جائز ہے جیسا کہ ان حدیثوں میں جو دوسری حدیثوں کیلئے تابع اور شاہد ہوں اور توقع یہ ہے کہ صحیحین وغیرہما میں بدمذہبوں کی جو روایات پائی گئی ہیں وہ اسی (توابع اور شواہد کے) قبیل سے ہیں (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۵۸ طبع کوئٹہ ۱۳۲۷ھ)۔

مقدمہ ابن صلاح میں ہے "وفی الصحیحین کثیر من احادیثھم فی الشواھد والاصول" (حاشیہ نزھۃ النظر طبع ملتان) حافظ ابن صلاح اور پھر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہما کے بیان سے واضح ہو گیا کہ صحیحین میں بدمذہبوں کی حدیثیں اگرچہ پائی جاتی ہیں لیکن وہ اصل صحیح میں نہیں بلکہ وہ توابع اور شواہد میں ہیں اگرچہ بخاری مسلم میں موجود ہیں اور جو چیز اصل میں نہ ہو اور توابع و شواہد میں پائی جائے اس کا صحیح ہونا کوئی ضروری نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہزاروں لاکھوں راویوں میں سے ہر ایک راوی کے جمیع حالات اور عقائد پر بخاری یا مسلم کو عبور حاصل ہو اور یہ میں نہیں کہتا بلکہ ملا علی قاری فرماتے ہیں "ولا یبعد عدم اطلاع المحدثین علی بدعتھم وھم معذورون فی ذلک" یعنی کوئی بعید نہیں کہ کسی بدمذہب راوی کی بدمذہبی (بدعت) پر محدثین کو اطلاع نہ ہوئی ہو اور وہ اس بارے میں معذور ہوں (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۵۷)

ثابت ہوا کہ بخاری مسلم اپنی کتاب میں جس بدمذہب سے روایت لاتے ہیں اس پر مکمل اعتماد نہیں کرتے اس لئے ان کی روایات کو اولیت دینے کی بجائے متابعات اور شواہد میں روایت کرتے ہیں یعنی کسی ثقہ سے وہی مضمون نقل کر کے

اسی کو صحیح قرار دیتے ہیں جبکہ یہاں ایسا نہیں کیا -

ایک اور اعتراض کا جواب :. آپ کے اس اعتراض کا جواب پہلے ہو چکا کہ بخاری جیسا محتاط محدث کسی خارجی کی روایات اپنی کتاب بخاری میں لائے عقل بھی نہیں مانتی - آپ کی عقل مانے یا نہ مانے اسماء الرجال کی کتابوں نے دکھا دیا کہ خارجی کی روایات بخاری میں موجود ہیں - آپ نے اسماعیلی کی ایک سند سے عکرمہ والی روایت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، جس کا مفصل جواب اسی جواب میں گزر چکا جبکہ آپ کو (اصلاح بین الاخوان کے ذریعہ) بخاری اور مسند احمد بن حنبل میں بھی دکھا دیا گیا ہے کہ شعبہ ہی نے اس روایت کو غلط قرار دیا اور اسی غلطی کے کفارے کیلئے کوفہ کا سفر (بلا کسی ظاہری فائدے کے حصول کے) کیا -
اس لئے آپ کی یہ بات معتبر نہیں.

ایک اور اعتراض کا جواب :. آپ نے تفسیر خازن، روح المعانی، مظہری، ابن کثیر رازی، صاوی، سیوطی کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ ان سب مفسرین نے اس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے اسے اپنی کتابوں میں جگہ دی - جناب عالی! اعتماد کا کیا مطلب ہے. ان مفسرین، مصنفین میں سے جن لوگوں نے اس روایت کو نقل کیا کسی نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گناہ کی نسبت پسند نہیں کی - اور نہ کسی نے یہ لکھا ہے کہ امت کی بخشش ثابت ہوتی ہے جیسا کہ امام رازی سے

بخشش کا معنی یہاں مراد لینا غلط ہے جبکہ بعض نے یہ بھی کہا کہ اس کا مختار یہ ہے کہ اس آیت سے امت کی

ہم نے " الاصلاح بین الاخوان " میں نقل کیا علاوہ ازیں آپ نے پہلا حوالہ تفسیر خازن کا دیا. اس میں جو عبارت لکھی ہے وہ " روی عن انس " بغیر سند بصیغۂ مجہول آپ نے خود لکھی یہ صیغہ تمریض کا ہے اعتماد کا نہیں - پھر یہ کہ آپ نے تفسیر خازن کا جو حوالہ دیا ہے وہ صـ ۱۵۶ ہے جبکہ آپ کی نقل کردہ عبارت فقیر کی کتاب خازن طبع مصر میں جلد ۶ صـ ۱۵۶ پر نہیں بلکہ صـ ۱۵۸ پر ہے جبکہ جلد ۶ صـ ۱۵۶ پر ہے کہ

قال شعبة فقدمت الكوفة فحدثت كله عن قتادة ثم رجعت فذكرت له فقال ....
اما هنيئاً مريئاً فعن عكرمة شعبہ نے کہا میں کوفہ گیا تو وہاں یہ تمام الفاظ میں نے قتادہ سے روایت کر دیئے پھر میں واپس آیا تو قتادہ سے یہ بیان کیا تو اس نے کہا کہ .... ھنیئاً مریئاً تو عکرمہ سے روایت ہے،

تو خازن نے پہلی ہی بار بخاری کا یہ قول نقل کر کے ھنیئاً مریئاً کے حدیث انس ہونے سے انکار کر دیا تو اعتماد کہاں رہا.

حضور والا! تو یہ ہے آپ کا پہلا حوالہ آپ نے مغفرت ذنب صـ ۲۱ میں بھی اسی روایت کے اثبات کیلئے بخاری جـ ۲ صـ ۷۱۶ اور مسلم جـ ۲ صـ ۱۰۶ کا حوالہ دیا تھا جبکہ بخاری و مسلم کے ان مذکورہ صفحوں میں ھنیئاً مریئاً والے الفاظ کا نام و نشان تک نہیں سمجھ نہیں آتی کہ آپ کو آپ کے حوالے کوئی اور دیتا ہے اور آپ انہیں خود تحقیق نہیں کر سکتے یا از خود غلط بیانی کرتے ہیں -

دوسرا حوالہ آپ نے تفسیر روح المعانی کا دیا ہے وہاں آپ نے آیت قرآنی "لیدخل المومنین والمومنات" کو "لیدالمومنین والمومنات" لکھا ہے ایسی تو آیت قرآنی کوئی نہیں، میں جانتا ہوں کہ آپ اسے سہو کتابت سے منسوب کریں گے لیکن کیا "لیغفر لک اللہ ماتقدم" میں یغفر کی فاء کی زبر بھی سہو کتابت ہے کہ آپ کی درس والی کیسٹ میں باربار اس کا تکرار ہے، پھر اس کے باوجود فقیر کے رسالہ میں "مادری" کے "ما" نافیہ کو "لا" لکھنے پر آپ کو وہ جواب نظر کیوں نہ آیا! جو کہ آپ کو اپنے بارے میں یہاں سوجھے گا۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اصل میں کہنا یہ تھا کہ روح المعانی نے یہ حوالہ نقل کر دیا مگر اس مقام پر شاید بخاری نہیں دیکھی اس لئے بخاری کا نام نہیں دیا۔ اور اگر جماعت سے مراد کتب ستہ کی اصطلاح لیں تو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، موطا مالک، دارمی میں یہ کہاں ہے، مزید یہ کہ اس مؤلف کا اپنا اعتماد معتبر کہاں ہے؟ روح المعانی کے مؤلف کی طرف منسوب کچھ باتیں مدسوس ہیں جو مؤلف کے بیٹے نعمان نے ملائیں البتہ روایت کی بات اور ہے لیکن مؤلف کے اقوال ہم بطور الزام پیش کرتے ہیں کہ اس کتاب کو پہلے چھپوانے والے نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد ہیں جن کی خوشامد اور مذہبی رشوت کے ذریعہ انہیں الوسی کے بیٹے نے راضی کر کے اپنے باپ کی یہ کتاب شائع کرائی (اور ظاہر ہے کہ بلا تحریف کے سنی حنفی کی کتاب اہلحدیث کیوں نشر کریں گے) (ملخصاً السیف الصقیل فی الرد علی ابن ذفیل طبع مصر ۱۳۰ ص ۱۳۱ تا ص ۱۳۳ فوائد ص ۲۷۶ تا ص ۲۵ تعارف ص ۳۶ شواہد الحق ص ۲۳۲ تا ص ۲۳۳)۔

بلکہ خود تفسیر روح المعانی کے تضادات بتا رہے ہیں کہ اس میں بعض عبارتیں ملائی گئی ہیں۔

ملاحظہ ہو (روح المعانی پ ۳۰ ج ۱۵ ص ۲۸۷ طبع ملتان) وفی التعبیر بالابتر دون المبتور علی ما قال شیخ الاسلام ابن تیمیة مالا یخفی من المبالغة وعمم ہذا الشیخ علیہ الرحمة کلامن جزأی الجملة فقال انه سبحانه یبتر شانئ رسول اللہ من کل خیر . . . .

. . . . وهذا جزاء کل من شنأ ما جاء به الرسول صلی اللہ علیه وسلم لاجل هواه کمن تاول آیات الصفات او احادیثها علی غیر مراد اللہ تعالیٰ ومراد رسوله علیه الصلوٰة والسلام او تمنیٰ ان لاتکون نزلت او قیلت ومن اقوی العلامات علی شنأنه نفرته عنها اذ اسمعها حین یستدل بها السلفی علی مادلت علیه من الحق وای شنأن الرسول علیه الصلوٰة والسلام اعظم من ذلك ۔

سورۂ کوثر میں لفظ "ابتر" بولا گیا اور مبتور نہیں بولا گیا، دشمن اور مبغض رسول کو یہاں اس لفظ سے تعبیر کرنے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے قول کے مطابق واضح مبالغہ پایا جاتا ہے، اور اس شیخ (یعنی ابن تیمیہ علیہ الرحمة نے) علیہ السیئة نے جملہ "ان شانئك هو الابتر" کی ہر دو جزء کو عام کر دیا

تو کہا کہ اللہ سبحانہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بدخواہ کو ہر خیر سے کاٹ دیتا ہے ......
(آگے چل کر لکھا) - اور یہ سزا ہے ہر اس شخص کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لائی ہوئی (شریعت) سے اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بغض رکھا مثلاً وہ شخص جس نے صفات باری کے بارے میں وارد ہونے والی آیات واحادیث کا وہ معنی بیان کیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد سے ہٹ کر ہے، یا اس نے آرزو کی کہ یہ آیات نازل نہ ہوتیں یا یہ احادیث نہ بولی جاتیں۔ اور اس کے بغض و عداوت کی قوی تر علامت یہ ہے کہ جب اس قسم کی آیات واحادیث سے کسی سلفی کو استدلال کرتے ہوئے سنتا ہے تو ان آیات واحادیث سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض اور کیا ہو سکتا ہے (روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۸۷)

اس عبارت میں ابن تیمیہ کا کلام نقل کیا گیا ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ صفات باری کے بارے میں وہ اور اس کے سلفی بھائی جو تجسیم کے عقیدہ پر متشابہات سے دلیل لاتے ہیں جو ان کی مخالفت کرے وہ دشمن رسول ہے -

روح المعانی میں یہاں ابن تیمیہ کو ایسا کلام لانے پر شیخ الاسلام کا لقب دیا گیا اور علماء سے یاد کیا گیا جبکہ اسی روح المعانی میں ج ۱ ص ۱۸-۱۹ پر ہے وهذا عين الدليل على ان تجلي القديم في مظهر حادث لا ينافي قدمه وتنزيهه وليس من باب الحلول ولا التجسيم ولا قيام الحوادث بالقديم،

...... بل من احاط خبرا باطراف ما ذكرناه ولطف فكره المتجرد عن خبط الهوى في كعبة حرم ما حققناه اندفع عنه كل اشكال في هذا الباب ورأى ان تشنيع ابن تيمية وابن القيم وابن قدامة وابن قاضي الجبل والطوفي وابي نصر وامثالهم من ذباب او طنين ذباب وهم وان كانوا فضلاء محققين واجلاء مدققين لكنهم كثيرا ما انحرفت افكارهم واختلطت انظارهم فوقعوا في علماء الامة واكابر الائمة وبالغوا في التعنيف والتشنيع وتجاوزوا في التسخيف والتقطيع ولولا الخروج عن الصدد لوفيتهم الكيل صاعا بصاع ولتقدمت اليهم بما قدموا باعا بباع ولعلمتهم كيف يكون الهجاء بحروف الهجاء ولعرفتهم إلامَ ينتهي المراء بلا امتراء ......

.... والسادة الذين تكلم فيهم هؤلاء اذا مروا باللغو مروا كراما واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً (ملخصاً روح المعانی)

یہ دلیل ہے اس بات کی کہ قدیم کا مظہر حادث میں تجلی فرمانا اس کے قدیم ہونے کے اور اس کے منزہ ہونے کے منافی نہیں۔ اور یہ بات نہ تو حلول اور تجسیم سے متعلق ہے اور نہ قدیم پر حوادث کا قیام اس سے ثابت ہوتا ہے .... آگے چل کر لکھا۔ بلکہ جس شخص نے ہمارے بیان کردہ امر کا ہر طرف سے علمی احاطہ کر لیا اور اس کی خواہش نفس کے خبط سے محفوظ شدہ سوچ نے ہمارے تحقیق کردہ

حرم کے کعبہ مضمون کا ہر طرف سے طواف کر لیا اس سے اس بارے میں ہر اشکال دور ہٹ جائے گا اور وہ دیکھ لے گا کہ ابن تیمیہ، ابن القیم، ابن قدامہ، ابن قاضی الجبل، طوفی، ابو نصر اور ان جیسے اور لوگوں نے جو طعن و تشنیع (اشعری، ماتریدی اور صوفیہ) پر کی ہے وہ (لکڑی کے) دروازے کی چرچراہٹ اور مکھی کی بھنبھناہٹ ہے اور وہ لوگ (ابن تیمیہ، ابن قیم وغیرھما) اگرچہ فضلاء محققین اور اجلاء مدققین ہوں۔ لیکن بہت جگہ ان کے افکار (سیدھی راہ سے) منحرف ہو گئے اور ان کی سوچیں خلط ملط ہو گئیں تو وہ علمائے امت اور بڑے بڑے ائمہ (اہل سنت) کا گلہ کرنے لگے اور (ان کا برا مت) پر طعن و تشنیع میں پورا زور صرف کر دیا، اور ان پر سب و شتم میں تمام حدیں پھلانگ گئے۔ اگر مجھے اپنے موضوع سے ہٹ جانے کی ڈر نہ ہوتی، تو میں انہیں ان کی زیادتی کا ماپ ماپ کر پورا بدلہ دے دیتا۔ اور میں بھی ان پر اتنی قدر چڑھائی کرتا جتنا انہوں نے چڑھائی کی اور انہیں الف سے یا تک وہ سب کچھ سنواتا جو انہوں نے کہا تو انہیں پتہ چلتا کہ بزرگوں کے خلاف بولنے کا یوں جواب ملتا ہے اور ان پر اچھی طرح واضح ہو جاتا کہ جھگڑنے والوں سے جھگڑنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے (بالآخر) ------ جبکہ (دین کے) وہ سردار جن کے بارے میں ابن تیمیہ وغیرہ نے (معترضانہ) کلام کیا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جب بیہودہ بکنے والوں سے گزرتے تو بزرگ اخلاق و حوصلہ والے ہو کر گزر جاتے اور جب ان سے جاہل مخاطب ہونے کی کوشش کرتے تو سلام علیکم کہتے (اور دامن بچا کر گزر جاتے) ------ (روح المعانی ج ۱ ص ۱۹۰۱۸)

تفسیر روح المعانی کی یہ دوسری عبارت ابن تیمیہ اور اس کی پارٹی کے لوگوں پر صاحب روح المعانی کے غیظ و غضب کو ظاہر کر رہی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تفسیر کی عبارت میں تعارض پایا جاتا ہے، اور صاف ظاہر ہے کہ یہ شعبدہ بازی نعمان آلوسی کی ہے کہ اس نے اپنے مفید مطلب عبارتیں کتاب میں شامل کر دیں تاکہ وہابیت کو تقویت فراہم کرے، ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

"وفی قولہ تعالیٰ (ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا) الخ اشارۃ الی ذم الغالین فی اولیاء اللہ تعالیٰ حیث یستغیثون بھم فی الشدۃ غافلین عن اللہ تعالیٰ و ینذرون لھم النذور والعقلاء منھم یقولون انھم وسائلنا الی اللہ تعالیٰ وانما ننذر للہ عزوجل ونجعل ثوابہ للولی ولا یخفیٰ انھم فی دعواھم الاولیٰ اشبہ الناس بعبدۃ الاصنام القائلین انما نعبدھم لیقربونا الی اللہ زلفیٰ ودعواھم الثانیۃ لاباس بھا لو لم یطلبوا منھم بذلک شفاء مریضھم اورد غائبھم اونحو ذلک والظاھر من حالھم الطلب ویرشد الی ذلک انہ لو قیل انذروا للہ تعالیٰ واجعلوا ثوابہ لوالدیکم فانھم احوج من اولئک الاولیاء لم یفعلوا ورایت کثیرا منھم یسجد علی اعتاب حجر قبور الاولیاء ومنھم من یثبت التصرف لھم جمیعا فی قبورھم لکنھم متفاوتون فیہ حسب تفاوت مراتبھم والعلماء منھم یحصرون التصرف فی القبور فی اربعۃ او خمسۃ واذا طولبوا بالدلیل قالوا ثبت ذلک بالکشف قاتلھم اللہ تعالیٰ ما اجھلھم واکثر افترائھم (روح المعانی ج ۱۲ ص ۲۱۳)

ترجمہ ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ (تم جن کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہ کریں گے) ان لوگوں کی مذمت کی طرف اشارہ ہے۔ جو اولیاء اللہ کے بارے میں غلو کرتے ہیں کہ وہ سختی میں ان اولیاء سے فریاد رسی کی درخواست کرتے ہیں درانحالیکہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہوتے ہیں اور ان کیلئے

منتیں مانتے ہیں اور ان میں سے عقلمند لوگ کہتے ہیں کہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارے وسیلے ہیں اور ہم نذر اللہ کیلئے مانتے ہیں اور اس کا ثواب ولی کیلئے کرتے ہیں۔ اور یہ مخفی بات نہیں کہ وہ اپنے پہلے دعویٰ میں ان بت پرستوں کی مشابہت میں سب انسانوں سے بڑھے ہوئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم ان بتوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے قرب میں پہنچا دیں اور ان کے دوسرے دعوے میں کوئی حرج نہ تھی اگر وہ اولیاء سے اپنے مریض کی شفاء اور اپنے غائب کے لوٹا نے اور ان جیسے امور کی درخواست نہ کرتے جبکہ ان کے حال سے ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ طلب کرتے ہیں اور اس کا پتہ اس طرح چل سکتا ہے کہ اگر انہیں کہا جائے کہ نذر اللہ کیلئے مانو اور اس کا ثواب اپنے والدین کیلئے کر دو کہ وہ اس کے ان اولیاء کرام کی نسبت زیادہ ضرورت مند ہیں تو وہ یہ کام نہ کریں گے اور میں نے ان میں سے بہت سے وہ لوگ دیکھے جو اولیاء کی قبروں کے حجروں کی چوکھٹ پر سجدہ کرتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو ہر ایک ولی کیلئے اس کی قبر میں تصرف ثابت کرتے ہیں لیکن (کہتے ہیں کہ) وہ اس تصرف میں اپنے مراتب میں کمی بیشی کے مطابق متفاوت اور مختلف ہیں اور ان میں سے جو علماء ہیں وہ قبروں میں سے تصرف کو چار یا پانچ تک محدود جانتے ہیں اور جب ان سے اس پر دلیل طلب کی جائے تو کہتے ہیں کہ یہ امر کشف سے ثابت ہوا ہے۔ اللہ انہیں ہلاک کرے کس قدر بڑے جاہل ہیں اور ان کا افتراء کس قدر زیادہ ہے۔ (روح المعانی (تفسیر) پ ۱۷ صفحہ ۲۱۲-۲۱۳)

تفسیر روح المعانی کی مذکورہ بالا عبارت کے ترجمہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس بات پر مزید کچھ تبصرہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی اس عبارت کی ایک ایک سطر میں عوام مسلمین سے لے کر علماء اہلسنت تک ہر ایک پر تبرا بازی کی گئی ہے۔ ثابت ہوگیا کہ تفسیر روح المعانی اپنی ان عبارات کی وجہ سے کتاب وہابیت بن گئی ہے جس کے بارے میں ہمارا گمان یہ ہے کہ یہ عبارات مدسوس ہیں

تیسرا حوالہ آپ نے تفسیر مظہری کا دیا ہے اس کی عبارت کی ابتداء یوں تھی۔

روی الشیخان فی الصحیحین والترمذی والحاکم آپ نے والحاکم سے عبارت شروع کی اور روی الشیخان فی الصحیحین کو اڑا دیا کہ یہ حوالہ غلط تھا اور اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ مولف نے کسی کر حوالہ دیا ہے اور خود تحقیق نہیں کی ورنہ غیر صحیح حوالہ نہ لکھا جاتا۔ پھر یہ کہ تفسیر مظہری سب سے پہلے ندوہ والوں نے شائع کرائی یہی وجہ ہے کہ اس میں غرس کے خلاف مولف کا کلام موجود ہے۔ اس کا حوالہ بطور الزام ندویوں، دیوبندیوں پر حجت ہو سکتا ہے ہم پر اس سے الزام صحیح نہیں۔ پھر یہ کہ اس میں اعتماد کا لفظ کوئی نہیں۔ مجرد نقل سے اعتقاد کب ثابت ہوتا ہے؟۔

چوتھا حوالہ آپ نے ابن کثیر امام الوہابیہ تلمیذ ابن تیمیہ کا دیا ہے اگرچہ اس میں اعتقاد کا ذکر نہیں تاہم مبنیادی جواب یہ ہے کہ امام الوہابیہ ہمارے لئے حجت نہیں۔

پانچواں حوالہ آپ نے رازی کا دیا ہے جس کی عبارت آپ نے خود یہ لکھی ہے " روی ان

(30) المؤمنین قالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ھنیئاً لک - مگر علامہ رازی نے یہاں "روی" کے الفاظ سے بیان کیا ہے یعنی روایت کیا گیا بصیغہ فعل مجہول - اہل علم کے نزدیک یہ لفظ کبھی بھی اظہار اعتقاد کیلئے نہیں ہوتا البتہ اظہار عدم اعتقاد کیلئے آتا ہے ۔

کیسے اس طرح حوالے دیا کرتے ہیں آپ ؟

چھٹا حوالہ آپ نے تفسیر صاوی ج ۴ صفحہ ۹۵ کا دیا ہے کہ وہاں بھی یہ روایت نقل کی ہے اور نقل کرنے کو آپ نے اعتقاد سمجھا ہے حالانکہ نقل کرنے سے اعتقاد لازم نہیں آتا جبکہ اسی صاوی نے اسی ج ۴ صفحہ ۹۶ پر پہلا ہی قول یہ لکھا کہ آیت مؤول ہے اور پہلے نمبر کی تاویل یہ ہے کہ مراد امت کی مغفرت ہے ۔

(قولہ وھو مؤول) أی ان اسناد الذنب لہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤول اما بان المراد ذنوب امتک او ھو من باب حسنات الابرار سیئات المقربین او بان المراد بالغفران الاحالۃ بینہ وبین الذنوب فلا تصدر منہ ۔ یعنی مفسر صاوی کا یہ قول کہ یہ لفظ تاویل کیا ہوا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ " ذنب کا اسناد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے " اس کی تاویل کی گئی ہے یا تو یہ کہ (۱) مراد آپ کی امت کے ذنوب ہیں یا یہ کہ (۲) یہ اسناد حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیل سے ہے یا یہ کہ (۳) مغفرت سے مراد آپ کے اور گناہوں کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دینا ہے اس لئے گناہ آپ سے صادر ہو سکتے ہی نہیں (صاوی ج ۴ ص ۹۶)

ساتواں حوالہ آپ نے "لباب النقول" کا دیا ہے مگر وہاں بھی صرف نقل ہے اور نقل سے اعتقاد ثابت نہیں ہوتا اگر ہوتا بھی تو ایک طرف بخاری کا عدم اعتقاد اور دوسری طرف سیوطی کا اعتقاد - پلڑا کس کا وزنی رہتا ؟ - فیصلہ کریں -

ثابت ہوا کہ آپ کے کسی حوالے میں بھی وزن نہیں اب اس پر آپ نے جو گالی دی کہ یہ ہے اصل میں بہتان اور افتراء اور یہ ہے اصل میں ان علماء اور بزرگوں کی دل آزاری، بے ادبی اور گستاخی اس پر اب آپ ہی غور کریں کہ آپ کے اس قول کا مصداق کون ہے یہ فقیر یا آپ ؟ - اگر آپ سچے ہیں تو آپ نے ان میں سے کسی ایک کی وہ عبارت نقل کیوں نہیں کی جس سے اس روایت اور متنازعہ معانی پر اعتقاد ثابت ہوتا جبکہ ہماری طرف سے عبارات نقل کی گئی ہیں کہ آپ ہی کے ان معتمد مفسرین میں سے بعض نے اس آیت فتح سے امت کی بخشش مراد لی ہے اور ان میں سے کسی نے مغفرت امت کی نفی یا ذنب للنبی کا اثبات نہیں کیا. صاوی اور رازی کا حوالہ فقیر نقل کر چکا ہے اور آپ کی معتمد تفسیر روح المعانی کا حوالہ (مزید) آگے آ رہا ہے اگرچہ "میں نہ مانوں" کا علاج میرے پاس نہیں تو تفسیر روح المعانی میں ملاحظہ فرمائیے تاکہ آپ کا جگر ٹھنڈا ہو وفی روایۃ الطبرانی وابن مردویہ عن ابن عباس انہ لما مات (عثمان بن مظعون) قالت امراتہ او امراۃ ھنیئاً لک ابن مظعون الجنۃ فنظر الیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر مغضب وقال وما یدریک ؟ واللہ انی لرسول اللہ

وما ادری ما یفعل الله بی فقالت یارسول الله صاحبک و فارسک وانت اعلم فقال
ارجو له رحمة ربه تعالی واخاف علیه ذنبه لکن فی هذه الروایة ان ابن عباس قال وذلک
قبل ان ینزل لیغفر لک الله ماتقدم من ذنبک وما تأخر۔ یعنی صاحب روح المعانی فرماتے ہیں
طبرانی اور ابن مردویہ کی کتابوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی تو ان کی بیوی یا کسی عورت نے کہا، ابن مظعون آپ کیلئے جنت مبارک ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضبناک ہوکر نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا تجھے کس ذریعہ سے پتہ چلا ہے اللہ کی قسم بے شک میں اللہ کا رسول ہوں لیکن اپنی طرف سے اور اپنی عقل وقیاس سے میں نہیں جانتا کہ اللہ میرے ساتھ کیا کرے گا یعنی (میں اپنا حال وحی سے جانتا ہوں حالانکہ تمہارے اوپر وحی آتی ہے نہ میں نے بتایا ہے تم اپنی عقل سے میرے سامنے غیب کا حکم لگاتی ہو تو وہ بولیں یارسول اللہ! وہ آپ کا صحابی اور آپ کا فوجی شہسوار ہے اور آپ بہتر جانتے ہیں تو اس پر آپ نے ارشاد فرمایا میں اس کیلئے اس کے رب سے امید رکھتا ہوں اور اس کے گناہ کا اس پر خوف بھی رکھتا ہوں۔ (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں) لیکن اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن مظعون کے گناہ کا اس پر خوف تھا) آیت لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر کے نازل ہونے سے پہلے کی ہے۔ (تفسیر روح المعانی پ۲۶ ص۱۰)

تفسیر روح المعانی کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ابن عباس بھی یہی مذہب رکھتے تھے کہ آیت فتح مغفرت امت کیلئے نازل ہوئی ہے اب آپ فرمائیں کہ ان مفسرین کے علاوہ حضرت ابن عباس کی بھی الفاظ آپ کے دل آزاری اور گستاخی کون کر رہا ہے۔ کیونکہ یہ تو آپ ہمارے دلائل کے جواب سے عاجز آکر مان ہی چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انجام سے بذریعہ وحی قرآنی پہلے سے ہی باخبر تھے اور جانتے تھے کہ آپ معصوم ہیں تو ابن عباس کا ارشاد لازماً اسی دوسری شق کے بارے میں ہوا کہ جن کے غیر معصوم ہونے کی وجہ سے ان کے گناہ کا امکان تھا بلکہ جو پہلے زمانے میں کافر تھے پھر مسلمان ہوئے تو ان کا پہلا کفر کا گناہ بالیقین ثابت تھا اور اس کفر کے دوران حقوق العباد وغیرہ بھی تھے جن کے تلف کا امکان بھی متوجہ تھا ان سب کی معافی کا اعلان سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو موصول ہوا تو اس کے بعد آپ نے پھر ابن مظعون کیلئے کسی پریشانی کا اظہار فرمایا ہو یہ ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ ثابت ہوا کہ قول ابن عباس سے مراد یہی ہے کہ آیت لیغفر لک سے امت کی مغفرت ثابت ہوئی۔ ولله الحجة السامية اور یہی آپ کے معتمد صاحب تفسیر مظہری جو تفسیر مظہری ج ۹ پ ۲۶ ص ۳۸ پر لکھتے ہیں "انعقد الاجماع علی ان الصحابة کلهم عدول وکلهم مغفور لهم" اس مسئلہ پر اجماع قائم ہو گیا ہے کہ ہر ایک صحابی عدل اور مغفور ہے (مظہری ص ۳۸ ج ۹)

آپ کا ایک اعتراف :- بکثرت آیات کے ذریعے فقیر نے یہ ثابت کیا تھا کہ آیت " ما ادری ما یفعل"
(32) سے حضور کی عدم علمیت ثابت کرنا ان بکثرت آیات سے لاعلمی کی بنا پر یا ان کے انکار کی وجہ سے ہو سکتا ہے اور یہ بھی
لکھا تھا کہ عکرمہ کا قول جسے آپ حدیث نبوی ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے وہ بھی ان آیات کی مخالفت کی زد میں
آتا ہے آپ نے اپنے مکتوب میں صہ ۱۲ پر میری بات کو اہم اور وزنی قرار دیا ہے، یہ آپ کا اعتراف ہے ،

فقیر نے لکھا تھا کہ ما ادری ما یفعل مکی آیت ہے جبکہ لیغفرلک اللہ ما تقدم والی آیت بعد ہجرت مقام حدیبیہ
میں سنہ ۶ھ میں نازل ہوئی، اگر آیت لیغفرلک اللہ ما تقدم کو (ما ادری ما یفعل کا سہارا لے کر کافروں نے جو اعتراض
کیا اس کا جواب قرار دیا جائے تو لازم آتا ہے کہ چھ سال یا اس سے زائد عرصہ اپنے پیارے رسول کو کافروں
کے اعتراض کے مقابلہ میں اللہ نے لاجواب رکھا اور پھر چھ سال بعد جواب دیا، تو وہ جواب کیا ہوا۔ بیسیوں سورتوں میں
اس کا جواب پہلے ہی مذکور ملتا ہے تو لیغفر کو اس کا جواب کیسے قرار دیا جا سکتا ہے ۔

اسی کے جواب میں آپ نے اس اعتراض کو صحیح قرار دیا ہے اور اپنے جوابی مکتوب کے صہ ۱۲ پر لکھا ہے ،

" اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ اور اس کے بعد والا جو آپ نے اعتراض کیا ہے
وہ بڑا اہم اور نہایت وزنی اعتراض ہے۔ لیکن یہ اعتراض نہ فقیر پر ہوتا ہے اور نہ فقیر
اس کے جواب کا ذمہ دار ہے کیونکہ یہ اعتراض ان لوگوں پر ہوگا جو حدیث ابن عباس
لے کر آیۂ مبارکہ " لیغفرلک اللہ" کو " وما ادری ما یفعل بی ولا بکم" کے لئے
ناسخ قرار دیتے ہیں" (جوابی مکتوب صہ ۱۲) ۔

لیکن دوبارہ عرض کروں گا کہ شاید بہت جلدی آپ بھول گئے اگرچہ آپ کے بھول لینے سے کچھ فرق نہیں پڑا
یہ دیکھئے آپ نے مغفرت ذنب کے صہ ۳۰ پر خراسانی کے قول کا رد کرتے سیوطی، قاضی عیاض اور ابن منذر رحمہم اللہ
کے حوالوں سے یہی بات لکھی ہے اور پھر اس نقل کو اپنی تائید میں پیش کرنے کے بعد آپ نے لکھا ۔

" اس سے معلوم ہوا کہ یہ " لیغفرلک اللہ " والی آیت " وما ادری ما یفعل بی ولا بکم
کے جواب میں نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے یہ جواب اسی وقت بنے گا جب لیغفر
لک اللہ ما تقدم من ذنبک والی آیت میں مغفرت سے حضور کی مغفرت
اور لیدخل المومنین والمومنات میں امت کی مغفرت مراد لی جائے ورنہ " ما
ادری ما یفعل بی" کا جواب نہیں بن سکے گا صرف " ولا بکم " کا جواب بنے گا
جبکہ حدیث مبارک کی رو سے یہ " یفعل بی ولا بکم" دونوں کا جواب ہے "
مغفرت ذنب صہ ۳۱ ۔

خط کشیدہ دونوں جملے آپ کو " ان لوگوں " میں داخل کر رہے ہیں جن پر بقول آپ کے فقیر کے اہم اور وزنی
اعتراض وارد ہوئے ہیں اور میں عرض کروں گا کہ آپ سے ان اعتراضات کو اٹھایا بھی نہیں جا سکا اور آپ نے یہ مان کر بھی کہ اس حدیث کو
تسلیم کرنا غلط ہے اور یہ حدیث مخالف آیات ہے پھر بھی آپ نے یہ نہیں مانا کہ ہاں مجھ سے غلطی ہوئی تھی کہ اس
حدیث کو دلیل بنایا تھا ۔ اب رہی روایت قتادہ جسے درحقیقت عکرمہ کا قول کہنا مناسب ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا قول ہی نہیں ہے اور اسے فقیر بخاری کے قول اور اجلّہ محدثین کی تصریحات کی روشنی میں رد کر آیا ہے ، لہٰذا اب اس کی دہائی دینا
سینہ زوری کے علاوہ کچھ نہیں ۔

(33)

ایک اعتراض کا جواب ۔ حدیث قتادہ وعکرمہ (نہ کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) کے معنی پر کلام کرتے ہوئے فقیر نے کہا تھا کہ یہ حدیث ان آیات قرآنیہ کے مخالف ٹھہرتی ہے (جنہیں منیرۃ الاصلاح میں نقل کر چکا ہے) آپ نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ ،

"آپ زبردستی اس کو مخالف قرآن ثابت کرنا چاہتے ہیں
حالانکہ یہ حدیث قرآن کی کسی آیت کے خلاف نہیں کیونکہ کسی
چیز کا نہ بتانا یا سوال کرنا پہلے سے اس چیز کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا"
مکتوب صـ۱۱ ۔

جواباً عرض ہے کہ یہاں دراصل تین معانی کے بارے میں اور ان کے تاثرات میں بحث ہے ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جنتی ہونے کا علم پہلے سے تھا یا آیت فتح کے نزول کے بعد ہوا ۔ دوسری بحث یہ ہے کہ کیا آپ کے کوئی گناہ تھے اور اس آیت میں ان کی مغفرت کی خوشخبری دی یا تھے ہی نہیں اور یہ آیت اس بات کا بیان ہے کہ آپ گناہوں سے اولاً و آخراً پاک تھے ، اور تیسری بحث یہ ہے کہ آیت "لیغفر" سے امت کے گناہوں کی بخشش مراد لی جا سکتی ہے یا نہیں ۔ تیسری بحث کی طرح پہلی دو بحثوں کے بارے میں آپ نے اپنے موقف کی تائید میں حدیث ابن عباس (مغفرت ذنب صـ۳۱-۳) اور حدیث قتادہ وعکرمہ کو مغفرت ذنب صـ۲۱ پر پیش کیا تھا ، فقیر نے پہلی دو بحثوں کے بارے میں آپ کے بیان کردہ معنی کے پیش نظر اس روایت عکرمہ کو خلاف قرآن قرار دیا تھا کیونکہ آپ کے پہلے بیان کی روشنی میں بھی اور آپ کے موجودہ بیان کی روشنی میں بھی آیت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ تھے جو معاف ہوئے ۔

پہلا بیان یہ کہ آپ نے یہ فرمایا کہ صحابہ نے آیات و احادیث سے یہی سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاذ اللہ گناہ معاف ہوئے آپ کے الفاظ درج ذیل ہیں ۔

"پتہ چلا کہ صحابہ کی نظر میں بھی لیغفرلک کا مطلب یہ تھا کہ اللہ نے
آپ کے گناہ معاف کئے ہیں" (درسی کیسٹ ۔ جواب دیں بحث) ۔

موجودہ بیان یہ ہے : " عقیر نے ایک فرد جرم یہ بھی عائد کی ہے کہ فقیر نے اپنے درس میں کہا ہے کہ حضور فرما رہے تھے کہ ہاں تمہارا سمجھنا بالکل صحیح ہے ، ہاں میرے گناہ معاف ہوئے ہیں ...... اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ ...... اس وقت حضور کی یہی تلبی کیفیت تھی ...... (آپ کا جوابی مکتوب صـ۱۹)

اس معنی اور اس تاثر کو تو اب آپ بھی خلاف قرآن مان رہے ہیں کہ معاذ اللہ حضور کو اپنے جنتی ہونے کا علم اس آیت کے نزول سے پہلے نہیں تھا یہاں تک کہ آپ نے محدیث ابن عباس کو اسی وجہ سے رد کر دیا اور آپ نے تسلیم فرما لیا کہ اس آیت لیغفر سے جو یہ سمجھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جنتی ہونے کا اب پتہ چلا وہ مخالف قرآن ہے (اگرچہ آپ مغفرت (صـ۳۱-۳) پر خود ہی اس حدیث سے یہی نظریہ دے کر آئے تھے)

آپ کے الفاظ مکتوب صلا سے اوپر نقل کر آیا ہوں آپ نے اُس روایت عکرمہ کو اپنے مضمون کی تائید میں لاکر اس معنی کے ثبوت کا تاثر بھی دیا تھا کیونکہ آپ مغفرت صفحہ ۱۰۳ پر اسی مضمون کی تصریح کر چکے تھے ۔ آپ کی پہلی عبارت یہ ہے۔ "علامہ عطاء خراسانی کے قول اور توجیہہ کے غیر صحیح اور ضعیف ہونے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ بعض احادیث مبارکہ میں آیۂ کریمہ " وما ادری ما یفعل بی ولا بکم " (الاحقاف ۹/۴۶) کی جو تفسیر بیان کی گئی ہے یہ توجیہہ اس کے بھی خلاف ہے (مغفرت ذنب صفحہ ۳) نیز آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ (علامہ جلال الدین سیوطی پر ان کی نقل سے قاضی عیاض اور ابن منذر کے حوالے سے احادیث مبارکہ سے نقل کر کے کہ آیت ما ادری ما یفعل کے نزول پر کفار خوش ہوئے اس کے بعد "لیغفر لک اللہ ما تقدم" نازل ہوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے اپنی جانب سے یہ لکھا) اس سے معلوم ہوا کہ لیغفر لک اللہ والی آیت "وما ادری ما یفعل بی ولا بکم" کے جواب میں نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے یہ جواب اسی وقت بنے گا جب لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک والی آیت میں مغفرت سے حضور کی مغفرت اور لیدخل المومنین والمومنات میں امت کی مغفرت مراد لی جائے ورنہ ما ادری ما یفعل کا جواب نہیں بن سکے گا۔ مغفرت ذنب صفحہ ۳۱۔

الحمد للہ مغفرت ذنب میں آپ کی عبارت سے پیدا ہونے والا وہ تاثر باطل ہوا اور ڈنکے کی چوٹ پر آپ سے فقیر نے کہلوا لیا کہ عدم علمی ماننا خلاف قرآن ہے اسی لئے اب آپ اس روایت کو عدم علمی کے اظہار سے نکالنے کیلئے فرار ہے ہیں کہ بتانا یا سوال کرنا عدم علمی پر دلالت نہیں کرتا۔ مگر آپ کی یہ سعی بھی لاحاصل ہے فقیر آگے چل کر ان شاء اللہ بیان کرے گا کہ آپ کا یہ عذر بھی روایت عکرمہ کو بچانے کے لئے مفید نہیں۔

دوسرا معنی اور تاثر یہ تھا کہ اس روایت کے پیش نظر معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ گناہ تھے جو معاف ہوئے اگرچہ آپ نے مغفرت ذنب میں اس روایت کا ترجمہ لفظ ذنب کے ساتھ کیا ہے اور لفظ گناہ کی مغفرت کے ساتھ نہیں لیکن اصل تنازعہ تو آپ کے درس پر کھڑا ہوا اور اس میں آپ نے پہلے تو مخالفین کا اعتراض اس طرح بیان کیا ہے کہ گناہ تھے تو معاف ہوئے۔ پھر آپ نے بار بار کہا کہ صحابہ کہتے ہیں آپ کے گناہ معاف ہوئے پھر "مغفرت ذنب" میں آپ نے روایت عکرمہ کو اپنے سابقہ دلائل میں جمع کر دیا تو اس سے بھی یہی تاثر پیدا ہوا کہ آپ کے معاذ اللہ کچھ گناہ تھے جو معاف ہوئے، اور یہ تاثر کیسٹ کے ابہام سے پختہ ہو گیا کہ گناہ کا ترجمہ "ان تاویلات و توجیہات کے پیش نظر ہے" جو آپ بیان کر چکے اور وہاں کوئی ایک توجیہہ متعین نہیں کی۔ پھر اب آپ کے مکتوب سے مجھے توجہ دلانے پر کہ کیسٹ میں جوابات ہیں فقیر نے یہ دوسرے روز کی کیسٹ جس پر اصل تنازعہ کھڑا ہوا یہ کیسٹ سنی اس میں آپ نے تین نمبر سے اپنی توجیہات کو نمبر بتا کر بیان کیا اور بظاہر دوسری توجیہہ بھول گئے لیکن فقیر نے غور کیا تو پتہ چلا کہ آپ نے دوسری توجیہہ کو بغیر بیان نمبر اس طرح بیان کیا کہ حضور کے کبیرہ گناہ نہیں تھے۔ آپ کے الفاظ ہیں کہ "جھوٹ یا بڑا گناہ (مراد) نہیں" ۔ پتہ چلا آپ کو معلوم ہے کہ عبارت میں مفہوم مخالف کا اعتبار ہوتا ہے (شامی۔ نور الانوار وغیرہ عامہ کتب اصول وفقہ)

تو نتیجہ یہ نکلا کہ ایک قول آپ نے صغیرہ گناہوں کے معاف ہونے کا بھی بیان کیا ہے شاید آپ یہ کہیں کہ آپ نے دوسروں کے اقوال کی نقل کی تھی تو صغیرہ کا قول بھی دوسروں کا ہوگا نہ کہ آپ کا۔
تو میں عرض کروں گا کہ گفتگو اس امر پر تھی کہ آپ نے اپنے قول اثبات گناہ کو معنیٰ کے اعتبار سے انہیں اقوال میں بیان کردہ تاویلات پر محمول کیا تھا اس لیے یہ قول آپ کا قول قرار پا گیا کیونکہ جب میں نے الاصلاح میں ابہام کا آپ کو شکوہ کیا تو آپ نے اپنی کیسٹ سننے کا مشورہ دیا تھا یہ آپ کے اتنے عرصہ بعد اس کیسٹ پر اعتماد تھا پھر عرض کروں گا کہ آپ کے دلائل کی روانی اور تاثر یہی ہے کہ جہاں لفظ ذنب ان احادیث میں آیا اس سے گناہ مراد ہوں گے۔ تو یہ روایت عکرمہ بھی اس تاثر سے باہر نہ ہوگی کہ اسکا سیاق لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک پر تہنیت ہے اب کہتا ہوں کہ اس معنیٰ سے بھی یہ روایت قرآن مجید کے مخالف ہے اگرچہ صریح قرآن کی مخالفت نہ ہو مگر نص کی مخالفت کسی نہ کسی درجہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اسوہ کے ہر قول وفعل (ماسوائے خصوصیات) پر عمل امت کیلئے مطلوب شرعی ہوتا ہے اور ہر گناہ صغیرہ وکبیرہ کو چھوڑنا امت کے لیے مطلوب شرعی ہے اور ترک وعمل ایک دوسرے کی ضد ہیں جمع نہیں ہو سکتے لہٰذا ثابت ہوا کہ اسوۂ حسنہ سے کوئی گناہ صغیرہ کبیرہ صادر نہیں ہو سکتا، اس لیے ہر وہ حدیث در روایت جو یہ گناہ والا معنیٰ بیان کرے یا مؤول ہوگی یا مردود۔ اس لیے یہ بھی کہ روایت عکرمہ خلاف قرآن اور مردود ہے رہا تیسرا معنیٰ کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کا امت کے لیے عفو ذنب کے معنیٰ سے کوئی تعلق نہیں اور عفو ذنب امت کا معنیٰ مراد لینا غلط ہے کہ یہ روایت عفو ذنب امت کی نفی ثابت کر رہی ہے۔ اس معنیٰ سے بھی روایت عکرمہ قرآن کی ان کثیر آیات کے خلاف ہے جن میں جملہ مومنین کو جنت ومغفرت اور نجات کی بشارت دی گئی جن میں سے بعض آیات کو فقیر سابقہ مضمون الاصلاح میں نقل کر چکا ہے ان میں سے ایک خود اسی سورۂ احقاف نزولی ۶۶ کی آیت نمبر ۱۳ نمبر ۱۴ ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اولئک اصحب الجنۃ خلدین فیھا جزاء بما کانوا یعملون۔
یعنی ایمان پر مضبوطی سے قائم رہنے والے جنت میں جائیں گے وہ کوئی خوف دل میں نہ رکھیں اس سے متصل پہلے نازل ہونے والی سورت جاثیہ نزولی نمبر ۶۵ کی آیت نمبر ۳۰ ہے۔
فاما الذین آمنوا وعملوا الصلحت فیدخلھم ربھم فی رحمتہ ذلک ھو الفوز المبین (۳۰)
یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل کریگا یہ روشن کامیابی ہے (۳۰)
بلکہ قرآن کی باعتبار نزول دوسری سورت ہی میں اس قضیہ کا فیصلہ کر دیا تھا کہ مسلمین اور مجرمین برابر نہیں ہو سکتے بلکہ مسلم جنتی اور کافر جہنمی ہیں۔ چنانچہ فرمایا ان للمتقین عند ربھم جنت النعیم ٥ أفنجعل المسلمین کالمجرمین ٥ مالکم کیف تحکمون ٥ یقیناً متقیوں کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمتوں والے باغات ہیں کیا ہم مسلموں کو مجرموں کے برابر کر ڈالیں گے؟ (اے معترضو) تمہیں کیا ہو گیا کیسا حکم لگاتے ہو۔
مذکورہ بالا یہ آیات اور ان جیسی بکثرت آیات میں پہلے بتا دیا گیا تھا کہ مومن جنتی ہونگے۔

متقی جنتی ہوں گے بلکہ کسی صورت میں مسلم کو مجرموں کے برابر نہیں کیا جائیگا۔
ان آیات سے اگر صحابہ بھی مرادنہ تھے تو اور کون مراد تھا۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ حضرات یہ پوچھتے پھریں کہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا۔ اگر ان آیات سے صحابہ کی مغفرت ثابت نہیں تو پھر لیدخل المومنین والمومنات جنّٰت سے کیسے مغفرت ثابت ہوگی جبکہ آپ ہی نے مغفرت ذنب کے صـ۲۳ پر لیدخل المومنین والمومنٰت (فتح) کے بارے میں لکھا ہے کہ "امت کے گناہوں کی مغفرت کا اگلی آیت میں ذکر آرہا ہے"۔
بہرحال ابھی تک آپ اس کا جواب نہیں دے سکے کہ متعدد آیات قرانیہ میں مومنوں کی مغفرت کا بیان پہلے ہوچکا تھا لہٰذا روایت قتادہ عن عکرمہ ان آیات کے خلاف ہونے کی وجہ سے معلّق ٹھہرتی ہے۔ علاوہ ازیں مذکورہ بالا (مغفرت ذنب صـ۲۳ میں) آپ کی عبارت سے آپکے اس سوال کا جواب آپ پر پڑ گیا کہ بعض گناہوں کی سزا ضروری ہے تو امت کی مغفرت کیونکر ہوسکتی ہے۔ بہرحال اگر آپ نے روایت قتادہ عن عکرمہ کو مخالف قرآن سے بچانا ہے اور آپ کی مستند روح المعانی کی طبرانی اور ابن مردویہ سے نقل کردہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (جس کا بیان اس سے پہلے ہم اسی مکتوب میں کر آئے ہیں) کو بھی ماننا ہے تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آیت لیغفر سے ان بعض صحابہ کو تردد ہوا کہ انکی کون سی مغفرت ہوئی ہے۔ سیئات پر عتاب کے ساتھ جنت ہے یا سیئات کی بھی مغفرت ہوگئی تو فرمایا ویکفر عنہم سیاٰتھم تاکہ اللہ مومنوں کی سیئات کو مٹا دے اور اس طرح کم از کم اس وقت تک کے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری دی گئی کہ ان کے موجودہ اور آئندہ سیئات تک کو مٹا دیا گیا ہے اس لیے ان کا جنتی ہونا اور مکفر سیئات ہونا ملا کر بیان کر دیا ہے۔
اب رہا یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ کسی چیز کا بتانا یا سوال کرنا پہلے سے اس چیز کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا (مکتوب جوابی)۔ آپکے ان الفاظ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ صحابہ کو اپنے سوال "فمالنا" سے پہلے بھی مغفرت امت کا علم تھا اس سے تو آپ کی تردید ہوتی ہے۔ کہ امت کی مغفرت پہلے سے ثابت تھی تو اب امت کی فی الجملہ مغفرت کو خلاف عقل و نقل کس بنیاد پر کہا جارہا ہے پھر یہ کہ امام رازی، مفسر صاوی علامہ اسماعیل حقی، عارف باللہ محی الدین ابن عربی، امام المکاشفین علامہ عبدالوہاب شعرانی بھی یہی سمجھتے ہیں کہ یہ آیت مغفرت امت کا بیان کر رہی ہے سند العارفین مجدد الف ثانی اگرچہ اس آیت کے تعلق کا بیان نہیں فرما رہے خاموش ہیں۔ لیکن تمام امت کی مغفرت کو ڈنکے کی چوٹ بیان فرما رہے ہیں۔ آیت " ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا" بھی اس طرف مشعر ہے کی فی الجملہ تمام امت کی مغفرت ہوگی کیونکہ اسکا یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ گناہ معاف کر سکتا ہے بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ معاف کرلے ہے

یا کرے گا۔ آیت کریمہ لیدخل المومنین بھی اسی مغفرت پر دال ہے۔ اگرچہ یہ دونوں
آیتیں بعد نزول آیت لیغفر ہیں رہا یہ امر کہ اس سے دخول جنت ثابت ہوتا ہے
عفو ذنوب ضروری نہیں اور دخول جنت اس امت کی خصوصیت نہیں تو میں عرض کروں گا
کہ آیت کریمہ میں ویکفر عنہم سیآتہم بھی ہے تو تکفیر سیئات کے ساتھ جنت
میں داخل ہونا یہی تو اس امت کو بشارت دی گئی اور بقول آپ کے صحیح حدیث
یعنی روایت عکرمہ بھی یہی بتا رہی ہے کہ اس امت کے سوال پر آیت
مقام مدح و امتنان میں نازل ہوئی تو اس امت کی خصوصیت کیوں نہیں۔ گناہ
بخشنا اور گناہ کو مکفر قرار دے کر جنت میں بھیجنا مفہوم کے اعتبار سے ایک ہی
چیز ہے آپ لیدخل کو دیکھ رہے ہیں اور لیکفر آپ کے سامنے نہیں ہے۔ رہا یہ
امر کہ مغفرت سے کیا مراد ہے کل سزا کا بعض بھگت کر جنت میں جانا یہ توجیہ
میں نے پیش کی تھی اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جو اس ترجمہ میں مغفرت امت
کا معنیٰ کر رہے ہیں وہ بھی اپنی بعض تصانیف میں یہی فرماتے ہیں کہ مغفرت
فی الجملہ ہوگی۔ یعنی کچھ سزا بھگت کر اور کچھ معاف کرا کر جنت میں جائیں گے
اگرچہ بعض اشخاص کو بغیر سزا بھگتے مکمل معافی ملے گی (رسالہ آداب دعا)
جبکہ حضرت مجدد الف ثانی کا مؤقف یہ ہے کہ کوئی مومن ذرا دیر کے لیے بھی جہنم
میں نہیں جائے گا اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ مولانا سعیدی صاحب شارح مسلم کے پیچھے
جاتے ہیں یا حضرت مجدد الف ثانی کے۔

بہر حال یہ سمجھنا کہ یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ امت کی مغفرت نہیں ہوئی یہ بات
حضرت ابن عباس کی روایت اور محققین کے قول کے خلاف ہے۔ مزید تشریح کیلئے تیسری بحث ملاحظہ فرمائیے۔

تیسری بحث کا بیان:- تیسری بحث کے بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ آیت جہاں
عصمت نبی کا بیان کر رہی ہے وہاں مغفرت امت کے بیان کی بھی محتمل ہے جیسا کہ محققین کے
قول سے ہم پیش کر چکے ہیں۔ البتہ اس پر یہ شبہ کسی کے ذہن میں آسکتا ہے کہ ایک ہی آیت دو
معنیٰ کیسے بیان کرے گی تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ جب کسی آیت کی دو مختلف المعنیٰ
قرائتیں ہو سکتی ہیں تو ایک آیت کی دو تفسیریں کیوں نہیں ہو سکتیں۔ دیکھئے سورۂ حشر کی
آیت "ھو اللہ الخالق الباری المصوِّر" واؤ کی کسرہ سے ہے اور اسکا معنیٰ مخلوق کی صورتیں اور
کیفیتیں بنانے والا ہے تاہم حضرت علی، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت

حسن بصری اور ابن سمیقع کی قرأت میں المصوَّر واؤ کی فتح اور راء کی زبر سے آیا ہے اور اس کا
معنی مخلوق ہے خالق نہیں تو یہ دو مختلف المعنیٰ قراءتیں ہوئیں اسی طرح اسی سورۃ کے اندر السلام المؤمن
پڑھا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کا وصف ہے لیکن امام ابوجعفر محمد باقر اور ایک قول پر قاری ابوجعفر مدنی کی قرأت میں
المؤمَن دوسری میم کی زبر سے وارد ہوا ہے۔ اور یہ بھی دو مختلف المعنیٰ قراءتیں ہوئیں (تفسیر روح المعانی پارہ ۲۸ صفحہ ۶۳-۶۴)
بخاری شریف ج ۲ صفحہ ۶۸ میں حضرت عائشہ صدیقہ کی قرأت لکھی ہے کہ وہ "ظنوا انهم قد كذبوا" کو
ذال کی شد سے پڑھتی تھیں جس کا معنی یہ کیا گیا ہے کہ رسل علیہم السلام نے یہ گمان کیا کہ ان کے متبعین
کی طرف سے ان کی تکذیب کر دی گئی جبکہ قد کذبوا کی روایت سورۂ یوسف میں ہم سب کے سامنے مصحف
شریف میں درج ہے جس کا معنی ہے کافروں نے یہ سمجھا کہ رسولوں کو (معاذ اللہ) جھوٹی خبر اللہ
کی طرف سے دی گئی۔ تو ان قراءتوں میں بھی معنی کا اختلاف ہے۔ اب اس طرف آئیے کہ ایک
آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال کی کیا گنجائش ہے۔ لمسجد اسس علی التقویٰ کی تفسیر کے بارے
میں ایک روایت جامع ترمذی ج ۲ صفحہ ۱۵۱ طبع ایچ ایم سعید کراچی میں ہے کہ دو صحابہ کا اس
کی تفسیر میں اختلاف تھا کہ اس سے کون سی مسجد مراد ہے قبا والے کہتے تھے کہ مسجد قبا مراد ہے
جبکہ مسجد نبوی والے مسجد نبوی شریف کو مراد لیتے تھے دونوں سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کا قول ارشاد فرمایا۔

اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہی آیت کی تفسیر میں دو قول ثابت
ہوتے ہیں لہذا دونوں ایک دوسرے کا غیر ہیں یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول صرف
مسجد نبوی کا تھا۔ کیونکہ دوسرے صحابی جو مسجد قبا کا قول کر رہے تھے ان کو تفسیر بالرائے کا مرتکب
قرار دینے کی ہمت کس میں ہے ظاہر ہے انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سنا ہوگا ورنہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ناراض ہوتے کہ تم نے اپنی رائے سے تفسیر کیوں کی بلکہ فتح الباری شرح بخاری لابن حجر
میں ہے فالجمهور على ان المراد به مسجد قبا هذا وهو ظاهر الآية ....

.... وعند ابی داؤد باسناد صحیح عن ابی هريرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نزلت
(فيه رجال يحبون ان يتطهروا) فی اهل قباء - فتح الباری ج ۷ صفحہ ۲۴۵ طبع لاہور۔

جب ایک ہی آیت کی تفسیر میں دو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو گئے اور ہم نے
اسی جواب میں بخاری شریف کے حوالے سے سورۂ اذا جاء کی تفسیر میں بدری صحابیوں کے ساتھ حضرت
عمر اور حضرت ابن عباس کے اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے۔ لہٰذا جس طرح عصمت کا قول اس آیت سے
ثابت ہوتا ہے اسی طرح مغفرت امت کا قول بھی ثابت ہو سکتا ہے، بالخصوص جبکہ بدری صحابہ "واستغفرہ"

کا معنی یہ لے رہے ہیں کہ یہ حکم امت کو ہے کہ وہ اپنے گناہوں کا استغفار کریں لو جعینہ آیت فتح جیسی صورت پیدا ہو جاتی ہے ۔

سوال اور عدم علمیت :- آپ نے یہ فرمایا ہے کہ سوال عدم علمیت پر دلالت نہیں کرتا لیکن یہ نہ تو قاعدہ کلیہ ہے اور نہ ہی اصل ۔ ٹھیک ہے بعض مقامات پر سوال عدم علمیت پر دلالت نہیں کرتا لیکن اصل یہی ہے کہ سوال سائل کی عدم علمیت پر دلالت کرتا ہے ۔ جب نہیں دلالت کرے گا تو وہ اصل کے خلاف ہوگا اور جب اصل کے خلاف ہو تو قرینہ کی ضرورت پڑتی ہے اور جب اصل کے مطابق نہ ہو تو قرینہ کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ باری تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا ذکر ہی قرینہ ہے کہ حدیث "ملائکہ سیاحین" سے متعلق میں جو بخاری و مسلم میں ہے سوال سے مراد عدم علمیت نہیں بلکہ کوئی اور حکمت ہے ۔ اور یہاں عدم علمیت مراد نہ لینے اور سوال کی تاویل کسی حکمت پر محمول کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ حدیث صحیح تھی تو جب روایت کامل الثبوت ہو تو پھر اس کی تاویل کی ضرورت پڑتی ہے ۔

جبکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ روایت قتادہ و عکرمہ ناقص الثبوت ہیں لہٰذا وہاں تاویل کی کوئی مجبوری نہیں ۔ پھر وہاں کوئی ایسا قرینہ بھی نہیں جو راوی کی مراد پر نص ہو کہ وہ واقعی گناہ کو مراد نہیں لے رہا ۔ جبکہ ہم نے متعدد صحابہ سے ثابت کیا ہے کہ انہوں نے واقعی گناہ مراد لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر غضب ناک ہو کر ان کی غلطی پر انہیں تنبیہ فرمائی ۔ دوسرا یہ کہ مبارکبادی کسی خوشی کی ابتداء پر ہوتی ہے ۔ جب آپ مانتے ہیں کہ سرکار کو اپنی عصمت اور رضائے الٰہی اور دخول جنت کا علم پہلے سے تھا تو صحابہ بھی پہلے سے یہ جانتے تھے اور صحابہ یہ بھی جانتے تھے کہ وصف ایمان دخول جنت کا ضامن ہے ۔ پھر مبارکبادی اور اپنے متعلق سوال کی کوئی حکمت کیسے باقی رہتی ہے جو ناقص الثبوت روایت کی خاطر ہمیں ترک اصل پر مضطر و مجبور کرتے ۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ عشرہ مبشرہ کے متعلق جنت کی بشارتیں ہیں وہ بھی ان آیتوں کے مخالف ہوں گی تو آپ کا یہ اعتراض صحیح نہیں کیونکہ امت کی مغفرت وصف ایمان سے ہوتی جس کی شرط خاتمہ علی الایمان ہے اس لئے ان آیات سے کسی شخص کی بعینہ مغفرت ثابت نہیں ہوتی جبکہ عشرہ مبشرہ کی احادیث اس بات کی ضمانت ہیں کہ بعینہ ان حضرات کا انجام ایمان پر ہونے کی ضمانت فراہم کر دی گئی ہے ۔ لہٰذا ان احادیث کا موازنہ روایت قتادہ و عکرمہ سے کرنا طریق علم کے منافی ہے ۔

ایک اور اعتراض کا جواب :-

مصادرہ علی المطلوب کیوں ؟ آپ نے صفحہ ۱۳ پر مصادرہ علی المطلوب کے اعتراض سے بچنے کی ناکام کوشش فرمائی ہے آپ نے اس سلسلے میں کتاب التعریفات کا حوالہ دیا ہے لیکن اس سے آپ کا مطلب

ثابت نہیں ہو رہا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہاں لفظ قیاس استعمال ہوا ہے اور اس کی مثال میں التعریفات کے اندر دو قضیے یعنی دو جملے پیش کئے گئے ہیں "الانسان بشر و کل بشر ضحاک" پھر اس کا نتیجہ "فالانسان ضحاک" نکالا ہے جس سے مصنف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی مراد قیاس سے کم از کم دو قضیوں کا مرکب ہے بلکہ اس سے پہلے خود اسی تعریفات میں ہے "القیاس قول مؤلف من قضایا اذا سلمت لزم عنها لذاتها قول اٰخر کقولنا العالم متغیر و کل متغیر حادث" فانہ قول مرکب من قضیتین اذا سلّمت لزم عنهما لذاتهما العالم حادث۔ (التعریفات ص۸ے طبع ایران) یعنی قیاس وہ قول ہے جو ایک سے زیادہ ایسے قضیوں سے مرکب ہو کہ اگر ان قضیوں کو تسلیم کر لیا جائے تو ان قضیوں کے مجموعے کے مان لینے سے لذاتها دوسرا قول لازم آئے جیسے "العالم متغیر" عالم متغیر ہے "وکل متغیر حادث" اور ہر متغیر حادث ہے کیونکہ یہ قول دو قضیوں سے مرکب ہے اگر ان دونوں کو مان لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ عالم حادث ہے تو معلوم ہوا! آپ نے ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جو دو قضیوں پر مشتمل ہو اور وہ دونوں قضیے آپ کے مخالف کو مسلّم ہوں اور پھر اس سے آپ کا مطلوب و مدعا ثابت ہو رہا ہو، آپ آج تک جس کو مطلوب کہتے رہے وہ کچھ اور ہے اور اس مکتوب میں جو آپ نے اپنا مطلوب لکھا وہ کچھ اور ہے دراصل یہاں چار مطلوب ہیں۔

نمبر۱۔ قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مضاف ذنب سے مراد آپ کا اپنا گناہ ہے (نعوذ باللہ)۔

نمبر۲۔ قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مضاف ذنب سے مراد امت کے گناہ مراد لینا ممکن نہیں۔

نمبر۳۔ قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مضاف ذنب سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اولیٰ امور مراد ہیں۔

نمبر۴۔ قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مضاف ذنب سے مراد ہر گناہ کی نفی ہے۔

ان چار میں سے دو مطلوب ایسے ہیں جو آپ کا مقابل بھی مانتا ہے اور آپ بھی مانتے ہیں اور وہ ایک نمبر۳ مطلوب ہے جو آپ مغفرت ذنب ص۳۸۔۱۱۔۵ پر اور ٹیلی فون پر مجھ سے اپنی ملاقات میں اور اپنے اس جوابی مکتوب کے ص۲۳۔۲۴ پر "عصمت امر مجالیا" کے الفاظ لا کر آپ تسلیم فرما چکے ہیں اور دوسرا نمبر۴ کا مطلوب ہے جسے آپ اپنی تائید میں پیش فرما کر مغفرت ذنب ص۳۹۔۴۰ پر تسلیم فرما چکے ہیں۔ باقی دو مطلوب نمبر۱، نمبر۲ بچ گئے جنہیں آپ نے اولاً اپنی تقریر میں (اور ہمارے اثبات مدعا کیلئے اتنا کافی ہے) اور مغفرت ذنب کے ص۲۲۔۲۸ پر بلکہ ص۳ پر بھی اپنا مطلوب اور دعویٰ قرار دیا ہے اور اسی پر اصرار کئے جا رہے ہیں۔ امت مسلمہ کے محققین اور عشاقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اعتراض آپ کے اسی دعوے پر ہے جن کے بارے میں آپ نے اپنی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے ایک قول گھڑ لیا کہ ہاں میرا گناہ معاف ہوا اور جس کے ثبوت کیلئے آپ قتادہ عکرمہ کی مردود روایت کو آگے لے آئے تھے۔ اب آپ اس سے بھاگ کر ایک نئے مطلوب کی اوٹ میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔

اکہ "ہمارا نتیجہ ہے کہ آیت مبارکہ میں ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے"

جناب والا! آپ کے اس نتیجے میں نہ تو کوئی حصر ہے نہ کوئی قید احترازی ہے جو آپ کے قول کو جمہور اہلسنت سلمہ کے قول سے ممتاز کرتی ہو پھر اس نتیجے پر کسی کو اعتراض کیوں ہو جب تک آپ یہ نہیں فرماتے کہ ذنب کی نسبت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اس ذنب سے مراد خلاف اولیٰ نہیں اور اس ذنب کی نسبت سے مراد سرکار کی عصمت مراد لے کر آپ سے گناہ کی بالکلیہ نفی مراد نہیں اور اس ذنب کی نسبت آپ سے ہونے سے مراد حقیقتاً امت سے نسبت گناہ کی نفی نہیں، جب تک آپ یہ قیود نہ لگائیں اس وقت تک یہ جملہ آپ کے مقصد کو پورا کرنے کیلئے کافی نہیں اور نہ آپ کے مدمقابل کو اس سے نقصان اور ضرر، اور چونکہ آپ خود بھی خلاف اولیٰ اور عصمت یعنی کلی نفی کے معنے کو مانتے ہیں۔ لہذا کسی ایک معنی میں آپ حصر نہیں کر سکتے اگر آپ اپنے مقابل فریق سے اختلاف چھوڑ بیٹھے ہیں تو چلئے چھٹی ہوئی ورنہ آپ کا یہ نتیجہ آپ کے مقصد کی وضاحت ہی نہیں کرتا اور پھر یہ کہ یہ نتیجہ بھی اگر دیکھا جائے تو مصادرۃ علی المطلوب سے خالی نہیں تفصیل اس کی یہ ہے (1) آیت مبارکہ "لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک" میں ذنب کی اضافت بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے (بالبداھۃ) (2) اور ذنب کی اضافت سے مراد ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ ذنب کی نسبت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف ہے

لیجئے صاحب! آپ کا نتیجہ قیاس کے پہلے جزء کا عین ہے کیونکہ اضافت اور نسبت کا یہاں ایک ہی معنیٰ ہے۔ جس طرح آپ کی مسلمہ کتاب التعریفات سے پیش کردہ مثال میں انسان اور بشر کا معنی ایک ہے لہذا اگر اپنے مسلمہ نتیجہ کا وہ معنی مراد لیں جو آپ کے مدمقابل کو مسلم ہے تو آپ دلیل لانے کی صعوبت سے چھوٹے ورنہ یہ ہے مصادرۃ علی المطلوب جو آپ کے سر ہے،

ثانیاً: اب آپ اپنے پہلے معنیٰ کی جانب آیئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذنبک سے مراد حضور کے گناہ ہیں جو معاف ہوئے اور حدیث غُفِرَ لی وہ اقوال صحابہ غفرلک اللہ میں حضور کے گناہ مراد ہیں اور حدیث اور اقوال صحابہ کو آپ قیاس میں اولیٰ قرار دیتے ہیں اور آیت سے اثبات گناہ کو نتیجہ، تو عبارت یوں بنے گی احادیث اور اقوال صحابہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مضاف ذنب سے حضور کے گناہ مراد ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آیت لیغفر میں ذنبک سے مراد حضور کے گناہ ہیں (نعوذ باللہ)

تو جناب عالی! یہ قیاس کہاں ہوا اس میں تو دو قضیے ہی نہیں اور جب دو قضیے ہی نہیں تو نتیجہ کیسے نکلا نتیجہ تو قیاس سے نکلتا ہے جیسا کہ آپ کی پسندیدہ کتاب التعریفات سے بندہ نقل کر آیا ہے، کیا اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ آپ نے تعریفات کی عبارت کو سمجھے بغیر نقل کر ڈالا یا سمجھ کر مغالطہ دینے کی کوشش کی

ہاں ایک صورت ہے جو شاید آپ کی مراد ہو اور وہ یہ کہ (1) احادیث و آثار میں ذنب کی اضافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پائی گئی۔ اور (2) احادیث و آثار میں ذنب مضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد (معاذ اللہ) نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گناہ ثابتہ ہیں۔ نتیجہ یہ کہ احادیث و آثار میں ذنب منسوب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گناہ ثابتہ ہیں۔

(مگر یہاں نتیجہ جزءِ قیاس کا عین ہے) ۔ اسی طرح یہ کہ ① قرآن مجید میں آیت "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" میں ذنب منسوب الی النبی ہے ② اور آیۃ مذکورہ سے مراد گناہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے (معاذ اللہ) اثبات ہے (نتیجہ) آیۃ مذکورہ سے مراد گناہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اثبات ہے (معاذ اللہ) مگر یہاں بھی نتیجہ جزءِ قیاس کا عین ہے اسی طرح یہ کہ ① قرآن مجید، احادیث و آثار دلائل شرعیہ میں سے ہیں۔ ② اور دلائل شرعیہ میں ذنب منسوب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ③ دلائل شرعیہ میں ذنب منسوب الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونے والے گناہ کا اثبات ہے۔ نتیجہ: دلائل شرعیہ میں ذنب منسوب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونے والے گناہ کا اثبات ہے۔ اور یہاں بھی نتیجہ جزءِ قیاس کا عین ہے اب آپ ان میں سے جو صورت بھی اختیار کریں، آپ کی مرضی ہے لیکن ہر صورت میں مصادرہ علی المطلوب کی بدصورتی آپ کے قیاس سے جدا ہونے کو تیار نہیں۔

آپ کیلئے ایک اور طریقہ بھی ہے لیکن اس سے قبل غور فرمائیں کہ احادیث ہوں یا آثار صحابہ یا قول عیسیٰ علیہ السلام سب جو غُفِرَ غُفِرَ کہہ رہے ہیں ان کے اس دعوی کا منشا کیا ہے؟ انہیں کیسے معلوم ہوا کیا ذاتی علم ہے؟ یہ تو آپ نہیں کہہ سکتے تو ظاہر ہے کہ تمام احادیث و آثار کے قائلین و متکلمین خواہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا صحابہ کرام سب کو علم تو اسی آیت سے ہوا تو ان تمام احادیث و آثار کے قول کا لازم یہ ہوا کہ قرآن مجید میں مغفرت ذنب مذکور ہے، تو اب قیاس یوں ہوگا کہ ① احادیث و آثار میں قرآن سے اخذ کرکے مغفرت للنبی مذکور ہے ② قرآن، حدیث و آثار میں مغفرت ذنب النبی سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آپ کے اپنے گناہ کا اثبات ہے۔ (نتیجہ) یہ کہ آیت قرآن لیغفر الآیۃ میں مغفرت ذنب النبی سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آپ کے اپنے گناہ کا اثبات ہے۔

صاحبزادہ صاحب! غور فرمائیں یہ قیاس اور نتیجہ لائے بغیر آپ کو ان احادیث و آثار سے کچھ ملتا ہے اور اگر اس کے بغیر یہ نتیجہ نہیں ملتا تو حضور والا یہ نتیجہ قیاس کے کبریٰ کو لازم ہے یا عین کبریٰ ہے جسے آپ کی تعریف نے مصادرہ قرار دے دیا کیونکہ آپ لازم کی بات بھی کر چکے ہیں چنانچہ آپ کی تعلیقات میں ہے "او یلزم النتیجۃ من جزء القیاس" ص۹۵ تعلیقات طبع ایران ۔ اور اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ یہاں احادیث و آثار کا لازم معنی آیت مذکورہ ہے یا دوسرے لفظوں میں بعینہ یہ آیت مراد، لہٰذا پورا نتیجہ بعینہ قیاس کا کبریٰ یا اس کا لازم ہوا ۔ اور یہی ہے مصادرہ علی المطلوب جو آپ کے تعاقب میں ہے، اور ہو سکتا ہے کہ آپ شقِ دوم کو اختیار کریں کہ آیت قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مضاف ذنب سے مراد امت کے گناہ مراد لینا ممکن نہیں اگر آپ اسے بھی نتیجہ قرار دیں تو بھی آپ کا قیاس طرح ہوگا کہ احادیث و آثار میں

ذنب کی اضافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے نتیجہ یہ کہ آیت قرآن میں لفظ ذنب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے گناہ مراد لینا ممکن نہیں، مگر پہلی بات یہ ہے کہ قیاس کے دو قضیے کہاں گئے اس کے بغیر کہاں قیاس اور کیسا نتیجہ - ہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ :-

م۱ احادیث و آثار میں مغفرت ذنب مضاف الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے -

م۲ اور مغفرت ذنب مضاف الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد امت کے گناہ کی مغفرت نہیں

نتیجہ = احادیث و آثار میں مغفرت ذنب مضاف الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد امت کے گناہ کی مغفرت نہیں -

یا

م۱ . آیت لیغفر لک میں ذنب منسوب الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے -

م۲ - اور اس ذنب منسوب الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے امت کے گناہ مراد نہیں -

نتیجہ ، آیت میں ذنب منسوب الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد امت کے گناہ نہیں -

یا

م۱ بعض دلائل شرعیہ (قرآن وحدیث و آثار) میں ذنب منسوب الی النبی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

م۲ اور اس ذنب منسوب الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد امت کے گناہ نہیں -

نتیجہ ، بعض دلائل شرعیہ (قرآن وحدیث و آثار) میں ذنب منسوب الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد امت کے گناہ نہیں -

لیکن ان تینوں شکلوں میں پورے کا پورا نتیجہ بعینہ آپ کے قیاس کا جزء ہوگا جسے آپ کی تعریف کی روشنی میں مصادرہ علی المطلوب کہتے ہیں، اور ہاں ایک صورت اور بھی ہے اور وہ یہی کہ احادیث و آثار میں غفر لک کی بنا ء قرآن مجید کی یہ آیت ہی ہے - لہٰذا احادیث و آثار سے جو مغفرت ذنب ثابت ہوئی وہ بعینہ وہی ہے جو قرآن مجید میں ہے، اس لئے آپ اپنی سہولت کی خاطر چاہیں تو قیاس یوں بھی کر سکتے ہیں کہ

م۱ احادیث و آثار میں مغفرت ذنب قرآن سے ماخوذ ہو کر مضاف الی النبی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) -

م۲ اور قرآن میں مغفرت ذنب مضاف الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد امت کے گناہوں کی مغفرت نہیں -

نتیجہ ، قرآن میں مغفرت ذنب مضاف الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد امت کے گناہوں کی مغفرت نہیں

مگر ظاہر ہے کہ یہاں بھی نتیجہ قیاس کے جزء دوئم کا عین ہے اور یہی مصادرہ علی المطلوب ہوتا ہے جیسا کہ آپ اقرار کر چکے ہیں اور مصادرہ علی المطلوب باطل ہوتا ہے - لہٰذا آپ کا استدلال ان احادیث و آثار سے باطل ہوا - یہ بھی فقیر کے اس پہلے قول کی تفسیر کہ میں نے اسے مصادرہ علی المطلوب کہا تھا - اور اب اس سے بھی واضح تر سنئے - بالبداہت احادیث و آثار کا منشأ قرآن کی یہی آیت ہے کیونکہ نہ کوئی رسول اپنی طرف سے گھڑ کر کچھ کہہ سکتا ہے اور نہ صحابہ نے کچھ گھڑ کر کہا، اسی طرح بالاجماع ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام

زمین پر اتریں گے اور شریعت محمدی کے مطابق عمل کریں گے جو قرآن کے علم کے بغیر نہیں ہو سکتا اور ان سب احادیث میں الفاظ قرآنی کو تسلیم کے انداز میں دہرایا گیا ہے جنھوں کا معمولی رد و بدل اسی تسلیم کا تقاضا ہے تو یوں کہیں بالضرورت احادیث و آثار اس بارے میں موقوف ہیں اس آیت پر۔ اور آپ کہتے ہیں کہ احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے یعنی آیت کا معنی موقوف ہے احادیث کے معنی پر جبکہ احادیث کا معنی موقوف ہے آیت پر تو یہ دور صریح ہوا جو باطل ہے اور اس طرح کی باتیں آپ جیسے امام المعقول سے قطعاً معقول نہیں۔

خلط مبحث کا جواب۔ ایک اور اعتراف

آپ نے آگے چل کر مجھے خلط مبحث کا طعنہ دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ "حقیقت میں یہاں دو علیحدہ علیحدہ بحثیں ہیں ایک بحث تو یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں جو ذنب کا لفظ آیا ہے اس کا ترجمہ گناہ کرنا (بطور تاویل) درست ہے یا نہیں؟ جبکہ دوسری بحث یہ ہے کہ آیت مبارکہ کا ترجمہ یا تفسیر کرتے ہوئے ذنب کی نسبت امت کی طرف کرنا درست ہے یا نہیں۔ یہ احادیث جو فقیر نے پیش کی ہیں پہلے دعوی اور پہلی بحث سے متعلق نہیں"۔

محترم جناب! خلط مبحث میں نے نہیں کیا آپ نے کیا۔ آپ ہی نے دونوں بحثوں کو ملانے کی خاطر ذنب کا ترجمہ گناہ کے لفظ سے کیا پھر اس پر اصرار کرتے ہوئے یہ احادیث پیش کیں۔ آپ کو کیا معلوم کہ تشریح سے آگے بڑھ کر جب معرض استدلال میں آپ نے یہ احادیث پیش کیں۔ تو عشاقان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تڑپ اٹھے، غلامان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے فگار ہوئے انہوں نے جذبات میں آکر آپ پر فتوے دے دیئے، آپ کہتے ہیں وہ اعلی حضرت کو معصوم مانتے ہیں لیکن جناب ان کے فتوی احتیاط سے ہٹ کر سہی مگر وہ آپ کی تکفیر یا تضلیل اس لئے نہیں کر رہے کہ آپ اعلحضرت کو معصوم نہیں مانتے یا آپ اعلحضرت کو نبی نہیں مانتے۔ کسی کے فتوی میں یہ الفاظ آپ نہیں دکھا سکتے وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لفظ گناہ اس کو سمجھ گئے ہیں اور آپ اس پر احادیث و آثار کو دلیل بنا کر نہیں بلکہ اپنی طرف سے ایک حدیث گھڑ کر بھی یہ باور کرا رہے ہیں کہ ہاں حضور کے گناہ تھے اب آپ کو تکلیف ہو رہی ہے کہ میں نے آپ کے اس رخ کے آگے دیوار کھڑی کر دی اب آپ میرے دلائل سے گھبرا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ آیات و احادیث جو آپ نے "مغفرت ذنب" میں پیش کیں ان کا پہلے دعوے اور پہلی بحث (کہ آیات مبارکہ میں جو ذنب کا لفظ آیا ہے اس کا ترجمہ گناہ سے کرنا درست ہے) سے تعلق نہیں۔ عشاقان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا یہ اعتراف مبارک ہو۔

آپ پر بڑا اعتراض تو یہی ہے کاش آپ اس سے توبہ کر لیتے۔ جن بزرگوں کا آپ نے حوالہ دیا انہوں نے جو ترجمہ کیا تاویل نفی ذنب کیا لیکن آپ جب ان احادیث سے استدلال کرتے تھے تو نفی کی بجائے اثبات پر زور صرف کرتے تھے۔

اگر آپ لفظ گناہ کی بجائے یہ کہتے کہ آیت واحادیث میں لفظ ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم (۴۹)
کی طرف ہے امت کی طرف نہیں تو یہ آپ کی طرف سے دوسری بحث کی تعیین ہوتی لیکن آپ نے
لفظ ذنب کی بجائے لفظ گناہ بولکر خود ہی دو بحثیں چھیڑ دیں۔ اس لئے آپ کو اپنے لکھے سے
انکار کرنا پڑا۔ بہرحال چونکہ آپ کا یہ موقف مع آپ کے استدلال کے میرے نزدیک صحیح نہیں تھا۔ اسی لئے
فقیر نے پہلے مصادرہ علی المطلوب اور اب دور کے لزوم کا لفظ بھی بولا یہ الفاظ دونوں بحثوں سے متعلق ہیں
اور اسی بحث کے قطع کیلئے فقیر نے تفسیر جلالین سے آپ کو لفظ "بذنبی وذنبات" کی تفسیر میں یہ دکھایا
کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ذنب صادر کسی اور سے ہوتا اور منسوب کسی بے گناہ کی طرف ہوتا ہے۔ مگر وہ آپ
گول کر گئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس معنی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں ؎

کرکے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ

تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود۔ (حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱۶)

اور اسی دوسری بحث کی قطع کیلئے فقیر نے سورۂ الم نشرح وغیرہ سے استنباط کر کے امت کی مغفرت کی وجہ
لکھی تھی اور اسی دوسری بحث میں آپ کی خطا ثابت کرنے کیلئے فقیر نے تفسیر رازی، تفسیر صاوی، تفسیر روح البیان
اور اس میں امام شعرانی کے ارشاد سے اسی آیت کی تفسیر مغفرت امت سے پیش کی تھی، اور مغفرت امت کا
مطلب بھی پیش کیا تھا جو بے غبار تھا اور وہی مطلب اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ مبارکہ "ذیل المدعا"
ص ۱۰۳ مطبوعہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی پر بیان کیا ہے۔ مگر آپ کی میرے کلام سے تسلی نہیں ہو سکی
کہ شرح صدر تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے میرا نہیں۔ بحث تو صرف یہ تھی کہ مغفرت امت اس آیت سے مراد لینا
ضعیف قول نہیں بلکہ اجلہ علمائے امت اور اساطین ملت اسے متعدد صحیح تفسیروں میں سے ایک صحیح تفسیر
قرار دیتے ہیں آپ کے معتمد شیخ غلام رسول سعیدی صاحب نے جنہیں آپ نے اپنی تقریر میں اپنے خیال میں اس
طرح ظاہر کیا کہ "ساری خدائی ایک پاسے پیر سعیدی ماہی ایک پاسے" بہرحال آپ کے نزدیک وہ جیسے ہوں
آدمی کو اپنی پسند کا اختیار ہے۔ مگر ذی علم طبقہ جو اردو سے آگے بھی پڑھ سکتا ہے وہ ان کی شرح مسلم کی تقلید
نہیں کرتا، رہا یہ امر کہ ان کی شرح مسلم کے متنازعہ مقامات کی تردید کسی نے نہیں کی اور اس سے آپ یہ سمجھ
بیٹھے ہیں کہ علماء آپ کے ان محترم شیخ صاحب کے پیروکار ہیں تو یہ آپ کی بھول ہے پرویز کی کتابیں جدید تعلیم یافتہ ایک
طبقے میں مقبول ہیں کیا آپ نے یا محترم شیخ غلام رسول سعیدی صاحب نے ان کتابوں کا رد لکھا ہے؟ اگر نہیں لکھا اور پھر بھی آپ
پرویز کے پیروکار نہیں جبکہ مولانا غلام رسول تو مسلمان ہیں پھر اگر علماء ان کی کتاب پڑھتے ہی نہ ہوں یا پڑھتے ہوں لیکن
ان کی لغزشات کو غیر صحیح سمجھنے کے باوجود ان کا رد تحریر نہ کیا ہو تو ان علماء کو شیخ غلام رسول صاحب کا پیروکار سمجھنا
آپ کی ابلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے۔ تاہم مولانا نے لفظ گناہ پر اصرار نہیں کیا تھا بلکہ کہا ہی نہیں تھا اس لئے ان کا

اس قدر تعاقب نہیں کیا گیا جس قدر آپ کا کیونکہ یہ انفرادیت آپ کے حصہ میں آئی، برسبیل تذکرہ میں نے یہ بات اس لئے کہہ دی کہ آپ نے اعتراض کیا ہے کہ سعیدی صاحب سے توبہ کیوں نہیں کرائی جاتی، جبکہ شیخ غلام رسول سعیدی صاحب نے جیسا کہ میں نے سنا ہے کہ لفظ گناہ استعمال ہی نہیں کیا نہ انہوں نے اس کیلئے کوئی حدیث گھڑی، نہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کو بے علم کہا۔ نہ مخالف حدیث قرار دیا۔ اور اگر میری یہ شنید صحیح نہ ہو تو بھی سائل نے میرے پاس نہ ان کی تحریر بھیجی نہ میرے پاس ان کی متنازعہ کتاب ہے اس لئے ان کے بارے میں حکم نہیں دیا جا سکتا، بہرحال یہ جملہ معترضہ تھا جو آپ کے شکوہ کی وجہ سے زبان پر آگیا۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ آپ کے معتمد شیخ غلام رسول سعیدی صاحب نے بھی اس آیت کی تشریح میں یہی راہ اختیار کی۔ لکھتے ہیں "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس آیت کے ترجمہ میں فرمایا۔ بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے، تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے خاتم الاولیاء محی الدین ابن عربی نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر ارقام فرمائی ہے"۔ (ضیاء کنز الایمان مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۰۔۴۶)

مزید پر مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں امام رازی، شیخ صاوی اور صدر الافاضل نے افادہ فرمایا "اور تمہاری بدولت مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔" (ضیائے کنز الایمان صفحہ ۴۶)

ملاحظہ فرمایا آپ نے آپ کے معتمد شیخ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ امام رازی اس آیت سے مسلمانوں کی مغفرت مراد لیتے ہیں، لیکن آپ مجھے آنکھیں دکھا رہے ہیں کہ رازی کا یہ قول اپنا نہیں اور اس طرح آپ عین دوپہر کو رات کہہ رہے ہیں۔ آپ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو ایک مولوی کی غلطی ظاہر کرنا چاہتے ہیں رازی کو بھی شاید آپ اسی لپیٹ میں لے لیں لیکن یہ خاتم الاولیاء ابن عربی اور ادھر امام شعرانی ان کی تفسیروں سے بھی آپ مولوی کہہ کر جان چھڑا لیں گے کیا؟ - بحث تو اس آیت کی تفسیر کی تھی جس میں خود آپ بھی متعدد اقوال نقل کر کے انہیں صحیح مان چکے ہیں، آپ کو اگر اعتراض ہے تو بقول آپ کے اس آیت سے امت کی بخشش کے ترجمہ پر۔ لیکن آپ نے خصم کے دلائل سے جھلا کر اس ترجمہ سے قطع نظر امت کی مغفرت پر بھی اعتراض شروع کر دیئے ہیں جیسے وہ اس آیت کے علاوہ بھی کہیں سے ثابت نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے گناہگاروں سے خطاب کا حکم فرمایا کہ آپ انہیں تسلی دلادیں کہ اللہ ان کے تمام گناہ بخش دے گا۔ محل استدلال "یغفر الذنوب جمیعا" کا لفظ ہے اور زور جمیعا کے لفظ پر ہے معنی یہ نہیں کہ بخش سکتا ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ بخش دیتا ہے یا بخش دے گا کیا اب بھی آپ امت کی مغفرت نہیں مانتے تو اور سنیئے،

علامہ سیوطی جن کے ایک رسالہ کو لے کر آپ مغفرت ذنب صفحہ ۴۵۔۴۴ میں امت کی مغفرت پر اعتراض

کر رہے ہیں حالانکہ وہ اپنی مشہور متداول تفسیر جلالین میں ذنبك کا معنی کرتے ہوئے اس رسالہ کے ایک اعتراض کو رد کر چکے اور اس رسالہ کے دوسرے اعتراض کا جواب اپنی مشہور و مقبول کتاب حدیث میں اس طرح دیتے ہیں ملاحظہ ہو کتاب الجامع الصغیر جلد اول ص۶۳ طبع سمندری پاکستان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ امتی ھٰذہ امة مرحومة لیس علیها عذاب فی الآخرة انما عذابها فی الدنیا الفتن والزلازل والقتل والبلایا۔ میری یہ امت رحم فرمائی ہوئی امت ہے جس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کا عذاب دنیا میں فتنے، زلزلے قتل اور بلیات ہیں۔

سیوطی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے جیسے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ابو داؤد طبرانی بمستدرک نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے روایت کیا ہے (الجامع الصغیر ص۶۳ ج۱)

اب یہ فیصلہ کرنا آپ کے ذمہ ہے کہ سیوطی کی پیش کردہ حدیث معتبر ہے یا ان کے رسالے میں ان کا اپنا کلام آپ ماشاء اللہ بہت جرأت مند ہیں مخالفِ حدیث، الاجلی بہت کچھ الفاظ آپ کے پاس رکھے ہیں آپ کہہ سکتے ہیں ورنہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کے جو جملے حدیث سے ٹکرا رہے ہیں۔ وہ مدسوس ہیں پس آپ اس صحیح حدیث کی جو تاویل کریں وہی تاویل امت والے ترجمہ کی سمجھ لیں۔ اب بھی اگر آپ کی تسلی نہ ہوئی ہو تو لے چلتے ہیں آپ کو اس دربار میں کہ آپ کے بقول آپ ان کے نام کا کھاتے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں۔

نزد فقیر عذاب دوزخ موقت باشد یا مخلد مخصوص بکفر ست و بصفات کفر کما سیجیٔ تحقیقہ و اہل کبائر که گناہان ایشان بمغفرت نه آمده اند بتوبه یا شفاعت یا بمجرد عفو و احسان و نیز آن کبائر را بآلام و محن دنیوی پاک نشده اند و سکرات موت مکفر نساخته امید است در عذاب آنها جمعی را العذاب قبر کفایت کنند و جمعی دیگر را باوجود محنتهاے قبر با اہوال قیامت و شدائد آن روز اکتفا فرمایند و از گناہان باقی نگذارند که محتاج بعذاب نار گردند کریمہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئك لهم الامن۔ مؤید این معنی است چه مراد از ظلم شرک است والله سبحانه اعلم بحقائق الامور کلها اگر گویند که در جزای بعضی از سیئات غیر کفر عذاب دوزخ نیز آمده است کما قال الله تعالیٰ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءه جهنم خالدا فیها و در اخبار آمده است که کسیکه یک نماز فرض بعمد قضا کند یک حقبه او را در دوزخ عذاب کنند پس عذاب دوزخ مخصوص بکفار نگشت گوئیم که عذاب قاتل مخصوص مستحل قتل ست و مستحل قتل کافر ست کما ذکره المفسرون در سیئات غیر کفر که عذاب دوزخ آمده است از شائبه صفات کفر خالی نخواهد بود مثل استحقاق آن سیئه و عدم مبالات باتیان آن و خوار داشتن اوامر و نواہی شرعیه را در خبر آمده شفاعتی لاہل الکبائر من امتی و در جائے دیگر فرموده امتی امة مرحومة لا عذاب لها فی الآخرة و کریمہ الذین آمنوا

ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن موید این معنی است۔ یعنی حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب ۲۶۶ ج ۱ میں اپنے شیخ زادوں خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کے پاس بعض مسائل کلامیہ میں اپنی تشریح از روئے کشف والہام فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں " فقیر کے نزدیک جہنم کا عذاب کفر اور صفات کفر کے ساتھ مخصوص ہے، خواہ وہ تھوڑے سے وقت کیلئے ہو یا (خلود) ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چنانچہ اس کی تفصیلی تحقیق آگے آرہی ہے، رہے وہ اہل کبائر جنہیں توبہ کی توفیق نہیں ملی کہ نہ توبہ سے ان کے گناہ معاف ہوئے اور نہ ہی انہوں نے شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور نہ وہ مجرد عفو واحسان خداوندی سے بہرہ ور ہو سکے نہ ان کے کبیرہ گناہوں کو دنیا کے دکھوں اور مصیبتوں کے ذریعے مٹایا گیا نہ سکرات موت کی سختیوں کے ذریعے مٹایا گیا تو امید یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ کی تعذیب میں عذاب قبر پر اکتفا کر لیا جائے گا اور ان میں سے دوسرے گروہ کے بارے میں قبر کی مصیبتوں کے ساتھ یوم قیامت کی گھبراہٹوں اور شدتوں کو ملا کر اسی پر اکتفا کر لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کے گناہ باقی نہیں رہیں گے کہ انہیں جہنم کے عذاب کی ضرورت پڑے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے کہ فرمایا الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن الآیۃ۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے ملتبس نہیں کیا یہ وہ ہیں جن کیلئے پوری بے خوفی ہے، کیونکہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کل حقائق امور کو بہتر جانتا ہے، پھر اگر یہ کہا جائے کہ کفر کے علاوہ بعض برائیوں کی سزا میں جہنم کے عذاب کی دھمکی نصوص میں وارد ہوئی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا " جو مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم میں خلود ہے " اور احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا کہ جو ایک نماز جان بوجھ کر چھوڑ دے وہ جہنم میں حقب کی مدت رہے گا تو معلوم ہوا کہ عذاب جہنم کافروں سے مخصوص نہیں (مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ) اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ قاتل کے بارے میں جو نص وارد ہوئی وہ قتل کو حلال سمجھنے والے کے ساتھ مخصوص ہے اور مستحل قتل کافر ہے۔ چنانچہ مفسرین نے اس بات کو بیان کیا ہے اور کفر کے علاوہ دوسری برائیوں کے بارے میں جو جہنم کی وعیدیں وارد ہوئیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ برائیاں ایسی ہیں کہ ان میں صفت کفر کا شائبہ پایا جاتا ہے مثلاً اس برائی کو معمولی اور چھوٹا سمجھنا اور اس کے ارتکاب کی پرواہ نہ کرنا اور شریعت کے اوامر ونواہی کو حقیر سمجھنا۔ ہماری تائید میں یہ بات حدیث میں وارد ہوئی کہ میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے بارے میں ہے اور ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا میری امت رحم کی ہوئی امت ہے اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ " جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے ملتبس نہ کیا وہی ہیں جن کیلئے پوری بے خوفی ہے " یہ بھی ہمارے اس معنی کی تائید کر رہا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔

[ترجمہ مکتوبات امام ربانی فارسی جلد اول صفحہ ۳۲۷ مکتوب نمبر ۲۶۶ - المنتخبات من المکتوبات عربی صفحہ ۸۴]

(49)

تفسیروں میں اختلاف بھی حق ہوتا ہے۔

محترم المقام ! کیا یہ عجیب بات نہیں کہ آیت لیغفر کی تفسیر میں آپ کئی اقوال نقل کرتے (آپ کی کیسٹ اور امر کی آواز سنیں) ہیں وہ ایک دوسرے سے جتنے مختلف ہوں آپ ان سب کو حق بھی قرار دیتے ہیں۔ پھر اگر کوئی دوسرا ان اقوال کے علاوہ کسی اور تفسیر کو بھی ان اقوال سمیت حق قرار دے دے تو آپ اس کے پیچھے ڈنڈا لیکر پڑ جاتے ہیں مثلاً آپ ہی نے متنازعہ تقریر میں یہ فرمایا جو آپ کی کیسٹ میں ہے کہ (1) لیغفر لک اللہ سے فطری قصور مراد ہے گناہ مراد نہیں نمبر ۳ میں آپ نے کہا کہ ایک قول یہ ہے کہ حق عبادت سے قصور مراد ہے بڑا گناہ نہیں نمبر ۵ میں آپ نے کہا کہ تعلیم امت کیلئے استغفار کیا لیکن نمبر ۶ میں یہ کہا کہ گناہ تو نہیں تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے لئے گناہ سمجھا نمبر ۷ میں آپ نے یہ کہا کہ اظہار بندگی کیلئے استغفار کیا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ کہیں آپ نے نقل کیا کہ عزت افزائی ہے گناہ کوئی نہیں۔ اب آپ کہیں عزت افزائی قرار دیتے ہیں تو کہیں تعلیم امت کیلئے اور کہیں یہ بھی نہیں بلکہ اظہار بندگی کیلئے کہیں یہ نقل کیا کہ غیر گناہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہ نظر آیا اور کہیں کہا کہ بڑا گناہ نہیں کیا اور اس کا مقصد آپ کو آتا ہوگا اور کہیں شکر نعمت سے فطری عجز اور فطری قصور مراد لے لیا یہ سارے قول آپ کے خیال میں ایک آیت کی تفسیر میں جمع ہو سکتے ہیں جبکہ خصوصاً نمبر ۲ نمبر ۵ کے صریحاً خلاف ہے اور باقی نمبروں کے بھی لیکن یہ سارے قول آپ جمع کر گئے اور اسی طرح آپ نے خلاف اولیٰ کے قول کو بھی جمع کر لیا لیکن جب امت کی بخشش کے قول کو پیش کیا گیا تو آپ ایک دم بھڑک اٹھے حالانکہ آپ کے کلام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک آیت کی تفسیر میں مفسرین کے بسا اوقات کئی قول ہوتے ہیں اور ان میں سے بسا اوقات متعدد اقوال کو رد نہیں کیا جاتا آپ کا فریق مقابل بھی یہی کہتا ہے مگر اس پر آپ "نہ مانوں" کا شور مچا دیتے ہیں حالانکہ آیات کی تفسیر میں اختلاف صحابہ کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں (جو اب تک آپ کو بہت سچی لگ رہی تھی اب شاید سچی نہ لگے) یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح کا آپ کیا مطلب سمجھتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ شہروں اور محلات کی فتح مراد ہے حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے فرمایا کہ آپ کیا کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آپ کی وفات کی خبر اور وقت بتادیا گیا ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے بدری صحابیوں کے ساتھ ملا لیا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ان میں سے بعض نے اپنے جی میں اس بات کو محسوس کیا تو حضرت عمر سے فرمایا اسے ہمارے ساتھ کیوں اندر بلاتے ہیں جبکہ اس کی مثل ہمارے بیٹے ہیں حضرت عمر نے فرمایا بیشک وہ (از روئے نسب) وہ ہے جیسے تم جانتے ہو

پھر ایک دن آپ نے حضرت ابن عباس کو بلا کر بدری صحابہ کے ہمراہ (مجلس خاص) میں بٹھایا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے یہی سمجھ آئی کہ اس دن انہوں نے مجھے صرف اس لئے بلایا تاکہ انہیں میرا مرتبہ دکھائیں حضرت عمر نے فرمایا آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول اذا جاء نصر اللہ والفتح میں کیا کہتے ہیں، تو بعض نے کہا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد بیان کریں پھر اس سے بخشش چاہیں جب وہ دشمنوں پر ہماری مدد فرمائے اور ہمیں ملک فتح کر کے دے اور بعض صحابہ کچھ نہیں بولے، پھر مجھ سے فرمایا عباس کے بیٹے کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو تو میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو تو میں نے کہا کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا (اور یہاں) جزا مقدر ہے تو فرمایا جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے تو یہ علامت ہے آپ کی وفات کی تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں بے شک وہ ہمیشہ سے رجوع با رحمت فرمانے والا ہے تو حضرت عمر نے فرمایا میں بھی اس سورہ کی تفسیر سے سوائے تمہارے قول کے کچھ نہیں جانتا (بخاری ج ۲ ص ۷۴۳)

محترم المقام! ملاحظہ فرمائیے یہاں ایک ہی آیت ہے اور اس کی تفسیر میں بدری صحابہ اختلاف فرما رہے ہیں ان کے دو قول ہیں اور دونوں قولوں کا ظاہری لفظی ترجمے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ظاہری لفظی ترجمہ یہ ہے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جب یہ علامتیں ظاہر ہو جائیں تو آپ استغفار کریں لیکن بدری صحابہ کہتے ہیں کہ امت کو حکم دیا گیا ہے کہ جب فتوحات ملکی ظاہر ہوں تو امت استغفار کرے بخاری شریف کے ان لفظوں پر غور فرمائیں فقال بعضهم امرنا ان نحمد الله یہاں ان صحابہ نے یہ کہا کہ استغفار کا خطاب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد حضور نہیں بلکہ امت ہے اور مقصد یہ ہے کہ جب ہمارے لئے فتوحات ہوں تو ہم بکثرت استغفار کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مقصد یہ نہیں کہ جب ہمارے لئے فتوحات ہوں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے وقت وفات کے قریب آنے کی خبر دی گئی ہے جبکہ اسی بخاری شریف میں اس سے پہلے صفحہ پر ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز نہیں پڑھی جس میں آپ نے سبحانک اللھم وبحمدک ... اللھم اغفرلی نہ فرمایا ہو، اب دیکھئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سورۃ کی وجہ سے تسبیح، حمد اپنے لئے استغفار نماز میں پڑھتے تھے بدری صحابہ میں سے بوڑھے بوڑھے حضرات یہ فرما رہے ہیں کہ یہ تو ہمیں استغفار کا حکم ہے۔ محترم! نہیں تھے آپ وہاں ورنہ آپ فوراً اسٹیج سنبھال لیتے کہ اے بدری صحابہ آپ نے غلطی کی اور آپ نے اپنی لاعلمی سے حدیث رسول کی مخالفت کی شاید آپ اب بھی کہہ دیں مگر بھائی ہمارے اندر تو یہ ہمت نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ بدری صحابہ کہہ رہے ہیں کہ اس میں تو ہمیں کہا گیا کہ جب ہمیں فتوحات

ملیں تو اللہ کی پاکی بولو اور استغفار کرو جبکہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس فرما رہے ہیں کہ یہ
فتوحات کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرمایا گیا ہے اور مقصد حضور سے یہ کہنا ہے کہ دین
کی فتوحات کے ساتھ ہی آپ کا تبلیغ کا کام پورا ہوا اب آپ کے تشریف لے چلنے کا وقت
آ گیا ہے تو جناب والا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ تینوں مختلف تفسیریں ہیں اور تینوں صحیح
ہیں با ادب کسی کسی ایک تفسیر کو بھی رد نہیں کر سکتا تو پھر آیت لیغفر میں مغفرت امت
کی تفسیر کے خلاف آپ کے بپھرنے کا کیا جواز ہے ؟ کہ اسی طرح تقریر میں آپ جہاں تقریباً
بیس منٹ تک آپ یہ کہہ رہے تھے کہ حضور کا کوئی گناہ نہیں، کوئی گناہ نہیں پھر آپ اس
قدر بپھرے کہ یہ کہہ دیا کہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بکثرت قیام عبادت فرمانے
لگے تو صحابہ نے کہا کہ حضور آپ کے گناہ معاف ہو چکے تو آپ نے اپنی طرف سے ایک جملہ کہہ دیا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے کہ میرے گناہ معاف ہو گئے حالانکہ آپ اگر چاہتے تو وہاں
اور دیگر تمام احادیث بشمول قول عکرمہ میں یہ معنی بھی کر سکتے تھے کہ صحابہ نے کہا حضور مبارک ہو
آپ کا تو گناہ ہی نہیں ہے جیسا کہ بخاری کے حاشیہ پر قسطلانی شرح بخاری سے لکھا ہوا تھا کہ ھنیئاً لا اثم
فیہ یعنی ھنیئاً کا معنی یہ ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں اور مریئاً کا معنی ہے کہ اس میں
کوئی تکلیف اور عذاب نہیں، اور اگر آپ نے اس روایت سے گناہ ہی سمجھا تھا اور اس روایت کو
صحیح بھی سمجھا تھا تو پھر بھی آپ کیلئے طریق ادب اختیار کرنا بہتر تھا اور سلف صالحین کے طریقہ پر چلتے ہوئے
آپ اسے رد کر سکتے تھے جیسا کہ بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۸۵ پر یہ روایت لایا کہ حضرت عباس نے حضرت
عمر سے حضرت علی کے بارے میں کہا کہ یا امیر المؤمنین! "اقض بینی وبین الظالم" میرے
اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے اور یہ روایت مسلم ج ۲ صفحہ ۹۰ پر بھی ہے اور اس میں کاذب، خائن
غاصب، غادر کے الفاظ ہیں تو حضور والا ! یہ بخاری شریف بلکہ متفق علیہ کی اصطلاح والی روایت ہے
اس میں ایک صحابی احد من العشرۃ المبشرۃ یعنی سیدنا علی ابن طالب کو گالی دے رہے ہیں، اس سے
یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر حضرت عباس سچے ہیں تو معاذ اللہ حضرت علی ظالم وغیرہ ٹھہرے اور اگر
حضرت علی ظالم وغیرہ نہیں تو معاذ اللہ حضرت عباس جھوٹے ٹھہرے اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے
مازری نے کہا ھذا اللفظ لایلیق بالعباس وحاشا علی من ذلک فھو سھو من رواۃ۔
شارح بخاری ومسلم قاضی عیاض نے مازری سے نقل فرمایا کہ یہ بات حضرت عباس کے لائق نہیں اور حضرت علی کی
شان تو بہت بعید ہے کہ ان میں ان صفات میں سے کل اوصاف تو ایک طرف کوئی ایک صفت بھی
پائی جائے ہم عصمت کا یقین سوائے نبی کریم کے کسی کیلئے نہیں رکھتے لیکن ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر حسن ظن رکھیں اور ہر رذیل اور بری بات کی ان سے نفی کریں اور جب روایت کی تاویل کے راستے بند ہو جائیں تو ہم اس کے راویوں کو جھوٹا کہیں گے امام نووی شافعی شارح مسلم نے بھی مازری اور قاضی عیاض کا یہ فیصلہ نقل کر کے سالم رکھا۔ عزیز من! اگر صحابہ کرام کے بارے میں اس طرح کی صریح گالیاں بخاری و مسلم میں مل جائیں تو سلف صالحین اگر تاویل کی راہ نہ پائیں تو بخاری و مسلم کے راویوں کو جھوٹا کہہ دیتے ہیں حالانکہ ان کا جھوٹا ہونا کتب الرجال میں نہیں ہوتا اور آپ کا حال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جن کی عصمت ہمارا عقیدہ ہے آپ اثبات گناہ کیلئے بخاری کی ایسی روایات کا سہارا لیتے ہیں جسے بخاری نے رد کر دیا مسلم نے روایت ہی نہیں کیا، معلوم نہیں کہ آپ مغالطہ کھاتے ہیں یا مغالطہ دیتے ہیں کہ بخاری و مسلم دونوں کے صحیفے درج کر دیتے ہیں پھر وہ روایت ایسے راوی کی ہے جس کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ سعید ابن مسیب جیسے جلیل القدر تابعی نے اسے جھوٹا کہا ہے لیکن آپ اس راوی کی عصمت کا پہرہ دیتے ہیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کیلئے گناہ کا لفظ بولنے کی آپ کو گنجائش مل سکے۔ سلف صالحین سے آپ کا طریقہ کس قدر مختلف ہے! "ترسم کہ بکعبہ نرسی اعرابی کیں راہ کہ تو میروی بترکستان ست" اور یہ دیکھئے آپ کے معتقد شیخ غلام رسول اپنی کتاب ضیائے کنز الایمان میں ۱۹۸۶ء میں لکھ چکے اور اس کی آج تک آپ سمیت کسی سنی نے تردید نہیں کی تو بقول آپ کے آپ سمیت سب ان کے متبع ہوئے وہ لکھتے ہیں "بحث اس بات میں نہیں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے خلاف اولیٰ افعال صادر ہوئے یا نہیں گفتگو اس میں ہے کہ ان افعال پر خطا یا گناہ کا اطلاق درست ہے یا نہیں۔ (ضیائے کنز الایمان ص ۴۱)

پھر لکھتے ہیں لیکن جب آپ عام اردو خواں لوگوں کے ہاتھوں میں ذنب کا ترجمہ گناہ کے ساتھ اور نبی کے افعال پر گناہ کا اطلاق کر کے پیش کریں تو کیا وہ بھی ان باریکیوں تک پہنچ سکیں گے، وہ تو صاف اور سیدھے سادے طور پر یہی سمجھیں گے کہ نبی سے بھی گناہ صادر ہوتے رہے ہیں اور جب عام لوگوں کے ذہنوں میں نبی کیلئے بھی گناہ ثابت ہو جائیں تو بتلائیں کہ انہیں نیکی پر کیسے آمادہ کیا جائے گا اسی طرح جب مستشرقین اور غیر مسلم معترضین کے ہاتھوں میں آپ کے یہ تراجم پہنچیں گے تو کیا حضور کو گنہگار ثابت کرنے کیلئے آپ کے ان تراجم کی سند انہیں کافی نہیں ہوگی "فاعتبروا یا اولی الابصار"۔ (ضیائے کنز الایمان ص ۴۱-۴۲)

محترم جناب! کچھ سمجھے آپ کہ ہمیں آپ سے اختلاف کیوں ہے۔ اختلاف اس بات پر نہیں کہ آپ ذنب کا معنی خلاف اولیٰ لیتے ہیں بلکہ اختلاف اس بات پر ہے کہ آپ خلاف اولیٰ پر گناہ کا اطلاق کرتے ہیں اور پھر وہ بھی ترجمے اور تفسیر کی حد تک نہیں اگرچہ وہ بھی صحیح نہیں بلکہ آپ اپنی طرف سے ڈرامہ بنا کر مکالمے گھڑتے ہیں اور اس میں لفظ گناہ بولتے ہیں جب کوئی آپ کو پکڑتا ہے تو آپ جھٹ سے یوں کہہ دیتے ہیں لفظ گناہ سے میری مراد خلاف اولیٰ ہے اور دیگر وہ معانی ہیں جو مختلف تاویلات میں مذکور ہوئے۔

لیکن امت کو تکلیف اس بات سے ہوتی ہے کہ آپ خلاف اولی کیلئے اور اس (53)
چیز کیلئے جسے آپ کہتے ہیں کہ کوئی گناہ نہیں جیسا کہ آپ کی کیسٹ میں ہے ان چیزوں
پر آپ گناہ کا اطلاق کر کے بطور اثبات اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں
پھر آپ کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ وہی عصمت ہے جو قول خیار امت کا ہے کیا آپ اپنے
عقیدہ کی لاج رکھتے ہوئے توبہ کے دو لفظ بول کر اپنے ہم عقیدہ خیار امت کو راضی نہیں کر سکتے صرف
اپنے مد مقابل کی ضد میں خیار امت کو ایذا پہنچانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ آپ گناہ کی نفی بھی کرتے
ہیں پھر اثبات گناہ بھی کرتے ہیں جب آپ پر جمع بین النقیضین کا مواخذہ ہوتا ہے تو آپ کہتے ہیں میری
مراد ترک اولی ہے۔ حالانکہ یہی تو ہم کہہ رہے ہیں۔ کہ ترک اولی فی الحقیقت غیر گناہ ہے جو کہ گناہ کی نقیض ہے
آپ ترک اولی کو گناہ کہیں یا گناہ کی نفی کر کے گناہ کا اطلاق کریں جمع بین النقیضین ہر طرح ثابت ہے
ترجمہ سے ہٹ کر جہاں بھی آپ نے ایسا کیا ہے اور آپ کا یہ جواب آپ کا اعتراف ہے آپ نے ایسا کیا ہے
وہیں آپ نے غلطی کی ہے یہ اور بات ہے کہ کبیرہ بعد البعثت کی تصریح نہ ہونے کی وجہ سے میرے
نزدیک آپ کی تکفیر و تضلیل نہ ہو سکے لیکن خود آپ کے قول سے تو ہوگی اور آپ کے اپنے فتوے سے
آپ پر تکفیر عائد ہوگی کیونکہ آپ نے مغفرت ذنب ﷺ پر لکھا ہے اور یہ ایسا عقیدہ ہے جس پر
سلف و خلف کا اجماع ہے اور صحابہ کرام سے لے کر آج تک مجھ گنہگار سمیت ہر مسلمان کا یہی عقیدہ
ایمان اور یقین ہے مغفرت ذنب ﷺ۔ اب آپ ہی فرمائیے اگر اجماع ہے تو آپ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے گناہ کا لفظ بول کر اجماع کے منکر ہوئے یا نہیں؟ اجماع کے منکر کا کیا حکم ہے
اور اگر اجماع نہیں تو آپ غیر اجماعی مسئلے کو اجماعی کہہ کر کیا عقیدے میں افتراء کے مرتکب نہیں ہوئے؟
تعجب ہے کہ آپ مجھ سے یہ پوچھنے نکلے حالانکہ "وتلک شکاۃ ظاہر عنک عارھا"۔ بہرحال کچھ
بھی ہو توبہ آپ پر ضروری ٹھہرتی ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نہ صورۃً بلکہ حقیقتاً
لفظ گناہ بول لیتے ہیں پھر آپ گنہگار نہ ہوں اور معصوم رہیں یہ بات باعث تعجب ہے۔ آپ کہتے
ہیں کہ میرے دل میں یہ نہیں تھا اور یہ تھا ٹھیک ہے ہم نے تو آپ کے دل کو دیکھا نہیں ہم تو جو لفظ
آپ سے سنتے ہیں اس کے بارے میں غور کر رہے ہیں۔ سینوں کی بات اللہ جانتا ہے البتہ آپ
بقلم خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی بات جان لیتے ہیں یہ آپ ہی کا مرتبہ ہے۔ آپ توبہ نہ کیجئے
اور بولتے جائیے جتنا زیادہ بولیں گے اتنا زیادہ پھنسیں گے آپ کے بنیادی اعتراضوں کا جواب
بحمد اللہ فقیر نے پوری طرح لکھ دیا ایک دو باتیں وہ ہیں جن کا جواب ضمناً گزر چکا ہے

لیکن ذرا تھوڑی سی اس میں تفصیل کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا -

آپ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ اگر امت کی بخشش ہو گئی ہے تو وہ حساب شروع کرانے کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام کے دروازوں پر کیوں جائیں گے، میں نے عشرہ مبشرہ سے معارضہ کیا تھا تو آپ نے انہیں نکالنے کیلئے ایک حدیث نمبر ۷ میں پیش کی ہے کہ شہید اپنی تلواریں گلے میں لٹکائے عرش کے گرد حاضر ہوں گے مگر اس روایت میں لفظ عشرہ مبشرہ نہیں جبکہ شہدا سے مراد مقتولین فی سبیل اللہ ہیں اور بعض عشرہ مبشرہ مثلاً صدیق اکبر ابو عبیدہ بن جراح مقتولین فی سبیل اللہ نہیں تو دلیل اور دعویٰ میں مطابقت نہ پائی گئی، اسی طرح آپ نے قرآن مجید کی آیت "من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منھا وھم من فزع یومئذ آمنون" کو اپنی دلیل سمجھا کہ جو شخص نیکی لایا اس کے لئے اس سے بہتر صلہ ہے اور ان کو اس دن کی گھبراہٹ سے امان ہے، جب ایک نیک عمل والے کی یہ شان ہے تو محترم جناب بقول آپ کے یہ آیت ہر اس شخص کیلئے ہے جس نے ایک بھی نیک عمل کیا ہو (تو صرف عشرہ مبشرہ نہیں بلکہ سارے مومن مراد ہوئے) تو دلیل عام ہوئی اور دعویٰ خاص ہوا - لہٰذا دلیل و دعویٰ میں مطابقت نہیں علم مناظرہ کی مشہور کتاب رشیدیہ آپ نے سبقاً پڑھی ہو گی بلکہ شاید پڑھائی ہو گی اس میں اس طرح کے موقع پر کہتے ہیں تقریب تام نہیں علاوہ ازیں آپ نے دلیل لکھ تو دی مگر آپکو یہ پتہ نہیں چلا کہ یہ آپ کی دلیل ہے یا آپ کے خلاف کیونکہ ایمان نیکی ہے تو جو شخص ایمان لایا ہے کہ اگرچہ باقی سب گناہ ہی گناہ ہوں لیکن بہر حال اس کی ایک نیکی تو ہے ہی اور آپ کی پیش کردہ آیت قرآنی سے اس دن ان کو گھبراہٹ سے امان ہے اور آپ کے نزدیک اس گھبراہٹ سے امان کا مطلب یہ ہے کہ وہ انبیاء کے پاس نہیں جائیں گے تو نتیجہ یہ نکلا کہ پوری امت کے مومنین چاہیے ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوں کہ سوائے ایمان کے ان کی کوئی نیکی نہ ہو وہ آپ کی تشریح کے مطابق کسی نبی کے پاس نہیں جائیں گے کہ ہم لوگوں کو نجات دلائیے - تو آپ کے اعتراض کا آپ ہی کی زبان سے جواب ہو گیا کہ امت مصطفویہ کہیں نہیں جائے گی - وللہ الحمد - اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس کے علاوہ ہے کہ اولئک لھم الامن ہر مومن کیلئے پوری بے خوفی ہے جیسا کہ مکتوب ۲۶۶ سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں - فللہ الحجۃ البھتۃ -

دیگر - آپ نے لیدخل المومنین والمومنات کو امت کی خصوصیات سے نکال دیا ہے حالانکہ یہ آیت محل مدح و امتنان میں ہے اور مدح اور امتنان خصوصیت کو چاہتے ہیں - آج تک علماء یہی کہتے آئے آپ کی شاید کوئی اور راہ ہو تو ھم من فزع یومئذ آمنون اور اولئک لھم الامن اور ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً اور امتی ھذہ مرحومۃ لا عذاب علیہا فی الآخرۃ ان سب کو بھی خصوصیات سے نکال باہر کریں -

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ہاتھ صاف کریں تاکہ آپ کی زبان کی آن رہ جائے ۔ چونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ضد ایمان سے بھی بیماری ہوتی ہے ۔

رازی کا قول مختار ۔ لگتا ہے آپ کو میری پیش کردہ رازی کی عبارت سخت ناگوار گزری اور آپ نے اسے گلے سے نکالنے کیلئے کئی ورق سیاہ کر دے اور نتیجہ یہ نکالا کہ رازی نے یہ کہا ہی نہیں مگر حضور! مزہ تو تب تھا کہ آپ میری پیش کردہ رازی کی عبارت نقل کرتے اور پھر اس کے لفظوں کو سامنے رکھ کر جواب دیتے ۔ آپ نے تو جیسے ایم اے پاس کرنے کیلئے مقالہ لکھا تاکہ کون پڑھے گا پیمائش کر کے نمبر دے دیں گے ۔ حالانکہ آپ کی ساری باتیں رازی کی اصل عبارت سے اوپر اوپر گزر گئیں اور یقین کے مقابلے میں احتمالات سے کام چلایا گیا ۔ مگر حضور والا! آپ کے معتمد شیخ غلام رسول سعیدی صاحب نے خاتم الاولیاء محی الدین ابن عربی کے علاوہ امام رازی سے یہی نقل کیا کہ ان کا قول یہی ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں ۔ مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں ۔

نمبر ۲ ، " امام رازی ، شیخ صاوی اور صدر الافاضل سید نعیم الدین رحمہ اللہ نے افادہ فرمایا " اور تمہاری بدولت مسلمانوں کی مغفرت فرمائے " ان صورتوں میں قواعد عربیہ کے مطابق حذف مضاف ہے " (ضیائے کنز الایمان مرتبہ مولانا غلام رسول سعیدی شائع کردہ مرکزی مجلس رضا سنہ ۱۳۹۶ھ)

اب ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرمائیے تفسیر رازی ۔

ہم نے تفسیر رازی مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر طبع جدید غیر ملون سے دو حوالے نقل کئے تھے پہلا حوالہ جز ۲۸ ص [illegible] پر تھا ۔ رازی نے سوال قائم کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ذنب ہی نہیں تھا تو پھر کس چیز کی مغفرت ہوگی اس کے چار جواب دیئے تھے پہلا جواب یہ تھا کہ ماتقدم اور ما تاخر سے مراد مومنوں کے ذنب ہیں یعنی امت کے ذنوب مراد ہیں یعنی رسول اللہ کا حقیقتاً ذنب مراد نہیں ۔

رازی کے الفاظ یہ ہیں احدھا المراد ذنب المومنین ، دوسری عبارت اسی جز ۲۸ کے ص ۲ پر ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس عنوان پر کہ لیدخل المومنین سے پہلے کوئی اور فعل ہونا چاہیئے فرماتے ہیں ایک لیزدادوا ایمانا ہو سکتا ہے اور دوسرا لینصرک اللہ ہو سکتا ہے اور تیسرا لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک ہو سکتا ہے ، ان کی عبارت یہ ہے الثالث قوله تعالى ليغفر لك الله ماتقدم من ذنبك على قولنا المراد ذنب المومن كانه تعالى قال ليغفر لك ذنب المومنين ليدخل المومنين جنات ۔ یعنی تیسری وجہ یہ ہے کہ لیدخل کا تعلق لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک کے فعل لیغفر لک سے ہو سکتا ہے ۔ بر بنا ہمارے قول کے کہ اس آیت سے مراد مومن کا ذنب ہے گویا اللہ تعالی نے یہ فرمایا لیغفر لک ذنب المومنین تاکہ اللہ تعالی آپ کی خاطر مومنوں کے گناہ معاف

معاف کر دے تاکہ مومنوں کو جنت میں داخل کرے (تفسیر فخر رازی جزء ۲۸ صفحہ ۸۲) رازی کی یہ عبارت واضح طور پر کہہ رہی ہے کہ رازی کا قول مختار یہی ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خاطر مومنوں کے گناہ معاف فرمائے ایسے رازی اپنا قول کہہ رہے ہیں اب آپ اپنا حوالہ یاد کیجئے جو آپ نے اپنے مکتوب صفحہ ۱۹-۲۰ میں دیا ہے کہ ایسی جگہوں میں قول کا معنی مذہب ہوتا ہے یعنی رازی کا مذہب یہ ہے کہ آیت کریمہ کا معنی ان کے مذہب میں اور ان کے قول مختار میں یہی ہے کہ اللہ آپ کی خاطر مومنوں کے گناہ معاف کر دے پہلے ہوں یا پچھلے۔

خلاصہ =

① آپ اور سلف صالحین میں بنیادی فرق اثبات گناہ اور نفی گناہ کا نظریہ ہے اس لئے حکم کا فرق ہے۔

② غزالیٔ زماں نے عالم شہادت میں جو کچھ مقدمۃ البیان میں فرمایا اور اصل ترجمہ میں لکھا وہی عالم برزخ میں فرما رہے ہیں مزید یہ کہ البیان میں بریکٹ کی عبارت کو بغیر بریکٹ کے اس کا غلط مطلب آپ نے نکالا ہے جس سے حضرت کا کوئی تعلق نہیں۔

③ عقیدے کے بنیادی فرق کو پیش نظر رکھنے کا جواب دیا گیا نمبر ایک اور نمبر تین ملاکر پڑھیں جو حدیث تعلیماً للامت بہ صورت تعلیم (ذماثہ) کی طرح اس حدیث کے ترجمہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا

④ غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی نسبی اعلیٰحضرت رحمہ اللہ کی شاگردی پھر بھی آپ پر ثابت ہے لاعلمی کا لفظ گالی ہے جو آپ نے اعلیٰحضرت رحمہ اللہ کو دی۔ جو آپ کے والد کے استاد صدر الشریعۃ مولانا امجد علی رحمہ اللہ علیہ کے شیخ اجازت وتبرک وشیخ سلوک وطریقت ہیں حوالہ کیلئے رکن دین (کتاب الحج) جلد چہارم میں اپنے والد گرامی رحمہ اللہ علیہ کے سوالات ملاحظہ فرمائیں۔ اور آپ کے جد امجد رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے استفادہ کر چکے جس کا حوالہ اس سے قبل "الاصلاح بین الاخوان" میں گزر چکا ہے

⑤ اعلیٰحضرت کی بے جا تغلیط کا الزام آپ پر باقی ہے عکرمہ ہمارے اعتراض سے بچ نہیں سکتے کتاب بخاری کا احترام اس میں صحیح احادیث ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ اس کے ضمن میں عکرمہ اور اس جیسے دیگر غیر صحابہ کی بے سروپا حکایات کی وجہ سے دیکھئے بخاری جلد اول صفحہ ۵۴۳ پر بندروں کو رجم کرنے کا بے سروپا واقعہ لکھا ہے جو نہ عمل کیلئے ہے نہ عقیدہ کیلئے۔ بخاری جلد اول صفحہ ۲۹ پر ایک اور تابعی زہری کا عجیب وغریب قول درج ہے کہ کتے کا جھوٹا پانی وضو کے کام آ سکتا ہے۔ لیکن اس طرح کی باتیں حجت نہیں ہوتیں۔ بخاری کی صحیح ثابت حدیث نبوی حجت ہے۔

⑥ روایت پر اعتراض صرف عکرمہ کی وجہ سے نہیں قتادہ کی وجہ سے بھی ہے اور وجہ رد کی بخاری کا اعتراض نقل کرنا قتادہ کی تدلیس، ادراج۔ عکرمہ کا بد مذہب خارجی ہونے کے باوصف ایسی روایت لانا جو خارجی عقیدے کی بظاہر تائید کر رہی ہے کہ رسول کا گناہ ہوتا ہے اور مرسل کا جمہور محدثین کے نزدیک حجت نہ ہونا ہے یہ اور تعلیقات بخاری پر حافظ ابن حجر کا اعتراضات کے جواب سے عاجز آنا آپ کے بیان کو رد کرتے ہیں۔

⑦ آپ کی عقل نہیں مانتی تو یہ اس کے احاطہ علمی کی کمی ہے ورنہ اسماء الرجال کی کتابوں میں بلکہ اصول حدیث کی کتابوں میں بخاری میں خارجی راویوں کی روایت کا اقرار موجود ہے۔ رہا یہ امر کہ عکرمہ کی سب روایتیں جھوٹی ہیں یا نہیں؟

تو عرض ہے کہ جو ان کے کسی متنازعہ عقیدے کی تائید کرتی ہوں اصولاً وہ سب حدیث ہیں باقی ہو سکتا ہے کہ بخاری کو
(57) عکرمہ کے اس طرح کے صحیح اقوال نہ پہنچے ہوں جس طرح کے اقوال امام مالک اور امام مسلم اور (استاذ بخاری) علی
بن مدینی اور خیر التابعین سعید بن مسیب کو پہنچے تو بخاری معذور ہیں۔

(۸) اسماعیلی کی سند کا جواب ہم مفصل پیچھے دے چکے ہیں اور خود اسماعیلی نے عکرمہ پر جرح مفصل نقل کی ہے
جو گزر چکی جن تفسیروں سے الزام دیا گیا ہے ان میں روایت قتادہ پر اعتماد کا ذکر نہیں۔ ہے تو عدم اعتماد کا ذکر ہے
یا سرے سے وہ تفسیریں غیر معتمد ہیں۔ تفصیلی جواب گزر چکا۔

(۹) آپ کا یہ اعتراض آپ کی پہلی تصریحات کو ملا کر آپ ہی کو الزام دے رہا ہے یہ کوئی کلیہ نہیں کہ بتانا یا سوال کرنا
علمیت یا عدم علمیت پر دلالت کرتا ہے لیکن ایک مقام پر ایک ہی وجہ ہو گی مگر آپ تو یوں بھی کہتے ہیں اور
یوں بھی عشرہ مبشرہ کے متعلق جنت کی بشارتیں پہلے سے علم کے منافی نہیں تو تمام امت کے لئے جنت کی بشارت
پہلے سے علم کے منافی کیوں ہو گئی۔

(۱۰) ہمارا اعتراض آپ کو ضرور مضر ہے اس لئے کہ آپ مغفرت ذنب صفحہ ۱۰۳ میں روایت عکرمہ کو حدیث ابن
عباس سے برتر کر چکے ہیں۔ مزید تفصیل تفصیلی جواب میں ملاحظہ ہو۔

(۱۱) آپ کا مصادرہ علی المطلوب کا مرتکب ہونا ثابت ہے اس کو آپ اٹھا نہیں سکے اس کے علاوہ دور کے لزوم کا اعتراض
مزید ہم نے بڑھا دیا ہے۔

(۱۲) ہم نے غلط مبحث نہیں کیا غلط مبحث آپ نے کیا کہ لفظ ذنب کی بجائے لفظ گناہ بول کر آپ نے دو بحثیں چھیڑیں
فقیر نے ان دونوں کا جواب دیا ہے پہلے بھی اور اب بھی۔

(۱۳) آیت سے امت کی مغفرت صریحاً بھی ثابت کر دی گئی ہے اور اقوال کا آپس میں متعارض نہ ہونا بھی بیان
کر دیا ہے ہمارا پہلا جواب بھی باقی ہے۔

(۱۴) آپ نے جس آیت سے یہ ثابت کیا ہے کہ عشرہ مبشرہ باقی امت کے ساتھ مل کر انبیاء کے پاس نہیں جائیں گے
یہ اور آپ کے دیگر دلائل سے تقریب تام نہیں ہوتی تفصیل گزر چکی ہے

(۱۵) لیدخل المومنین والی آیت میں کفارہ گناہ کا ذکر ویکفر عنھم سیئاتھم میں بھی ہے اس لئے ہمارا اعتراض
پکا ہے اور اس آیت کو خصوصیت امت نہ ماننا علی خصوصیت کی بجائے عمومیت کی نشانی ہے۔

(۱۶) امام رازی کا اپنا قول کہ ہمارے قول پر لیغفر سے مومنوں کی مغفرت مراد ہے ہم نے نقل کر دیا ہے اس لئے ما جئتنا
ببینۃ کا جواب میرے پاس نہیں۔

(۱۷) پہلے ایک حدیث قولی آپ نے گھڑی تھی۔ اب آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب شریف پر بھی مطلب گھڑ لیا ہے
"یک نہ شد دو شد" حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مطلب کا صریح رد "احادیث صحیحہ" سے ہم نے نقل کیا ہے۔ خود آپ
بھی مغفرت صفحہ ۲۳ پر یہی مطلب حدیث عمر بن سلمہ کے ترجمہ میں نقل کر کے چشم پوشی کر گئے تھے۔ حضور کے صریح ارشاد
کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا مطلب اس ارشاد کے خلاف کیونکر ہو سکتا ہے۔

(۱۸) گناہ کی نفی اور گناہ کا اثبات جمع بین النقیضین تو ہے ہی اصل یہ ہے کہ اختلاف تو اسی امر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کریمہ کو امتی گناہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں اور آپ نے گناہ کہا ہے اس میں اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو ذنب کہہ سکتا ہے یا نہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے افعال کو بطور تواضع ذنب کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ ہاں یہ ثابت ہے کہ جمہور اہلسنت کے نزدیک آیت لیغفر اثبات گناہ کیلئے ہرگز نہیں بلکہ کسی نہ کسی طور پر نفی گناہ کیلئے ہے اور آپ کہتے ہیں اثبات گناہ کیلئے ہے اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ حقیقی اور عرفی ہر طرح کے گناہ کی نفی مراد ہے تو پھر اسے جمع بین النقیضین کیوں نہ کہا جائے اور بالفرض ایسا نہ بھی ہو تو اس پر ہمارا دوسرا اعتراض بھی ہے کہ سرکار کے بظاہر ترک اولیٰ کو آپ گناہ سے تعبیر کرتے ہیں اور غیر گناہ پر گناہ کا اطلاق کرتے ہیں اور یہ اطلاق ممنوع ہے۔

(۱۹) ہم نے ثابت کر دیا کہ اس آیت کے تحت اعلیٰ حضرت کا ترجمہ کسی صحیح حدیث کے خلاف نہیں اور یہ کہ اس میں ابن عربی، رازی، شعرانی، حقی، صاوی رحمہم اللہ اور بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے قائد ہیں جبکہ امت کے مغفرت کے نفس مضمون میں مجدد الف ثانی بھی ان کے شریک املا پیش رو ہیں اس لیے آپ کا جملہ یقیناً نا روا ہے۔ رہا "سوقیانہ تنقید" کے لفظ پر آپ کا احتجاج تو عرض یہ ہے کہ لفظ عربی میں نہیں بلکہ اردو میں بولا گیا ہے فیروز اللغات اردو جامع میں صفحہ ۸۲۰ پر سوقیانہ کا معنی بازاری عوام کی پسند کا مبتذل کیا گیا ہے بازاری کا پہلا معنی فیروز اللغات میں بازار سے نسبت رکھنے والا لکھا ہے اور دوسرا معنی عام آدمی اور معمولی شخص (نیز منذ اللغات صفحہ ۱۶۸) بلکہ جدید نسیم اللغات اردو صفحہ ۱۲۶ مرتبہ مرتضیٰ حسین لکھنوی و نسیم امروہوی وغیرہ میں بازاری کا معنی مبتذل، عامیانہ مذاق والا متانت سے گرا ہوا کیا ہے اسی نسیم اللغات میں مبتذل کا پہلا معنی عام کیا ہے تو کتب لغات کی روشنی میں سوقیانہ کا معنی عام لفظ ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ لغات کے اختلاف کی وجہ سے آپ کو یہ معنی چبھا ہو بہرحال جب سوقیانہ کا اطلاق آپ کے عام الفاظ پر کیا جائے تو یہ اتنا برا نہیں ہوگا جتنا نبی کے بظاہر خلاف اولیٰ پر گناہ کا اطلاق جو آپ نے کیا۔

رہا آپ کا یہ سوال کہ شائستہ الفاظ کون سے ہیں تو یہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب سے پوچھ لیں ورنہ فقیر عرض کئے دیتا ہے کہ "لم أحصله" اور "میں نہیں سمجھ سکا" کے الفاظ اس موقع پر بولے جا سکتے تھے۔ رہا یہ امر کہ آپ کے الزام کو اعلیٰ حضرت پر افتراء کہا تھا تو ابھی تک فقیر کے دلائل کو رد نہیں کیا جا سکا اور ایک بھی آیت یا حدیث ایسی نہیں لائی جا سکتی جو یہ صراحت کرے کہ مغفرت امت کا معنی غلط ہے۔ لہٰذا وہ الزام پختہ تر ہو گیا ہے۔

(۲۰) میں نے بے شک دو باتیں کہیں تھیں ایک یہ کہ آپ کا راجح مذہب یہی ہے کہ سرکار سے کوئی گناہ واقع نہیں ہوا۔ دوسرا یہ کہ آپ کا آیت لیغفر کیلئے پسندیدہ ترجمہ اثبات گناہ کا ترجمہ ہے یہ دو علیحدہ باتیں ہیں۔ اگر آپ اس (عصمت کے) عقیدے کے بغیر یہ ترجمہ کرتے یا آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعد نبوت صدور کبیرہ کا عقیدہ رکھتے اور پھر یہ ترجمہ کرتے تو آپ پر فتویٰ اور ہوتا اب اور ہے۔ رہا یہ امر کہ میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ اضافت ذنب نفی ذنب کیلئے ہے تو یہ الزاماً تھا اور آپ یہ کہتے بھی ہیں مگر اس کے ساتھ اثبات گناہ کا ترجمہ بھی آپ

(٦)

کرتے ہیں اور اسی بنیں پر اعتراض میں بھی آپنے اثبات گناہ کا ترجمہ کیا ہے اور اسے صحیح اور دلائل کے انبار سے ثابت کرنے کا بزعم خود ادّعا کیا ہے جس پر آپکے بقول آپنے دلائل کے انبار لگا دیئے اور اسکے صحیح کہنے پر اصرار کیا اسے میں نے آپ کا پسندیدہ کہہ دیا تو کیا غلط کہا ۔

⊙ رہا آپکا یہ تعارض کہ آپکا پسندیدہ اور مختار کچھ اور ہے اور صحیح کچھ اور ہے اسی پر تو ساری بات ہو رہی ہے اگر نفی اور اثبات دونوں ایک ہیں تو آپ نفی کا ترجمہ کرکے چپ ہو جاتے لوگ خود ہی اثبات گناہ سمجھ لیتے لیکن ایسا نہیں بلکہ یہ آپ ہیں جو متضاد اقوال کو یا متضاد اطلاقات کو ایک ثابت کرنے کی ناکام کوشش فرما رہے ہیں ۔

⊙ رہا میرا یہ اعتراض کہ "جو بیس تاویلوں کے مبہم قول اور نسبت گناہ کے قیام سے اصرار" ۔ یہ الفاظ آپکو چبھ رہے ہیں جبکہ اس سے پہلے اس مکتوب میں صفحہ ۱۲ پر آپ خود اپنے آپ کو "اثبات گناہ پر مصر" کہہ آئے ہیں رہا آپ کا مبہم قول تو وہ پہلے مبہم تھا آپکے دوسرے دن والی کیسٹ سننے کے بعد واضح ہوگیا کہ آپ صغیرہ گناہ کے اثبات کو بھی ان تاویلوں کے ضمن میں شامل کئے ہوئے ہیں لہٰذا اعتراض پختہ ہوگیا اور اس میں آپکے حاسدین اور ناقلین بے قصور نکلے کیونکہ انہوں نے ایک کیسٹ تو بہرحال پہنچوادی ہے اب یہ بتانا آپکا کام ہے کہ آپ صغیرہ گناہ کے اثبات کو تاویلات مقبولہ میں سے شمار کرتے ہیں اور مغفرت ذنب میں صغیرہ سے انکار کو اجماع قطعی پر مبنی قرار دیتے ہیں تو اب صغیرہ کا اثبات آپکے نزدیک اجماع قطعی کے مخالف ٹھہر کر آپکو کیسا انعام دے رہا ہے ۔

(٥) آپنے فقیر کے بارے میں لکھا ہے کہ فقیر خود ایک بات کا جواب دیتا ہے اور پھر بھول کر اسی پر اعتراض کرتا ہے تو سرکار "المؤمن مرآة المومن" آپ ہی دیکھیں کہ آپ ایک چیز کو اجماع قطعی کے خلاف بھی قرار دیتے ہیں پھر اسی کو تاویل مقبول سمجھتے ہیں تو آپکا تتبع کرنے والا کیا کرے آپکی ہر ادا کا علیحدہ نام نہ رکھے تو کہاں جائے

⊙ آپنے فرمایا ہے کہ میں نے آپکے معترضین کے بیان کو جذباتی اور خطابی کہا ہے تو حضور! میں نے ان کا مطلقاً انکار نہیں کیا بلکہ ان کے فتویٰ تکفیر کا انکار کیا تھا۔ آپکیلئے نفئ التصویب پر میں انکار کیوں کرنے لگا وہی تو میں عرض کر رہا ہوں اور رہاں آپنے اپنے آپ کو اگر مخالف اجماع قطعی قرار دیا ہے اور اتنا جلدی آپ اپنا موقف بھول گئے یا بلا تحقیق غیر اجماعی کو اجماعی کہا تو یہ بھی "ایک معمہ ہے (بالفاظ آپکے) نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا"

(٢١) آپکا مختار ترجمہ جو آپنے ٹیلی فون پر مجھے فرمایا اس پر میں اپنا تبصرہ دے چکا ہوں، لیکن یہ فون والی بات بعد کی بات ہے ۔ مغفرت ذنب میں اگر کہیں آپنے اسے مختار قرار دیا تو بھی بعد کی بات ہے ۔

آپکے معترضین کا اعتراض ان سے بہت پہلے آپکی درس والی تقریر پر ہے اس میں آپنے اپنا مختار ترجمہ بیان نہیں کیا بلکہ زور بیان اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی تردید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اثبات گناہ کے ترجمہ پر ہے اور زیر بحث اسی جھگڑے کا فیصلہ ہے نہ کہ اس ترجمے کی بحث یہ موضوع سے گریز ہے اس لئے فقیر اس کا بیان کرنے کا پابند نہیں ۔

فقط والسلام

فقیر محمد اقبال سعیدی رضوی

(60)

نوٹ:- (۱) آپ نے میرے اس مکتوب کے ساتھ ایک مکتوب حضرت سیدی و استادی و شیخی و مرشدی غزالی عصر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت سیدی و مولائی قبلہ سید مظہر سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ کے پاس لکھا ہے کہ وہ آپ کے مکتوب اور میرے اس جوابی مکتوب کا موازنہ کرکے اپنی رائے سے مطلع کریں حضرت صاحبزادہ صاحب! اپنے ایک صاحبزادے عافاہ اللہ کی اچانک بیماری کے علاج کیلئے انگلینڈ تشریف لے گئے ہیں ظاہر ہے جب تک وہ تشریف نہیں لے آتے بغیر موازنہ کرائے میں اپنا جواب آپ کو نہیں بھیج سکوں گا۔ اس لئے آپ کے ارشاد کے باعث ناگزیر تاخیر پر فریقین سے معذرت خواہ ہوں۔ ویسے بھی میں نے اپنا عندیہ اور مافی الضمیر بیان کیا ہے فیصلہ کا منصب مرکزی جماعت اہل سنت کے زعماء کو سونپا گیا ہے اور وہی اس کا فیصلہ کریں گے۔

(۲) آپ نے حضرت صاحبزادہ صاحب سجادہ نشین دربار کاظمیہ کے نام یہ بھی لکھا ہے کہ آپ اپنے مد مقابل فریق کے مفتیوں پر کورٹ میں مقدمہ دائر کریں گے جنہوں نے آپ پر کفر یا ضلال کا فتویٰ دیا۔

حضور والا! فقیر نے اصلاح بین الاخوان کی کوشش کی ہے۔ میں اسے اچھا نہیں سمجھتا، آپ نے اگر مقدمہ کیا تو دوسرے فریق کو کافر آپ نے بھی ایک طرح کہا ہے (ملاحظہ ہو مغفرت ذنب ص۳) تو مقدمہ آپ پر بھی وہ کر سکتے ہیں کہ آپ نے ان کی تکفیر کی ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے استغاثہ کا جواب مغفرت ذنب ص۳ میں آپ کی عبارت سے دیا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے صغیرہ، کبیرہ، بلکہ خطا تک سے عصمت پر اجماع قطعی یقینی ہے اور ظاہر ہے کہ اجماع قطعی یقینی کا منکر قطعی کافر ہوتا ہے اور ایسا ہوا تو ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے استغاثہ میں خود ہی دھر لیئے جائیں۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم ۔ تو از سخنم پند گیر و خواہ ملال۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ — وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ۔

فقط والسلام مع الدعاء

منیر محمد اقبال سعیدی رضوی

انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی
سیدنا محمد رسول الکریم المعصوم من کل کبیر وصغیر من الذنوب والخطیات
و الآثام عند اھل التحقیق والعقل السلیم قبل البعثۃ وبعدھا
الی الابد سھوا کان او من العمد ونشھد ان لا الہ الا اللہ وان
محمدا رسول اللہ الی کل احد — اما بعد —

صاحبزادہ ڈاکٹر محمد زبیر صاحب کی تقریر اور ان کا رسالہ "مغفرت ذنب"
اور صاحبزادہ صاحب کے مقابل دیگر علماء اہل سنت کے رسائل "جواب دین"
اور "منصے میاں کی نقاب کشائی" اور ایک ریٹائرڈ کرنل صاحب کا رسالہ "لذنبک" پڑھ کر
اور فریقین کے دلائل و براھین پر مشتمل بیانات پڑھ کر فقیر اس نتیجہ پر پہنچا
کہ حضرت علامہ صاحبزادہ اختر رضا خاں الازھری دامت برکاتہم کا زبانی فتویٰ
جس کا ذکر جناب بیٹا مولانا محمود اشرف صاحب مدظلہم کے رسالہ میں آیا صحیح ہے
اور صاحبزادہ محمد زبیر صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مذنب گنہگار
اور غیر معصوم نہیں کہا ہے۔ بلکہ انکا موقف اس بارہ میں سرکار کی ہر کبیرہ
و صغیرہ عمد و خطا سے قبل بعثت و بعد بعثت معصومیت کا ہے تاہم اعلیٰحضرت
امام اہل سنت کے ترجمہ شریفہ سے علمی اختلاف کی بجائے بے جا رویہ اپنی
اختیار کیا اور آپ کے حق و صحیح ترجمہ کو غلط اور نہ صرف غلط بلکہ خلاف
احادیث صحیحہ قرار دیا اور اس خلاف کو (غالباً انکی نقل کردہ احادیث سے)
بے علمی کا شاخسانہ قرار دیا۔ اگرچہ صاحبزادہ محمد زبیر صاحب کی تکفیر و تضلیل
بوجہ ناکافی دلائل کے ممکن نہیں۔ تاہم اعلیٰحضرت کے ترجمہ کی تغلیط اور اس کیلئے
شنیع لفظ "غلطی" اور "بے علمی" کا استعمال اور آپکی ذات پر ان احادیث کی مخالفت
کا غلط الزام یقیناً ایسے امور ہیں جن سے رجوع اور توبہ ضروری ہے۔ صاحبزادہ صاحب
ددھیال اور ننھیال کی طرف سے علمی خاندان کے چشم و چراغ ہونے کے ساتھ خود بھی ذی علم ہیں
ان کا خاندان علم ظاہر کے ساتھ علم باطن کا امین رہا ہے جن کی شان تواضع اور کسر نفسی
ہوتی ہے امید ہے وہ مذکورہ بالا امور سے توبہ اور رجوع کا اظہار فرما کر اپنے عظیم خاندان کی
عظمت کا ثبوت اونچا کریں گے کہ بڑے بڑے اکابر نے اپنے اقوال و فتاویٰ سے رجوع و استغفار کیا ہے اس سے
ان کی عظمت میں فرق نہیں آیا۔ والسلام

محمد اقبال سعیدی، منجانب حضرت صاحبزادہ لالہ مرشد سید ... کاظمی دامت برکاتہم
امیر جماعت اہل سنت
پاکستان

نوٹ تفصیلی جواب بعد میں ان شاء اللہ چھپوایا جائیگا۔

JAMIA NIZAMIA RIZVIA ®
الجامعۃ النظامیۃ الرضویۃ

YOUR REF: ________
OUR REF: ________

DATE: ۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

۴۸۷
۹۸

محترم المقام حضرت علامہ مولانا محمد اقبال صاحب سعیدی رضوی نائب شیخ الحدیث۔ دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی، آپ نے کنز الایمان ترجمہ کی تغلیط کے سلسلہ میں فریقین کے موقف کو بڑا غور فرمایا اور پھر تبصرہ اور جائزہ فرمایا اس کاوش پر ہم شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت فریقین کو راہنمائی دینے اور افراط و تفریط کی نشاندہی پر صرف فرمایا، آپ نے مکمل غیر جانبداری سے تجزیہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے دونوں فریقوں کیلئے قابل عمل موقف پیش فرمایا، ہماری دعا ہے کہ دونوں فریق نصیحت قرار دیکر اس پر عمل فرمائیں۔

محترم مولانا سید ریاض حسین شاہ صاحب ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت کو آپکا تجزیہ دیدیا ہے اور عرض کی گئی ہے کہ حضرت امیر جماعت مدظلہ کی تشریف آوری پر متعلق جائزے پر دستخطوں اور ارسال کی کارروائی تک حضرت مفتی محمد اقبال چشتی کا خلاصہ حالات کے دفتر میں جو نمبر ۲ ارکے حضرت حکیم محفوظ علی زید مجدہ، حیدرآباد کو بھیج دیں کیونکہ انہوں نے دوبارہ یاددہانی میں جلدی کارروائی کا کہا تھا۔ آپکو معلوم ہوگا کہ شاہ صاحب مدظلہ حج پڑھانے کیلئے ابھی تشریف لے آئے ہیں، اس لئے آپکو جواب دینے کیلئے ان سے رابطہ ضروری تھا، جواب لکھنے میں تاخیر بھی اسی وجہ سے ہوئی تھی۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف

لاہور

G.P.O. Box No. 1016, Inside Lohari Gate, Lahore - 54000, PAKISTAN.
New Educational Complex, Sargodha Road, Sheikhupura
Ph: 92-42-7657314, Fax: 92-42-7657842, A/C No. 3461-0, Muslim Commercial Bank Shah Alam Market, Lahore.

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الامین

زیر غور مسئلہ صاحبزادہ محمد زبیر صاحب پر اس الزام کا جائزہ لینا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو گنہگار کہا۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ کے ترجمہ قرآن میں سے آیت کریمہ "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک (الآیۃ) اور اس سے ملتی جلتی آیات میں لفظ "ذنبک" سے امت کے گناہ مراد لینا غلط ٹھہرایا ہے۔ اور اسی ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں ایک جملہ بڑھایا ہے اس سلسلہ میں ان کی طرف سے ایک وضاحتی رسالہ "مغفرت ذنب" بھی بھجوایا گیا ہے اور ان کی ایک تقریر کی کیسٹ بھی بھیجی ہے۔

ان کے خلاف بعض حضرات نے کچھ رسائل لکھے اور بعض نے ان کے خلاف فتوے دیئے وہ بھی بھجوائے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک رسالہ "جواب دیں؟" کے نام سے ہے جس میں صاحبزادہ مذکور کی ایک تدریسی تقریر اور اس کے خلاف کچھ حضرات کے فتاویٰ مندرج ہیں، یہ کراچی سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا ہے۔ دوسرا رسالہ "لذنبک" کے نام سے ایک ریٹائرڈ کرنل صاحب کی تحریر ہے جو ۱۹۹۸ء فروری میں حیدرآباد (سندھ) سے شائع ہوا ہے تیسرا رسالہ "ننھے میاں کی لعاب کشائی" کے نام سے مفتی محمود اختر صاحب مدظلہ کی تحریر انڈیا سے شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ میں زعیم ملت مفتی اہلسنت حضرت علامہ الشاہ محمد اختر رضا خان بریلوی دامت برکاتہم العالیہ کا ایک زبانی فتویٰ بھی ضمن کلام میں نقل کیا گیا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم نے صاحبزادہ محمد زبیر صاحب کی تکفیر سے انکار فرمایا ہے البتہ دیگر الزامات پر رجوع اور توبہ کیلئے فرمایا ہے۔ آپ کا یہ ارشاد عالی وقیع ہے اور آپ کی وسیع نظری اور انتہائی متحمل مزاجی پر دلالت کرتا ہے۔ صاحبزادہ علامہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب نے اپنے رسالہ "مغفرت ذنب" میں کھل کر اظہار فرمایا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر گناہ کی نفی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ کبیرہ تو ایک طرف صغیرہ سے بھی اور عمداً کیا سہو سے بھی سرکار عصمت مدار صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وآلہ وسلم کو پاک مانتے ہیں ان کے اعتذار کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آیت کا ترجمہ ایسا ہو کہ "ذنب" کی نسبت الفاظ قرآن کی رعایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی رہے ان کے خیال میں لفظ "امت" سے ترجمہ ظاہر الفاظ سے بہت دور چلا جاتا ہے اور دوسرا وہ یہ کہتے ہیں اگر لفظ "ذنب" کا ترجمہ لفظ گناہ سے کر دیا جائے تو علمائے امت نے یہاں "ذنب" کے جو تاویلی معنیٰ کئے ہیں دل میں ان میں سے کوئی تاویل مراد لی جائے تو درست ہے کیونکہ کئی علماء نے لفظ گناہ کے اثبات سے بھی ترجمہ کیا ہے اور وہ اہلسنت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم مانتے ہیں لہٰذا آپ کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے اگر کسی کا ایسا ترجمہ ہو تو وہ بقول ان کے غلط نہیں ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب کی اس توجیہ سے اگرچہ ان کی تکفیر و تضلیل صحیح قرار نہیں پاتی تاہم دو تین امر برائے غور پھر بھی باقی رہ جاتے ہیں۔ (۱) یہ کہ اس صورت میں انہیں چاہیئے تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس طرح کے ترجمہ کا لفظ امت والے ترجمہ پر ترجیح کا قول کرتے لیکن انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کی تغلیط کی بلکہ خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بے علمی کو منسوب کر دیا اور یہ بات اہل سنت کیلئے تکلیف دہ امر ٹھہرتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ذنب کا ترجمہ ذنب کیا جائے یا گناہ؟۔ تو اس سے اگر محاورہ عربیہ کے پیش نظر اگر سرے سے گناہ کی نفی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد لی جائے

تو ذنب اور گناہ کی نسبت ارادۃً تو قائم نہ رہی۔ پھر امت کا اس سے مراد ہونا اس کے خلاف کب ٹھہرا۔ تیسرا یہ کہ کیا ذنب اور گناہ کی نفی کا مطلب گناہ کی نسبت کا قیام ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو کیوں نہ آپ نے ذکرِ ذنب کی تاویلات سے صرف یہی ترجمہ جائز قرار دیا کہ آپ کو اولاً و آخراً ہر گناہ سے دور رکھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ محققین کے عقیدہ اور ہمارے اور خود صاحبزادہ زبیر صاحب کے راجح مذہب کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ واقع نہیں ہوا نہ کبیرہ نہ صغیرہ نہ عمداً نہ سہواً اور خطا کے طور پر کیونکہ آپ معصوم ہیں۔ اس لئے آیت میں ان کا راجح مذہب یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کی اضافت تو کرتی ہے مگر قیامِ ذنب کیلئے نہیں بلکہ نفیِ ذنب کیلئے جیسا کہ "مغفرتِ ذنب" صفحہ ۱۷ تا ۱۹ میں بہت سے علماء و مفسرین سے اس معنی کا ممتاز ہونا خود صاحبزادہ صاحب موصوف نقل کر کے اسے مسالم رکھ چکے ہیں۔ اگرچہ میری نظر میں کوئی ایسا ترجمہ قرآن (بعض) نہیں گزرا جس نے آیت کا اس طرح کا ترجمہ کیا ہو کہ آپ کو اولاً و آخراً ہر گناہ سے دور رکھا، یہ شاید اس لئے ہے کہ یہ معنی عوام اور بہت سے علماء کہلانے والوں کے ذہن سے بالا تھا۔ اس لئے اس کی بجائے خلافِ اولیٰ اور زلاّ ہر خلاف اولیٰ اور مغفرتِ امت کے ترجمے کئے گئے کہ مآل اور نتیجہ ان کا بھی نفیِ ذنب تھا۔

توضیح سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہر قسم کے کبیرہ صغیرہ سے عصمت ماننے والوں میں سے بعض کا موقف یہ ہے کہ اس قسم کی آیات متشابہات کے قبیل سے ہوتی ہیں جن کے ظاہر سے انبیاء علیہم السلام پر مخالف کی طرف سے اعتراض کا امکان ہو جبکہ متشابہات کے بارے میں قدیم علماء کا موقف یہ ہے کہ صفاتِ باری کے بارے میں متشابہ لفظ کا کسی اور لفظ یا کسی اور زبان میں ترجمہ نہ کیا جائے بلکہ اسے اسی طرح چھوڑ دیا جائے لیکن متاخرین نے یہ موقف اختیار کیا کہ ایسا ترجمہ کیا جائے مگر ایسے لفظ سے جو اعتراض کا جواب ہو سکتا ہو جیسا کہ ید جہاں اس کے ظاہر کا متروک ہونا مشہور ہو وہاں اس لفظ کا ظاہری ترجمہ بھی ہو سکتا ہے اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ قرآن میں عملاً ان تمام اقوال کو صحیح قرار دیا ہے۔ ثم استویٰ علی العرش" کے ترجمہ میں لکھا، پھر عرش پر استوا فرمایا (السجدہ آیت ۴) یہاں اصل لفظ کو عربی میں بطور مصدر باقی رکھا ہے جبکہ ید کے ترجمہ میں فرمایا "ید اللہ فوق ایدیھم" ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے (الفتح آیۃ ۱۰) "بیدک الخیر" ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے (آل عمران آیۃ ۲۶)۔ یہاں ید کے لفظ کا معنی ہاتھ کیا ہے اس اعتماد پر کہ اللہ کے ید کا بے مثل بے مثال ہونا مشہور ہے یہ تو ان متشابہات کے بارے میں تھا جو صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق وارد ہوئیں اسی طرح ان متشابہات کے بارے میں بھی آپ کا طریقہ یہی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں وارد ہوئیں ملاحظہ ہو (طٰہٰ ۱۲۱) "وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ" اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی طرف راہ نہ پائی (یہ اس اعتماد پر تھا کہ آپ کا معصوم ہونا اہلسنت کے عقیدہ کے طور پر مشہور ہے تاہم فتاویٰ رضویہ جلد ۹ صفحہ ۷۷ سے "مغفرتِ ذنب" صفحہ ۵۵ میں نقل کیا کہ وہاں یہ معنی کیا "وعصیٰ آدم ربہ" آدم نے اپنے رب کی معصیت کی (فتاویٰ رضویہ)

یہ ترجمہ اصل لفظ عصیٰ کے عربی مصدر کو باقی رکھتے ہوئے ہے (اگرچہ صاحبزادہ نے اسے اپنی دلیل سمجھا) یعنی کتاب حکیم میں لفظ یہی ہے معنی اللہ جانتا ہے۔ بہرحال یہ دونوں طریقے دراصل ممنوع نہیں اگرچہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پورے قرآن کے ترجمہ کرتے ہوئے حتی الوسع انبیاء علیہم السلام کے بارے میں متشابہات کے وہ معانی لکھے ہیں جو مخالفین کا منہ بند کر سکتے (کنز الایمان کے سوا) بہرحال کچھ تراجم پورے قرآن کے یا جزوی آیت کے ترجمہ میں ایسے بھی کئے گئے ہیں جن میں لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک اور استغفر لذنبک میں لفظ ذنب کا ترجمہ ذنب یا گناہ کے الفاظ سے انہیں مذکورہ وجوہ سے کیا گیا ہے اگرچہ اس آیت کے ترجمہ میں میرا موقف آگے آ رہا ہے تاہم اس ترجمہ کے مترجمین کو مطلقاً کافر یا گمراہ نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ یہ ترجمہ کرنے والے بعض حضرات علماء اہلسنت ہیں عشاقِ رسول ہیں اور ان میں شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز رحمہما اللہ بھی ہیں اور خود جناب ڈاکٹر صاحبزادہ محمد زبیر صاحب کے نانا جان حضرت مفتی مظہر اللہ شاہ صاحب خطیب جامع مسجد دہلی بھی ہیں حضرت مفتی مظہر اللہ صاحب رحمہ اللہ سابق کا درج ذیل ترجمہ صاحبزادہ علامہ محمد زبیر صاحب نے نقل کیا ہے اگرچہ مفتی صاحب کے ترجمہ میں حضور کیلئے یہ معنی ظاہر نہیں "اور اے محبوب اپنے لئے اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو (سورۃ محمد ۵۵) ⊙ بیشک اے محبوب ہم نے تمہارے

(3)

گئے ظاہر فتح فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری اگلی اور پچھلی لغزشیں معاف فرما دے (فتح ۲) " ترجمہ مفتی مظہر اللہ شاہ صاحب طبع دہلی " اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ رفیع الدین دہلوی، شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہم کے تراجم قرآن میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اشعۃ اللمعات میں ترجمہ حدیث شفاعت کے ضمن میں اور علامہ فضل حق خیر آبادی سے ترجمہ حدیث شفاعت میں اور مولانا علامہ عبد الحکیم صاحب شرف قادری دامت برکاتہم ومتعنا بفیوضہم سے ترجمہ حدیث شفاعت میں بلکہ حضرت مولانا جامی رحمہ اللہ اور سیدنا حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمہ اللہ سے بھی یہی ترجمہ نقل کیا، حضرت خواجہ محمد حسین جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی کوتاہیوں کی پردہ پوشی طلب کر کے (بحوالہ عقائد الصحیحہ ص ۱۱) نقل کیا ہے۔

ایسے لگتا ہے کہ شاید علامہ صاحبزادہ ابو الخیر محمد زبیر صاحب کی یہ نکتہ آفرینی ان کے نانا جان کے ترجمہ پر کیسی ناعاقبت اندیشن کے اعتراض اور ان کی شان میں ناروا کلمات استعمال کرنے کے باعث ہو اور یہ کوئی بعید نہیں تراجم قرآن کے تقابلی مطالعے سے متعلق رسالہ میں ایک صاحب نے شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کو ان کے ترجمہ قرآن کے باعث گستاخوں کی صف میں کھڑا کر دیا، جبکہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کچھ کتابوں میں اس مقدس خاندان کے تراجم قرآن سے استدلال کیا ہے، نہ صرف ترجمہ سے استدلال کیا ہے بلکہ حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت علماء مکہ و مدینہ کو دی تو اپنے شیخ کریم، شیخ طریقت کی سند حدیث مذکورہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملا دی۔ فرماتے ہیں شیخ محمد عبد الحی الکتانی محدث مغرب بلکہ محدث عرب و عجم میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے حدیث مسلسل بالاولیت سنی، جو ہر حدیث سے پہلے انہوں نے مجھ سے سُنی، جیسے میں نے یہ حدیث سنی اپنے ولی، اپنے مرشد اپنے سید اپنے سند، اپنے کنز سے جو میرے آج اور میرے کل کیلئے میرے ذخر میں ہمارے آقا شاہ آل الرسول الاحمدی " اللہ ان سے راضی ہو ہمیشگی کی رضا سے " اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی انہوں نے محدث ہند، عرب و سندھ میں مشہور مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی سے اور یہ پہلی حدیث ہے جو آپ نے ان سے سُنی اور شاہ عبد العزیز صاحب اپنے شیخ اور اپنے باپ شاہ ولی اللہ دہلوی سے اور یہ پہلی حدیث ہے جو انہوں نے شاہ ولی اللہ سے سنی بعد شاہ ولی اللہ کا سلسلہ مشہور ہے اور ان کی کتاب سلسلات میں لکھا ہوا ہے (الاجازات المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ ص ۳۶۸/۲ طبع حامدیہ لاہور) نیز سلسلہ علم سلوک و تصرف کی اجازت کے بارے میں اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ انہیں اپنے مرشد سیدنا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ سے انہیں کئی جلیل القدر شیوخ ہیں جن میں سے ایک شاہ عبد العزیز دہلوی کہ انہیں اپنے باپ شاہ ولی اللہ محدث (دہلوی) سے جو مکثر روایت اور عالم قوی ہیں (رسائل رضویہ ج ۲ صفحہ ۳۰۲ تا ۳۰۴) اور یہ علماء و اولیاء جن کے حوالہ جات حضرت صاحبزادہ ابو الخیر محمد زبیر صاحب نے پیش کئے ہیں ان میں سے کوئی کافر ہے نہ گمراہ و فاسق بلکہ سب اہلسنت ہیں ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی سرکار کیلئے صغیرہ کے صدور کو نہیں مانتا اور اسی طرح نہیں ہندو پاکستان کے معروف اولیاء کے سرخیل، ولایت کا نہ خشک ہونے والا چشمہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں حدیث عائشہ کا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ نے عرض کی " در گناہ اول و آخر عفو کرده اند "۔ ان حضرات کے تراجم کے پیش نظر اور

شرح عقائد اور دیگر کتب عقائد المستند المعتمد وغیرہ کی عبارات کے پیش نظر عقیدہ حقہ اہلسنت وجماعت کے حاملین کو اس طرح کے ترجمہ میں کافر و گمراہ تو کجا گناہگار اور فاسق بھی نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم صاحبزادہ زبیر صاحب کی عبارت میں مسامحت ہے کیونکہ وہ یہ نہیں کہتے کہ اس تاویل کے پیش نظر کہ آپ سے گناہ واقع نہیں ہوئے بلکہ بظاہر ترک اولیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ذنب سے تعبیر کیا ہے اور وہ جو چاہے اپنے بندوں کے بارے میں کہہ سکتا ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں جو بیس تاویلوں کے پیش نظر حالانکہ ان میں صغیرہ کے جواز کی تاویل بھی ہے جو اگرچہ وہ خود نہیں مانتے اور اگرچہ اسے کفر و ضلالت بلکہ فسق سے کسی نے تعبیر نہیں کیا تاہم مذہب عرفاء و اہل تحقیق کے خلاف ہے ہمارا اعتراض انکے اس جو بیس تاویلوں کے مبہم قول اور نسبت گناہ کے قیام کے اصرار سے متعلق ہے انہوں نے قرآن پر جو اپنا مختار ترجمہ قرار دیا ہے تاکہ آپ کو محفوظ کر دے آپ کے اگلے پچھلے گناہوں سے اس پر بھی اعتراض نہیں البتہ (بریکٹ) میں معصوم نہ ماننے کے سبب کا لکھ دینا اولیٰ ہے۔ تراجم کے بارے میں اس تفصیل کے بعد ایک تکفیری الزام اور بھی ہے اور وہ یہ کہ صاحبزادہ زبیر صاحب نے یہ کیوں کہا کہ اگر گناہ کی سزا بھگت کر امت محمدی کی مغفرت ہوئی تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ الزام یہ ہے کہ یہ عبارت تھانوی کی عبارت کی طرح گستاخی ہے حالانکہ ایسا نہیں (۱) اس لئے کہ صاحبزادہ زبیر صاحب اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے اس شبہ کا جواب چاہتے ہیں کہ اگر پہلے انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے گنہگار مومن بھی گناہ کی سزا بھگت کر جنت میں جائیں اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گنہگار مومن بھی سزا بھگت کر جائیں تو اس بارے میں آپ کے اور باقی انبیاء کے درمیان فرق کیا رہ گیا کہ آپ کی امت اور باقی انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی مغفرت ایک جیسی ہو جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے آیت میں مغفرت امت کی خوشخبری آئی ہو۔ اور صحابہ نے آپ کو اس پر مبارکباد پیش کی ہو گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ زیر نظر آیت سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ بہر حال عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ "مغفرت امت" کا اس آیت "لیغفرلک" سے اثبات ایک ایسی تفسیر نہیں جو قطعی الثبوت ہو کہ اس کا منکر کافر ٹھہرے جبکہ نبی علیہ السلام کے بعض علم غیب کی من جانب اللہ عطا کا منکر کافر ہے کیونکہ یہ قطعی الثبوت ہے دوسرا یہ کہ تھانوی نے خصوصیات نبوی میں جانوروں وغیرہ کو شریک کیا جو خلاف واقعہ اور گستاخی ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض خصوصیات میں کسی اور نبی کا شریک ہونا واقعی ہوتا ہے اور گستاخی نہیں ہوتا۔ اسی طرح جانوروں کیلئے علم غیب ماننا کفر ہے جبکہ بعض عصاۃ مومنین کیلئے پہلے عذاب بھگت کر جنت میں جانا اہلسنت کا عقیدہ ہے لہٰذا تھانوی سے فرق واضح ہو گیا۔ بعض حضرات نے فقہ اکبر کا سہارا لیا ہے اور اس سے عبارت لاتے ہیں کہ لا اختلاف لاحد ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لم یرتکب صغیرۃ ولا کبیرۃ طرفۃ عین قبل الوحی وبعدہ کما ذکرہ ابو حنیفہ فی الفقہ الاکبر لیکن یہ عبارت فقہ اکبر میں نہیں ملی جو عبارت ہے اس میں اختلاف یا اتفاق کا کچھ ذکر نہیں۔ عبارت یہ ہے "والانبیاء علیہم السلام کلھم منزھون عن الصغائر والکبائر والکفر والقبائح وقد کانت منھم زلات وخطیئات" انبیاء علیہم السلام

سب کے سب منزہ ہیں صغائر، اور کبائر اور کفر اور امور قبیحہ سے اور ان سے زلات اور خطیات ہوئی ہیں (فقہ اکبر ص ۶۸ متن شرح فقہ اکبر طبع مجتبائی) البتہ ملا علی قاری نے شرح میں لکھا ثم ھذہ العصمۃ ثابتۃ للانبیاء قبل النبوۃ وبعدھا علی الاصح . پھر یہ عصمت انبیاء علیہم السلام کیلئے قبل النبوت اور بعد النبوت اصح قول پر ثابت ہے (شرح فقہ اکبر ص ۶۸)

اصح کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں اختلاف ہے اور دوسرا قول بھی صحیح ہے ۔ کیونکہ اصح کے مقابلے میں صحیح ہوتا ہے نہ کہ ضعیف - ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہوا کہ اصل کتاب سامنے رکھے بغیر یاد داشت سے حوالہ دیا تو شرح کو متن میں خلط کرنے کے ساتھ علی الاصح کی بجائے "لاخلاف" لکھ دیا، جبکہ اصل عبارت میں لاخلاف نہ ہو تو یہ صرف مصنف کا اپنا قول ٹھہرا نہ کہ اجماعی، پھر اس پر مفتی صاحب نے اس کے منکر کو گمراہ کہا ہے جبکہ اس کی علت مخالفت اجماع ٹھہرائی - تو اجماع سے وہ اجماع مراد لیا جسکا منکر کافر نہیں تو لاخلاف لاحد کو اہلسنت سے مخصوص کر دیا، بہرحال خلاصہ یہ کہ تفسیرات احمدیہ میں جو نقل تھی، مذکورہ بالا مفتی صاحب نے اس نقل کو اصل سے ملانے کی ضرورت نہیں سمجھی اس لئے حوالہ غلط ہو گیا - ایک اور جلیل القدر مفتی صاحب نے فرمایا اس پر اجماع امت ہے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام قبل بعثت و بعد از اعلان نبوت ہر صغیرہ و کبیرہ عمداً و سہواً گناہ سے کلیۃ منزہ و مصفا تھے (مرقاۃ القاری، روح البیان، ملاحظہ ہو ص ۱۹ "جواب دیں") "تنقید" لیکن جن کتابوں سے یہ حوالہ لایا گیا ان میں یہ حوالہ تو ایک طرف بلکہ ان میں عدم اجماع کا بیان ہے (ملاحظہ ہو المرقات ص ۱۲۷/۱ طبع امدادیہ ملتان) (قال ابن حجر) ھم معصومون قبل النبوۃ وبعدھا عن الکبائر والصغائر عمداً وسھواً علی ما ھو الحق عند المحققین وان کان الاکثرون علی خلافہ ..

.... وفیہ نظر .... فالصحیح قول الجمھور وھو تجویز وقوع الکبائر من الانبیاء سھواً والصغائر عمداً بعد الوحی وامّا قبل الوحی فلا دلیل علی امتناع صدور الکبیرۃ وذھب المعتزلۃ الی امتناعھا ومنعت الشیعۃ صدور الصغیرۃ والکبیرۃ قبل الوحی وبعدہ الخ یعنی علامہ ابن حجر (ہیتمی) نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کبائر و صغائر سے عمداً ہوں یا سہواً قبل النبوۃ و بعد النبوۃ معصوم ہوتے ہیں اس قول پر جو محققین کے نزدیک حق ہے اگرچہ اکثر علماء اس کے خلاف کہتے ہیں، آگے چل کر ملا علی قاری فرماتے ہیں اس میں نظر ہے (یعنی اعتراض ہے) پھر آگے چل کر لکھتے ہیں تو صحیح جمہور علماء کا قول ہے اور وہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام سے بعد وحی کبیرہ کا وقوع سہواً اور صغیرہ کا وقوع عمداً جائز ہے جبکہ قبل وحی صدور کبیرہ کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہیں . اور معتزلہ اسے محال کہتے ہیں اور شیعہ کہتے ہیں کہ قبل وحی اور بعد وحی صغیرہ کبیرہ واقع نہیں ہوا الخ ۔

المرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف جلد نمبر ۱ ص ۲۷۹ طبع امدادیہ ملتان

قال القاضی قیل المتقدم ما کان قبل النبوۃ والمتاخر عصمتہ بعدھا وقیل المراد بہ ما وقع منہ صلی اللہ علیہ وسلم عن سھو وتاویل حکاہ الطبری واختارہ القشیری رحمہ اللہ .... وقیل المراد انہ مغفور غیر مواخذ بذنب

لوکان وقیل ھو تنزیہ لہ من الذنوب یعنی قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے آیۃ کریمہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر کی تفسیر میں اقوال نقل کرتے ہوئے فرمایا "ایک قول یہ ہے کہ ما تقدم سے مراد جو قبل نبوت ہوا اور ما تاخر سے مراد جو بعد نبوت ہو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہیں جو آپ سے سہو اور تاویل کے باعث واقع ہوئے یہ قول طبری نے نقل کیا اور قشیری رحمۃ اللہ علیہ (جو مشہور ائمہ صوفیاء میں سے ہیں) نے اسے اپنا مختار قرار دیا (آگے چل کر لکھا) ایک قول یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ آپ مغفور ہیں کہ اگر بالفرض آپ کا ذنب ہوتا بھی تو اس پر گرفت نہ ہوتی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آپ کے ہر ذنب سے منزہ ہونے کا بیان ہے۔"

مرقاۃ کی اس عبارت سے بھی ثابت ہوا کہ بعض علماء مثل قشیری سہواً وقوع ذنب کے قائل ہیں اور بعض دوسرے علماء قبل النبوت یعنی قبل نزول وحی ذنب کے قائل ہیں بعد وحی عصمت مانتے ہیں۔ لیکن جمہور بعد وحی کبیرہ کا سہواً اور صغیرہ کا عمداً و سہواً صدور ممکن مانتے ہیں ایسی صورت میں مرقات کی طرف اجماع امت بر نزاہت از صغیرہ کبیرہ عمداً سہواً قبل وحی و بعدہا کا قول منسوب کرنا پھر اس کی عبارت اور صفحہ جلد بھی نقل نہ کرنا بے دلیل محض ٹھہرتا ہے۔

تفسیر روح البیان عربی پ۲۶ ص۸ طبع قدیم | قال اھل الکلام ان الانبیاء معصومون من الکفر قبل الوحی وبعدہ باجماع العلماء ومن سائر الکبائر عمداً بعد الوحی واما سہواً فجوزہ الاکثرون واما الصغائر فتجوز عمداً عند الجمہور وسہواً بالاتفاق واما قبل الوحی فلا دلیل بحسب السمع او العقل علی امتناع صدور الکبیرۃ یعنی علماء اہل کلام نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبل الوحی اور بعد الوحی "باجماع علماء" کفر سے معصوم ہیں اور باقی کبیرہ گناہوں کے عمداً ارتکاب سے بعد الوحی معصوم ہیں رہا سہواً (بعد الوحی کبیرہ کا ارتکاب) تو اسے اکثر نے جائز اور ممکن قرار دیا، باقی رہے صغائر تو جمہور کے نزدیک وہ عمداً بھی جائز الوقوع ہیں اور سہواً تو (صغائر بعد الوحی بھی) بالاتفاق۔ رہا وحی سے پہلے کا زمانہ تو اس زمانہ میں ان سے کبیرہ کے صدور کے محال ہونے پر نہ کوئی نقلی دلیل ہے نہ عقلی۔

○ ثابت ہوا کہ تفسیر روح البیان میں ہر صغیرہ و کبیرہ، سہواً و عمداً، قبل و بعد الوحی کی نفی پر اجماع امت نقل نہیں کیا بلکہ صرف کفر کی ہر حالت میں نفی پر اور عمداً کبیرہ کے بعد الوحی صدور کی نفی پر اجماع علماء نقل کیا ہے اور باقی شقوں میں اختلاف نقل کیا ہے۔ لہٰذا روح البیان کی طرف ہر قسم کے صغیرہ کبیرہ کی نفی پر اجماع نقل کرنے کی نسبت بھی صحیح نہیں

○ جبکہ مرام الکلام کوئی کتاب نہیں

○ حضرت مفتی عبد اللطیف صاحب جامعہ نظامیہ لاہور کا فتویٰ ڈاکٹر صاحب کے خلاف نہیں | مفتی صاحب سے سوال تھا کہ زید کہتا ہے ...... "اور صحابہ کرام کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ یہاں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے اپنے ہی گناہ مراد ہیں "۔

مفتی صاحب اس شق کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں،

② یا یہ حسنات الابرار سیئات المقربین کے باب سے ہیں یعنی یہاں ذنوب سے مراد عام لوگوں کے ذنوب نہیں جن کی جزا جہنم ہے بلکہ وہ خلاف اولیٰ امور ہیں جن کا مقربین سے صدور مستبعد اور ابرار سے انکا صدور نا قابل مواخذہ۔ اگر شخص مذکور کا قول اس تاویل کی بناء پر ہے تو یہ بھی آیت کریمہ کی صحیح تاویل ہے اس پر شخص مذکور سے کوئی مواخذہ نہیں البتہ پہلی تاویل کا انکار اس شخص کی غلطی اور جہالت ہے جس شخص سے مذکور کو رجوع اور توبہ کرنی چاہیئے ......

....

○ آگے چل کر مفتی صاحب فرماتے ہیں اگر شخص مذکور اپنی ضد پر قائم رہے اور علماء متقدمین کی تاویلات حسنہ کو رد کرتے ہوئے اپنی جہالت پر قائم رہے تو شخص مذکور کو مبتدع اور گستاخ سمجھتے ہوئے اس سے ہر قسم کا قطع تعلق کر لیا جائے تاکہ اوروں کو عبرت ہو اور لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچایا جا سکے (ص ۱۳-۱۴ جواب دیں!)۔

مذکورہ بالا فتویٰ کی دونوں عبارتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا جملہ "اپنے ہی گناہ مراد ہیں" کا قائل اگر گناہ بول کر خلاف اولیٰ امور مراد لے تو یہ قرآن کی صحیح تاویل ہے اور گناہ کو بول کر اس کے علاوہ متقدمین کی تاویلات حسنہ سے کوئی تاویل مراد لے تو پھر بھی نہ وہ مبتدع ہے اور نہ گستاخ اور نہ اس سے قطع تعلق کا حکم۔ جبکہ اسی رسالہ میں مسئول عنہ کا کلام خود جامع فتاویٰ مولانا محمد امان اللہ صاحب نے نقل فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں "اب گناہ کے معنی کیا ہیں وہ جواب جو ہم نے آپ کو دے دیئے جو بیس پچیس جو آپ کو دے دیئے۔ (جواب دیں! ص ۷ سطر نمبر ۹-۱۰) - یعنی ڈاکٹر صاحب گناہ کو اس کے ظاہر معنیٰ پر نہیں مانتے بلکہ اس کی جو بیس پچیس تاویلیں پیش کرتے ہیں جنہیں مولانا امان اللہ صاحب زید مجدہم نے مصلحتاً کیسٹ سے اس رسالہ میں نقل نہیں کیا۔ ان میں ایک وہ تاویل ہے جو ② میں مفتی صاحب نے نقل کی اور اسے صحیح قرار دیا اور باقی دیگر علماء کی تاویلات حسنہ بھی ہیں (جعل اللہ سعیہم مشکورا) جن کو پیش نظر رکھ کر یہ لفظ بولنے والے پر مبتدع یا گستاخ وغیرہ کا حکم مفتی صاحب کے نزدیک نہیں لگتا کہ فقہاء کی عبارات میں مفہوم مخالف عند الحنفیہ معتبر ہوتا ہے (کتب اصول فقہ)

جامعہ اشرف المدارس اوکاڑہ کا فتویٰ بھی ڈاکٹر صاحب کے خلاف نہیں | یہ ایک علمی فتویٰ ہے اس میں شرح فقہ اکبر سے لائے کہ عصمت کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کیلئے قبل نبوت بھی ہونا قول اصح ہے یعنی اس کے خلاف بھی صحیح قول ہے۔ اس میں شرح مواقف سے لائے کہ انبیاء علیہم السلام زمانِ نبوت میں کبائر و صغائر سے معصوم ہوتے ہیں لیکن صغائر عمداً سے معصوم ہوتے ہیں۔ شرح مقاصد سے لائے کہ کبائر عمداً و سہواً اور صغائر عمداً نہ کہ سہواً بعد نبوت کو ہم نہیں مانتے۔ پھر لکھا کہ اگر کوئی شخص بعد از اعلان نبوت نبی سے ارتکاب کبیرہ کا قائل ہو تو وہ دائرہ اسلام سے

خارج ہے (جواب دیں، صفحہ ۱۵) ۔ (ظاہر ہوا کہ اشرف المدارس کا فتوی اس شخص کے بارے میں ہے جو کبیرہ گناہ کی نسبت سرکار کی جانب کرتا ہو ورنہ نہیں اور ڈاکٹر صاحبزادہ صاحب اگر کبیرہ گناہ مانتے تو چونتیس جیسی جواب کی بات کیوں کرتے ملاحظہ ہو (جواب دیں، صفحہ) بلکہ ڈاکٹر صاحب خود تو صغیرہ کبیرہ سہو کو بھی نہیں مانتے جیسا کہ مغفرت ذنب، صفحہ ۱۴ میں انہوں نے تصریح فرمائی وہ تو بعض ان مترجمین کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں جو ان کے اکابر ہونے کے علاوہ اہل سنت کے بھی اکابر ہیں کہ اگر وہ ان کی تاویلات کو پیش نظر رکھ کر یہ ترجمہ کر گئے تو ان کا ترجمہ غلط نہیں ہوا۔ اور اعلی حضرت پر ان کے اس ناروا حملہ کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ آپ کے سلسلہ ارادت وسلوک اور سلسلہ تلمذ سے وابستہ حضرات میں سے کسی نے ان حضرات کے ترجمہ پر ناروا حملے کئے تو ڈاکٹر صاحب بتقاضائے بشریت اعلی حضرت کے خلاف بولنے لگے ۔ فھدی اللہ تعالی الفریقین جمیعہ۔ لہذا اشرف المدارس اوکاڑہ کا فتوی ڈاکٹر زبیر صاحب کے خلاف ہرگز نہیں۔

دار العلوم حنفیہ بصیر پور کا فتوی

اس فتوی میں محققین کا مذہب اور ان کے دلائل بیان کئے ۔ لیکن اس بات پر کوئی دلیل نہیں دی کہ قبل نبوت ذنوب کے قائل اور بعد نبوت صغائر الذنوب کے قائل پر فتوی کفر کس نے دیا اور آیت کے تحت ذنب یا گناہ کا ترجمہ بارادہ تاویلات صارفہ عن وقوع الکبائر بعد وحی النبوۃ کرنا کفر کس نے قرار دیا اور اس کے بغیر یہ فتوی ڈاکٹر صاحب کے کفر وضلالت کا ثبوت نہیں بن سکتا ۔ کہ دعوی بلا دلیل ہے

مفتی غلام مصطفی رضوی صاحب کا فتوی

مفتی غلام مصطفی رضوی صاحب نے اگرچہ ذاتی حیثیت سے فتوی دیا ہے اور اس پر مدرسہ کی مہر نہیں لگائی نہ اپنے آپ کو مدرسہ انوار العلوم سے منسوب کیا ۔ تاہم اس میں ڈاکٹر صاحب کے بارے میں ترجمہ گناہ پر تکفیر وتضلیل نہیں کی ، البتہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر تنقید کو محل اعتراض ٹھہرایا ہے ظاہر ہے اعلی حضرت کے ترجمہ پر سوقیانہ تنقید سے تمام اہل سنت کے قلوب مجروح ہوئے ہیں اور یہ ہمارے جذبات کا معاملہ ہے ، تاہم محض جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے سبب کسی شخص کو اہل سنت سے خارج کرنا اور اسے اندر سے گمراہ سمجھنا بلادلیل اور محض رجماً بالغیب بدگمانی ہے جو محتاط علماء کو زیبا نہیں ۔ چونکہ مفتی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی تضلیل پر کوئی دلیل شرعی پیش نہیں کی لہذا یہ فتوی بھی ڈاکٹر صاحب کو مضر نہیں ۔

جامعہ اویسیہ بہاولپور کا فتوی

اس فتوی کی عبارت خطابی انداز میں تو سخت ہے۔ اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب کی تکفیر وتضلیل کا قول نہیں پایا جاتا اور اس کی اس لئے کوئی دلیل بھی نہیں دی اس لئے یہ بھی ڈاکٹر زبیر صاحب کے خلاف نہیں ،

حضرت مفتی محمود اختر صاحب کا فتوی

اس رسالہ میں حضرت صاحبزادہ علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب کا زبانی فتوی عدم تکفیر نقل کیا ہے اور اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا ۔ تاہم آخر میں صفحہ ۲۲ پر کچھ عربی اور فارسی عبارت لکھیں اور ان کے ترجمہ

کی بجائے خلاصہ یہ لکھا کہ "جو قرآن و حدیث کے علاوہ اپنی طرف سے نبی کے بارے میں یہ کہے کہ انہوں نے مخالفت یا معصیت کا ارتکاب کیا نعوذ باللہ من ذلک تو وہ کافر ہے" حالانکہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ تلاوت قرآن و حدیث کے اثناء میں اگر مخالفت یا معصیت کی نسبت کرے تو اس کی تکفیر نہیں ہوگی اور اگر اثناء تلاوت قرآن و حدیث کے بغیر یہ کہے تو تکفیر ہوگی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں ترجمہ بھی آتا ہے لہٰذا جس طرح معصیت کے لفظ سے تکفیر نہ ہوگی اسی طرح مخالفت کے لفظ سے بھی، اور مفتی محمود اختر صاحب کے خلاصہ کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ اگر قرآن و حدیث کے بغیر اپنی طرف سے کہے تو کافر ہو جائے گا، اور اگر قرآن و حدیث سے استدلال کر کے یہ لفظ کہے تو کافر نہیں ہوگا۔ جبکہ صاحبزادہ زبیر صاحب بھی یہ کہتے ہیں کہ ترجمہ یہ ہوتا ہے اور یہ کہ اس ترجمہ پر بقول ان کے قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ سے دلائل قائم ہیں۔ اس لئے پھر بھی وہ کافر نہیں ٹھہرتے، یہی وجہ ہے کہ مفتی محمود اختر صاحب نے بھی کھل کر صاحبزادہ زبیر صاحب پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔

الحمد للہ تقریباً تمام معتد بہا مطبوعہ فتاویٰ پر نظر غور مکمل ہوئی۔ اور ثابت ہو گیا کہ اس بنا پر صاحبزادہ صاحب کی عبارت کی تکفیر و تضلیل نہیں ہو سکتی اگرچہ ان کی عبارت کو پسند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے چل کر عرض کی جائے گی۔

جعلی فتویٰ پر افسوس بعض ذرائع سے پتہ چلا کہ صاحبزادہ زبیر صاحب کے مدرسہ رکن الاسلام کے شعبہ دار الافتاء کی طرف جو فتویٰ منسوب کر کے چھاپا گیا ہے وہ مذکورہ مدرسہ کے مفتی کا فتویٰ نہیں کیونکہ تقریباً ۱۵، ۲۰ برس سے اس مدرسہ میں جو مفتی کام کر رہے ہیں، ان کا یہ نام نہیں۔ اور اس تنازعہ سے بہت پہلے تک اس نام کا کوئی مفتی نہ تھا۔ یا تو یہ مفتی کبھی اس مدرسہ میں نہیں تھا یا اس قضیہ سے برسہا پہلے تھا تو تعجب ہے شاید اس نے علم غیب سے فتویٰ دے دیا بہر حال یہ فتویٰ مدرسہ کے دار الافتاء کی طرف سے گھڑ لینا باعث ملامت ہے اور علمائے حق کی شان اس سے بہت بعید۔

صاحبزادہ صاحب کے مخالفین نے جو فتاویٰ شائع کئے ان میں سے ریٹائرڈ کرنل صاحب کا رسالہ "لنڈنبک" تو صاحبزادہ صاحب کو لزوماً مرتد اور کافر واجب القتل گستاخ رسول قرار دیتا ہے یہ فتویٰ جیسا کہ حضرت صاحبزادہ علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے مولانا محمود اختر قادری ہندوستانی سلمہم اللہ نے نقل کیا حضرت صاحبزادہ اختر رضا خان صاحب دامت برکاتہم کے فتویٰ کے خلاف اور علمی مواد سے خالی محض فوجی دماغ کی آمرانہ ذہنیت کا شاہکار ہے، رہے اس پر تصدیق فرمانے والے مفتی صاحب ان کی سادہ لوحی کا یہ عالم ہے کہ لگتا ہے انہوں نے پورے رسالہ کو پڑھے اور سمجھے بغیر تصدیق کر دی، یہی وجہ ہے کہ ان کے فتویٰ میں کفر اور توہین رسالت کی وجہ سے مرتد، واجب القتل کے الفاظ پر کچھ تبصرہ نہیں فرمایا گیا جو رسالہ کرنیلی میں تحریر تھے۔

○ بہرحال یہ رسالہ ایک انتہا پسند عوامی شخص کا ہے جس نے صاحبزادہ علامہ محمد زبیر چشتی پر کفر و ارتداد اور قتل کا فتویٰ دے کر ظلم کیا اور کثیر مفسرین، شراح محدثین، مترجمین اہلسنت، متکلمین اور علماء عقائد کو گستاخ اور کافر قرار دے مارا ہے یہاں تک کہ "جواب دیں" نام کے رسالہ میں تائید کرنے والے بعض مفتیوں کو بھی کافر مرتد قرار دے دیا فالی اللہ المشتکی اگرچہ رسالہ "جواب دیں" میں بھی بعض مفتیان کرام نے صاحبزادہ زبیر پر فتویٰ کفر دیا ہے مگر اور انہوں نے بھی احتیاط فقہی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

البتہ رسالہ "جواب دیں" کے فاضل مؤلف نے سرورق پر ایک بھاری سوال قائم فرمایا ہے کہ کیا معاذ اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گنہگار ہیں اور کیا صحابہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ سوال جس طرح صاحبزادہ محمد زبیر صاحب کی طرف متوجہ ہے اسی طرح جو ان کی اس مسئلہ میں تکفیر سے ہاتھ کھینچتا ہے اس کی طرف بھی متوجہ ہوتا ہے۔ امید تو ہے کہ حضرت صاحبزادہ گرامی جانشینِ اعلیٰ حضرت نے فتویٰ کے بعد انہوں نے اس سوال سے رجوع کر لیا ہوگا بہرحال ہماری طرف سے جواب حاضر ہے۔

میں عرض کروں گا کہ یہ کہنا کہ قرآن شریف کی آیت کے ترجمے میں لفظ ذنب جب نبی کیلئے استعمال ہو تو اس کا معنی گناہ ہو سکتا ہے اور یہ کہنا کہ نبی سے گناہ ثابت ہو سکتا ہے ان دونوں میں فرق ہے اسی طرح یہ کہنا کہ نبی سے گناہ کا صدور ممکن ہے اور یہ کہ نبی سے کوئی گناہ صادر ہوا۔ ان میں بھی فرق ہے پھر یہ کہ نبی سے گناہ صادر ہوا اور یہ کہ نبی گنہگار ہے ان میں بھی فرق ہے دیکھیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ اس کے باوجود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خالق نہیں کہا جا سکتا۔ علماء نے اہلسنت بالخصوص امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں یہ جملہ بکثرت پایا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب دیا آپ بعطاء الٰہی علم غیب جانتے ہیں غیب کا علم رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اعلیٰ حضرت کا مختار یہ ہے کہ اطلاق عالم الغیب کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپسندیدہ ہے۔ ان مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ فعل کے اسناد میں اور اس فعل سے مشتق فاعل کے اطلاق میں احکام شرع میں فرق کیا جاتا ہے لہٰذا جواب یہ ہوگا کہ نبی گنہگار نہیں، نہ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گناہ کرنے والا (صیغہ اسم فاعل ہے) کہا جا سکتا ہے اور نہ گنہگار (صیغہ صفت مشبہ ہے) اور وہ اس لئے کہ ہم تو ہر گناہ کا صدور منتفی قرار دیتے ہیں ہمارے مختار مذہب سے قطع نظر بھی غور کریں تو "گناہ" کا لفظ کفر و شرک، کذب فی التبلیغ اور دیگر کبائر کو شامل ہے۔ کفر و شرک سے عصمت پر وحی الٰہی قرآن مجید ناطق ہے۔ فرمایا وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ میں مشرک نہیں ہوں (سورۃ یوسف) اور کذب فی التبلیغ کی نفی پر بھی قرآن عظیم دال ہے فرمایا مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى یہ قرآن اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا ہوا نہیں۔ لہٰذا ان گناہوں کی (معاذ اللہ) نبی سے

نسبت انکارِ قرآن ہونے کے باعث کفر قرار پائے گی۔ اسی طرح دیگر کبائر عمدیہ بعد نبوت کی نفی اجماع اہلسنت سے ثابت ہے تو اس کا منکر بھی گمراہ قرار پائے گا۔ اس لئے جو شخص معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گنہگار قرار دے گا۔ اگر وہ ان گناہوں کی نسبت کا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ منکرِ قرآن اور منکرِ اجماع اہلسنت ہونے کی وجہ کافر اور گمراہ قرار پائے اور اگر اس کا یہ عقیدہ نہ ہو تو بھی یہ کلمہ ایہام کفر یا ایہام ضلالت سے خالی نہیں۔

تاہم صاحبزادہ محمد زبیر صاحب محض یہ کہنے سے کہ ترجمہ قرآن کیلئے آیت سورۃ فتح اور آیت سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ذنب کا ترجمہ گناہ کے لفظ سے کرنا جائز ہے جبکہ فی الواقع نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ (عمدی، سہوی، کبیرہ، صغیرہ، قبل نبوت، و بعد نبوت) سے معصوم ہیں۔ محض اتنا کہنے سے صاحبزادہ زبیر صاحب کافر و گمراہ نہیں ٹھہرتے اور نہ ان کے حق میں یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ گنہگار کہتے ہیں۔ کیونکہ ① ان دونوں باتوں میں فرق ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ ② دوسرا امر یہ ہے کہ آیت میں تو ذنب سے استغفار اور ذنب کی مغفرت کا بیان ہے استغفار اور مغفرت جب کسی عام آدمی کے گناہ کی ہو جاتی ہے تو وہ بھی گنہگار نہیں رہتا۔ لا کبیرۃ مع الاستغفار اور التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ علماء اہلسنت کی زبان پر ہے پھر استغفار و مغفرت کے ساتھ آیات میں اس ترجمہ کے باعث معاذ اللہ نبی کو گنہگار کہنا کیونکر ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ لفظ بولتا ہی نہیں، نہ اس کے قول سے لازم آتا ہے تو اسے کافر کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ عند التحقیق لازم مذہب کو مذہب قرار دے کر اس پر فتویٰ لگانا بھی صحیح نہیں۔ رہا صحابہ کا مسئلہ تو صاحبزادہ صاحب نے اسے بازبان صحابہ ادا فرمایا ہے اور تواضع میں ایسے کلمات حقیقت عرفیہ پر محمول نہیں ہوتے جبکہ رسالہ "لذنبک" میں مصنف نے آیت کریمہ میں "ذنبک" سے اہل بیت کے گناہ مراد لئے ہیں فتاویٰ رضویہ شریف میں بھی اسی طرح وارد ہوا۔ تو اگر اہل بیت اطہار کے گناہ ماننے میں کوئی حرج نہیں تو صحابہ کرام کی تواضع نقل کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے خواہ وہ نقل سچی ہو یا جھوٹی۔ ......

جذباتی اور خطباتی بیان

بعض حضرات کا جذباتی بیان پڑھنے کو آیا ہے کہ جن حوالوں میں مترجمین نے یہاں گناہ کا ترجمہ کیا ہے وہ ترجمے "اتفاقاً عدم توجہی میں لکھے گئے وہ تراجم بجائے خود نا مقبول و غیر معتبر لائق اصلاح و ترمیم ہیں"، اور یہ بھی خطابی انداز میں لکھا کہ "گناہ اردو کا لفظ ہے اور اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی طرف سے اردو کا لفظ گناہ ہرگز استعمال نہیں ہو سکتا کیونکہ انہوں نے جو کچھ فرمایا عربی میں فرمایا اس لئے اردو کے لفظ گناہ کو مقدس ہستیوں کے حوالہ سے تحریر و بیان کرنا سراسر ظلم و بہتان اور افترا و کذب بیانی ہے"۔ (پیغام - عوام اہل سنت کے نام ص ۔ بلفظہ) ایک اور صاحب سے منسوب یہ بیان پڑھنے کو ملا کہ جتنے تراجم اور حوالہ جات اس بارے میں ہیں وہ غیر معصومین کے اقوال ہیں جنہیں معصوم کی عصمت پر قربان کیا جانا چاہیئے (ملخصاً)

گن بیانوں پر غور ○ دراصل یہاں دو مسئلے ہیں جن میں خلط سے پریشان فکری پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک یہ ہے کہ یہاں ذنب کا ترجمہ گناہ کرنا ہمارے مسلک مختار کے منافی ہے لہٰذا یہ ترجمہ مرجوح ہے راجح اور قوی نہیں ضعیف ہے صحیح نہیں۔ اس حد تک یہ بات صحیح ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ترجمہ (قرآن و حدیث) میں گناہ کا لفظ لکھنا کفر و شرک ہے گستاخی رسالت ہے افترا علی اللہ ہے یہ بات صحیح نہیں ورنہ وہ تمام مترجمین کافر و مشرک اور مفتری علی اللہ قرار پائیں گے جنہوں نے قرآن و حدیث میں اس طرح کا ترجمہ کیا اگر نہ سمجھ کر یا سہواً گستاخی رسالت معاف ہو جاتی ہے تو ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون کا کیا مطلب ہے؟

○ غیر معصومین اولیاء اور علماء کے حوالے صرف اسی لئے ہیں کہ اس قدر لوگ اور اس مرتبہ کے لوگ گستاخی رسالت پر متفق نہیں ہو سکتے

○ رہا یہ امر کہ یہ ترجمہ (اثبات گناہ کا) ضعیف ہے ہم نہیں مانتے اور نفی گناہ کے تراجم صحیح ہیں ہم انہیں مانتے ہیں یہ جذبات کی صحیح ترجمانی ہے۔

○ گناہ کے تراجم کرنے والوں کی تکفیر اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ سے بھی ثابت نہیں جبکہ ان کی مراد کفر و کبائر اور ان جیسے امور نہ ہوں۔

تکفیر مسلم اور حق اللہ و حق الرسول دراصل جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مومن کے رگ و جان میں ہوتی ہے اور وہ ادنیٰ سی کدورت کی نسبت سرکار کی طرف کرنے سے بپھر جاتا ہے۔ اسی طرح سے تکفیر مسلم سے بچنا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کے پیش نظر محبت رسول کا تقاضا ہے، محتاط علماء جب تک ہو سکے تکفیر مسلم سے بچتے ہیں کہ کہیں بے احتیاطی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہ کر بیٹھیں سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو شبہ سے کافر قرار دے کر قتل کرنے پر اپنے صحابی کے بارے میں اپنے رب سے عرض کی اے اللہ میں تیرے پاس براءۃ کا اظہار کرتا ہوں فلاں کے فعل سے۔ لہٰذا جذبات کے دونوں پہلو غور سے سمجھنا ضروری ہے

بشارت جلیلہ حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ سچا خواب نبوت کے ثمرات سے ایک ثمرہ ہے جس سے کچھ امت کو بطور تبرک عطا ہوا۔ فقیر غفر لہ اللہ اس بحث کی تقریر کے دوران فتاوی علماء پر نظر سے فارغ ہونے والا تھا فقیر چاہتا تھا کہ یہ لکھ دے کہ یہاں گناہ کا ترجمہ درست بہر حال نہیں اگرچہ کفر بھی نہیں لیکن حضرت داتا صاحب حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور حضرت شاہ ولی اللہ کی فارسی عبارات میں قرآن و حدیث کے ترجمہ میں یہ لفظ صریحاً مستعمل دیکھ کر ذرا ٹھہر رہا تھا سوچتا تھا کہ اس ترجمہ کی تغلیط کی بجائے اصح اور صحیح پر ٹال دیا جائے جیسا کہ بعض دیگر علماء کی عبارات منقولہ سے مترشح ہوتا ہے یہ جمعہ کی رات تھی تاریخ ۲۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۹۸ء تھی خواب میں اپنے شیخ کریم غزالی زماں سید العارفین علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا گناہ کا ترجمہ صحیح نہیں۔ نیند کھلی تو فجر ہو چکی تھی۔ میں نے پھر غور کیا تو الحمد للہ شرح صدر ہو گیا کہ جس طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں اگر کوئی ایک یا تین سر کے بالوں کا مسح سر پر مسح کی نیت سے کرے کافی ہے مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے مذہب میں چوتھائی حصہ سر کا مسح کئے بغیر سر کے مسح کا فرض ادا نہیں ہوتا۔ اب جس شخص نے مسح میں تین چار بالوں کا مسح کیا اور وہ امام شافعی کے مذہب پر ہے تو اس کی نماز اس کے نزدیک بھی صحیح ہے اور ہمارے نزدیک بھی وہ شخص گنہگار نہ ہوگا لیکن جو شخص امام ابو حنیفہ کے مذہب پر ہے

اس کیلئے ایسا نہیں وہ اگر فقط تین بالوں کا مسح کرے تو اس کا مسح پورا نہ ہوگا اور اس طرح جان بوجھ کر وہ اگر نماز پڑھے گا تو وہ نماز نہیں ہوگی اور اگر بر وقت نماز کا اعادہ نہ کرے گا تو ہمارے نزدیک وہ شخص گنہگار ہوگا ہاں اگر وہ بھول گیا اور اسے پتہ نہ چلا تو اس سے مواخذہ نہ ہوگا۔ کچھ اسی طرح یہ ترجمہ کرنے کا عمل ہے جو لوگ اپنے اجتہاد کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم عن الکبائر مان کر اس ترجمہ کو درست سمجھتے رہے یا جن کی توجہ اس معنی کی باریکی کی جانب نہ گئی حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم عن الکبائر والصغائر مانتے تھے مگر یہ ترجمہ کر بیٹھے اور اسے صحیح سمجھا تو ان سے مواخذہ نہ ہونا کچھ بعید نہیں۔ مگر ہم جو کہ ان علماء کے تابعین میں ہیں جو صغیرہ کبیرہ سے قبل نبوت و بعد نبوت معصوم مانتے ہیں، ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے لئے اور ان تمام علماء و مشائخ اور ان کے متبعین کیلئے اثبات گناہ کے ترجمہ کو صحیح نہ سمجھیں اگرچہ جس نے ایسا ترجمہ کیا ہے خواہ بے توجہی سے کیا خواہ قبل نبوت کے یا صغیرہ کے استثناء کی وجہ سے ہم اسے ماخوذ قرار نہ دیں۔

تاہم جو شخص ہمارے عقیدہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صغیرہ و کبیرہ سے قبل نبوت و بعد نبوت عمداً اور سہواً ہر طرح صغیرہ و کبیرہ سے معصوم مانتا ہو۔ اس پر لازم آتا ہے کہ وہ اس ترجمہ کو صحیح نہ سمجھے بلکہ ضعیف سمجھے اور خود ایسا ترجمہ کرے جو اثبات گناہ کا ہو تو اس سے توبہ کرے۔

یاد رہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رد یا میں لفظ غیر صحیح فرمایا ہے۔ صحیح کے مقابل ضعیف بھی ہوتا ہے اور غلط بھی ہوتا ہے یہاں مبہم اس لئے رکھا تاکہ دونوں معنوں پر حسب ضرورت دلالت کی گنجائش رہے کیونکہ جو شخص بعد نبوت عمداً کبیرہ یا کفر کا قول کرتا ہے اس کا اثبات گناہ کا ترجمہ کرنا ضلالت اور کفر ہونے کی وجہ سے غلط فاحش ہوگا۔ اس لئے صاحبزادہ صاحب بحمد اللہ ہر صغیرہ و کبیرہ عمدی و سہوی سے قبل و بعد نبوت عصمت انبیاء کے قائل ہیں ان پر لازم ہے کہ اپنے اس عقیدہ صحیحہ کے پیش نظر اثبات گناہ کے ترجمہ کو صحیح سمجھنے کے گناہ سے توبہ کریں جو عوام کیلئے بے شک گناہ نہ ہو لیکن ان کے حسن عقیدہ اور علمی مرتبہ کی نزاکت کے پیش نظر غلط ہے اور گناہ سے کم نہیں۔ اب ذرا صاحبزادہ صاحب کے دلائل اور شبہات پر بھی ایک نظر ڈال لیتے ہیں۔

صاحبزادہ محمد زبیر صاحب نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگایا ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تأخر کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے بے علمی کی وجہ سے سہواً غلط کیا ہے حضور کے (معاذ اللہ) گناہ کی بخشش کا ترجمہ صحیح ہوتا ہے کیونکہ اس ترجمہ سے کئی احادیث صحیحہ کی مخالفت ہوتی ہے انہوں نے کہا کہ وہ غزالی زماں کے ترجمہ کو صحیح سمجھتے ہیں انہوں نے اپنے رسالہ میں بخیال خود اپنی تائید میں احادیث بھی پیش کی ہیں، ان کے مخالفین نے ان کی تردید میں رسائل بھی شائع کئے ہیں۔

فریقین کے دلائل پر غور کرنے کے بعد یہ ثابت ہوا کہ صاحبزادہ زبیر صاحب نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر غلط

الزام لگایا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ صحیح ہے تفسیرات معتبرہ اور کتب عقائد کے مطابق ہے۔ کسی صحیح حدیث کے ہرگز خلاف نہیں اور غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اور اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ایک دوسرے کے خلاف ہرگز نہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے "اعلیٰ حضرت کی بے علمی" "غلط ترجمہ" اور "مخالفت احادیث" کے الفاظ آپ کے بارے میں بول کر اعلیٰ حضرت کی بے ادبی کی ہے اور ناحق غلط الزام لگایا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ صاحبزادہ صاحب کا پہلا الزام اپنی غلطیوں کے چھپانے کے لیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ و قدس سرہ پر بے علمی کا الزام ہے جو غلط اور افتراء ہے

الزام نمبر ۱ کے افتراء ہونے کا ثبوت صاحبزادہ صاحب کے قلم سے

بے علمی سے آپ کی مراد یا تو علم تفسیر و حدیث و فقہ سے لاعلمی ہو سکتی ہے یا پھر فقط ان احادیث سے بے علمی جو صاحبزادہ زبیر صاحب نقل کر رہے ہیں۔

اب دونوں شقوں کا رد خود صاحبزادہ صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو۔ (۱) (مغفرت ص۶) "اپنے وقت کا بے بدل عالم و عارف اور ایک بلند پایہ فقیہ اور عاشق رسول" (۲) (مغفرت ص۸ پر لکھتے ہیں) "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ذات اس دور کی ایک محیر العقول علمی اور روحانی شخصیت تھی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت کے جس بحر بے کراں سے نوازا تھا اس کی نظیر اس صدی میں ملنا مشکل ہے۔" (۳) صاحبزادہ صاحب اپنے جدِّ امجد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب نقل فرماتے ہیں جس میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو القاب میں تاج العلماء اور جامع معقول و منقول تحریر فرمایا (مغفرت ص۱۰) پھر اس کے باوجود "مغفرت ذنب" میں لکھتے ہیں "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر میں لاعلمی کی بناء پر سہواً اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث کے خلاف ہو گیا ہے" (مغفرت ذنب ص۴۵) ان عبارات کے ملانے سے ثابت ہوتا کہ زبیر صاحب اعلیحضرت کی توہین کر رہے ہیں۔ اور اگر ان کی مراد صرف اسی آیت کی تفسیر میں ان کی نقل کردہ حدیثوں سے لاعلمی ہے تو اس کے بارے میں بھی صاحبزادہ زبیر صاحب اپنی تردید آپ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ الزام قائم کرتے ہوئے اپنے رسالہ کے ص۵۳-۵۴ پر ارقام فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے رسالہ انباء المصطفیٰ میں ص۸-۹ پر تحریر فرمایا "صحابہ نے عرض کی ھنیئاً لک یا رسول اللہ لقد بین اللہ لک ماذا یفعل بک فماذا یفعل بنا۔ یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو خدا کی قسم اللہ عزوجل نے یہ تو صاف صاف فرما دیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا" (مغفرت ذنب ص۵۳-۵۴) نیز ڈاکٹر زبیر صاحب فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص۱۵-۱۶ (ہمیں یہ حوالہ طبع سنی دارالاشاعت لائل پور کے ص۶۱۵-۶۱۶ پر ملا ہے) کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں (ام المؤمنین رضی اللہ عنہا) سن رہی تھی کہ یا رسول اللہ میں صبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت روزہ کی ہوتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ایسا کرتا ہوں اس نے عرض کی حضور کی ہماری کیا برابری حضور کو تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پوری معافی عطا فرما دی ہے (مغفرت ص۵۳)

ملاحظہ ہو صاحبزادہ صاحب نے احادیث سے جس مضمون کو اپنی تحقیق سمجھ کر اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ پر لاعلمی کا الزام لگایا۔ قدرت نے خود ان کے قلم سے لکھوا دیا کہ اعلیٰحضرت کو ان حدیثوں کا علم تھا۔ اور اپنی کتابوں میں وہ یہ حدیثیں تحریر کر چکے ہیں۔

علاوہ ازیں یاد پڑتا ہے کہ صاحبزادہ محمد زبیر صاحب نے تبرکاً حضرت غزالی زماں سے سند حاصل کی تھی اس سند کو پڑھیں تو اس پر اجازت تبرک کے طور پر اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث اور سند سلسلہ قادریہ بھی درج ہے اس صورت میں اعلیٰحضرت پر بے علمی کا الزام اپنی سند حدیث کا استخفاف ہے۔

الزام نمبر ۲ کا جواب: صاحبزادہ زبیر صاحب نے پہلی حدیث جو اس بارے میں پیش کی وہ سیدنا انس بن مالک سے شان نزول (لیغفر لک والی آیۃ) کے بارے میں ہے۔ محل استشہاد یہ ہے کہ صحابہ نے کہا ھنیئاً مریئاً یا نبی اللہ بین اللہ عزوجل ما یفعل بک فما ذا یفعل بنا فنزلت علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدخل المومنین والمومنات جنات تجری من تحتھا الانھر حتی بلغ فوزاً عظیماً۔ ترجمہ میں لکھتے ہیں تو حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ رات مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے روئے زمین کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہے پھر حضور نے صحابہ کے سامنے یہ آیت مبارکہ پڑھی۔ اس پر صحابہ نے حضور سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی مبارک ہو آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تو بیان فرمادیا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوگا، لیکن ہمارے ساتھ کیا ہوگا؟ اس پر یہ آیت بشریٰ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر (امام الوہابیہ) ج ۷ صفحہ ۲۹۶ تفسیر روح المعانی ج ۹ صفحہ ۸۶ تفسیر مظہری ج ۹ صفحہ ۲ تفسیر صاوی ج ۷ صفحہ ۹۵ تفسیر کبیر ج ۷ صفحہ ۵۳۷ مسند احمد بن حنبل ج ۳ صفحہ ۲۱۰ صحیح البخاری ج ۲ صفحہ ۷۱۶، ۶۰۰ صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۱۰۶۔ جامع ترمذی صفحہ ۹۶۹ اور بھی کئی حوالے بغیر ذکر صفحہ کے اور تفسیر در منثور ج ۶ صفحہ ۷۱۔ (مغفرت ذنب صفحہ ۲۰-۲۱)

صاحبزادہ صاحب کا اصل استدلال اس حدیث سے ہے اس لئے حوالوں کی بھرمار کر دی ہے۔ اور اسی کے برتے پر اعلیٰحضرت کے ترجمہ کو غلط اور مخالف احادیث کہا ہے حالانکہ صاحبزادہ صاحب کا پسندیدہ اثبات گناہ کا ترجمہ ہی تفسیر اور احادیث کے خلاف ہے ملاحظہ ہو۔

جواب ۱: صاحبزادہ صاحب نے جن کتب تفسیر کا حوالہ دیا ہے ان میں سے کسی ایک مفسر و مصنف نے بھی اپنی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ ان کی پسندیدہ تفسیر یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعی گناہ تھے اور آگے بھی ہوتے اور انہیں معاف کیا گیا۔ پھر کیا وہ سب اس حدیث کے مخالف قرار پائے جبکہ اپنی تفاسیر میں تفاصیل اقوال میں انہوں نے خود مذکورہ بالا حدیث کو نقل کیا یا انہوں نے بے علمی سے غلط تفسیر کو اختیار کیا۔ ان بڑی بڑی کتب تفاسیر کو کھنگالنے کی بجائے صاحبزادہ صاحب نے کاش اپنے مغفرت ذنب کا صفحہ ۱۷،۱۸،۱۹ ملاحظہ فرمالیا ہوتا۔

(الف) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنا پسندیدہ اور مختار قول اور جواب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ......
اعلان ہے کہ اے محبوب ہم نے آپ کی اگلی و پچھلی زندگی کو گناہوں سے بالکل محفوظ اور معصوم کر دیا ہے (جواہر البحار)

(ب) - امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نا الشہادہ حسن کہہ کر ترجیح دیتے ہوئے اور اس کو اپنا مختار قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں ...... یعنی آپ گناہوں سے بالکل محفوظ اور معصوم رہے -

(ج) علامہ قاضی عیاض، علامہ جمل، علامہ قسطلانی، علامہ سیوطی نے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت سے حضور کا تمام عیوب و نقائص سے محفوظ اور پاک ہونا مراد لیا اور اسی کو حسین قول قرار دیا (بحوالہ جواہر البحار)

(د) علامہ تاج الدین سبکی - آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مغفرت ذنب سے یہ معنی مراد نہیں کہ (معاذ اللہ) حضور کے حقیقتاً کوئی گناہ تھے اور وہ معاف کر دیئے گئے بلکہ یہ ایک تعظیم و تکریم کا جملہ ہے جو عزت افزائی اور آپ کے مرتبہ و مقام کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے کسی خاص مقرب سے خوش ہو کر کہہ دے کہ جا میں نے تجھے سات خون معاف کیئے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس نے سات خون کیئے ہیں......
.. علامہ سبکی فرماتے ہیں اس جواب کے علاوہ اور کوئی جواب نہیں بنتا -

(ہ) مفسر قرآن علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ جن کی تفسیر حاشیہ خفاجی مشہور ہے وہ بھی اسی جواب کو اختیار فرماتے ہیں (نسیم الریاض ج ا ص ۲۷۳)

(و) محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی جواب کو اختیار فرماتے ہیں (مدارج النبوۃ ج ا ص ۱۲۷ اشعۃ اللمعات ج ا ص ۲۶-۱۲۷) - {ملخصاً (مغفرت ذنب) (ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب) ص ۱۸-۱۷-۱۶ } -

صاحبزادہ صاحب کا یہ حسین اعتراف ہے کہ نسبت گناہ کے قیام کی بجائے مذکورہ بالا علماء نے سرے سے گناہ کی ہی حضور سے نفی کر دی کہ ہوا ہی نہیں نیز یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ھنیئاً لک یا رسول اللہ والی حدیث کو انہی علماء نے نقل بھی کیا جنہیں آپ امام کہہ کر ان کے کلام سے سند لا رہے ہیں (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ کی نفی ہو گی) تو کیا جان بوجھ کر حدیث کی مخالفت کرنے والوں کو آپ تفسیر میں اپنا پیشوا مانتے ہیں - کیا یہ سارے حضرات معاذ اللہ جان بوجھ کر اس حدیث اور قرآن کے صحیح معنیٰ کی مخالفت کر رہے ہیں کیا اب صاحبزادہ صاحب بتائیں گے کہ صحابہ کس گناہ کے معاف ہونے کی مبارک دے رہے تھے اور کیا صاحبزادہ صاحب بتائیں گے کہ مذکورہ بالا حدیث خود لکھ کر اور سامنے رکھ کر یہ سارے علماء سرے سے گناہ کے وجود سے انکار کر کے عمداً مخالف حدیث ٹھہرے یا نہیں؟ اگر مخالف ٹھہرے تو ڈاکٹر صاحبزادہ صاحب انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا کیوں مان رہے ہیں اور اگر یہ مخالف نہیں ٹھہرے تو اعلیٰ حضرت کس طرح مخالف حدیث ٹھہرے

جواب ۲ - صاحبزادہ زبیر صاحب کے سامنے تو یہ حدیث ہے لیکن وہ اپنا عقیدہ اہلسنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ - سلف و خلف کا اجماعی عقیدہ بلکہ صحابہ کرام سے آج تک تمام اہل اسلام کا ایمانی یقینی (اجماعی قطعی) عقیدہ یہ لکھتے ہیں

بالخصوص حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان نبوت سے قبل نہ بعد نہ صغیرہ نہ کبیرہ نہ قصداً نہ سہواً الغرض آپ سے کبھی بھی کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا (مغفرت ذنب" صـ۱۳)

اب ذرا صاحبزادہ صاحب اپنی تقریر کی کیسٹ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں (ایک اور حدیث اس مضمون پر پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں) "اس حدیث کے یہ معنی نکل رہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور کے گناہ معاف کر دئے ہیں اور صحابہ بھی سمجھ رہے ہیں کہ حضور کے گناہ معاف کئے ہیں اور حضور بھی یہ فرما رہے ہیں ہاں میرے گناہ معاف کئے ہیں۔ اب گناہ کے معنی کیا ہیں وہ جواب جو ہم نے آپ کو دے دیئے چوبیس پچیس جواب جو آپ کو دیئے۔

صاحبزادہ صاحب سے ان دو عبارتوں کو سامنے رکھ کر دو مطالبے ہو سکتے ہیں۔

مطالبہ نمبر ۱ :- یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "اس موقعہ پر ان صحابہ کرام سے جو آپ کے لمبے قیام لیل کو کم کرانا چاہتے تھے (فرمایا) کہ ہاں میرے گناہ معاف کئے ہیں" یہ کونسی حدیث کی کتاب میں کس صفحہ پر ہے؟ صاحبزادہ صاحب اس کا حوالہ نہیں دے سکے تو انہیں مان لینا چاہیئے کہ انہوں نے دانستہ یا نادانستہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی طرف سے الفاظ منسوب کر دیئے وہ مقرر نہیں بلکہ اپنے مدرسہ کے شیخ الحدیث ہیں لہٰذا اس سے توبہ واستغفار میں ان کیلئے کوئی عذر نہیں مگر یہ کہ وہ سہو ونسیان کا دعویٰ کریں مگر عالم ہونے پر تو براءۃ ضروری ٹھہرتی ہے۔

مطالبہ نمبر ۲ :- یہ کہ صحابہ سے اب تک تمام مسلمان کہتے ہیں کوئی گناہ نہیں ہوا اور صحابہ سمجھ رہے تھے کہ حضور کے گناہ معاف ہوئے کیا آپ نے یہ جمع بین النقیضین نہیں کیا؟ دیکھئے مندرجہ ذیل عبارات میں غور فرمایئے۔

① بقول آپ کے تمام صحابہ سمیت پوری امت کا اجماع: ایک گناہ بھی نہیں تھا۔ ② بعض صحابہ کا عقیدہ: بعض گناہ تھے جو پھر معاف ہو گئے

ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ان دو عبارتوں سے ایک سچ ہو گی تو دوسری جھوٹ ہو گی زبیر صاحب کو اگر کوئی چوبیس تشریحیں لفظ "ذنب" کی بجائے لفظ گناہ کی تشریح میں ہوں بھی تو کوئی بھی اس تناقض کو نہیں اٹھا سکتی جب تک معاف ہونے والے امر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ کی نفی کر کے غیر گناہ نہ قرار دیا جائے ورنہ لازم آئے گا کہ یا تو تمام صحابہ اور تمام امت زبیر صاحب سمیت اس حدیث کے مخالف قرار پائیں یا یہ احادیث بقول آپ کے اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ساقط الاعتبار قرار پائیں۔ اور اگر یہ احادیث بھی ساقط الاعتبار نہیں اور اجماع امت سے بھی فرار نہیں تو ماننا پڑے گا کہ ان احادیث کی روشنی میں کبھی بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گنہگار نہیں خواہ اُمت گنہگار مراد ہو یا آپ کے اچھے افعال کو متوقع زیادہ اچھے کی نسبت کم ہونے کے باعث مراد لیا ہو۔ یا سرے سے ایک محاورہ ہو جو ہر طرح کے گناہ کے وجود کی نفی کرتا ہو جیسے اردو میں "جس کی لاٹھی اسی کی بھینس"، کا محاورہ جو طاقتور کی حکومت کو ظاہر کرتا ہے نہ کسی کی لاٹھی یا بھینس کو ——— یا جیسے عربی کا محاورہ "جاؤ واعلیٰ بکرۃ ابیہم" جس سے مراد سب کا جمع ہو کر آنا ہے جبکہ لفظی ترجمہ ہے وہ اپنے باپ کی اونٹنی پر آئے لیکن محاورہ نے اس سے مراد میں سے اونٹنی

اور باب اور اضافت سبب کو غائب کر دیا بہر حال مطالبہ یہ ہے کہ بشمول جملہ اہل اسلام صاحبزادہ زبیر صاحب یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کسی قسم کا کوئی گناہ صغیرہ، کبیرہ، عمداً، سہواً (نسیاناً) خطأً قبل نبوت یا بعد اللہ تعالیٰ نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونے نہیں دیا تو کیا یہ ان احادیث صحیحہ کے خلاف نہیں جن سے بقول آپ کے یہ معنی نکل رہے ہیں کہ "حضور کے گناہ معاف کئے گئے ہیں" اگر خلاف ہیں تو زبیر صاحب جان بوجھ کر مخالف حدیث قرار پائے۔ اگر نہیں تو "حضور کے گناہ معاف کئے گئے ہیں" کا جملہ جس دلیل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نوع کے ہر فرد گناہ سے پاک ہونے کے منافی نہیں، مخالف نہیں اور "خلاف اولیٰ امر" کے منافی نہیں اسی دلیل سے ما تقدم اور ما تأخر کا معنیٰ امت کرنا حدیث کے منافی کیوں؟ حضور کے حقیقی گناہ مراد نہ ہونے میں تینوں برابر ہیں اس لئے صاحبزادہ زبیر صاحب کو سوچنا چاہئے کہ جس مخالفت حدیث کا الزام آپ نے اعلیٰحضرت پر لگایا وہی الزام آپ پر، آپ کے قول سے آپ کے معتمد مفسرین و مترجمین پر بلکہ تمام امت پر لگ رہا ہے اس لئے غلط الزام لگانے کا اعتراف فرما کر اتہام تراشی سے توبہ کریں۔

جواب ۳۱

پہلی حدیث جسے صاحبزادہ صاحب نے تفسیر کی چھ کتابوں اور حدیث کی سات کتابوں کے حوالے سے سب سے پہلے پیش کیا وہ صحیح معیار پر پوری نہیں اترتی پہلے حدیث سنئے عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ نزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر مرجعہ من الحدیبیۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد انزلت علی اللیلۃ آیۃ احب الی مما علی الارض ثم قرأھا علیھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ھنیئاً مریئاً یا نبی اللہ لقد بین اللہ عز وجل ماذا یفعل بک فماذا یفعل بنا فنزلت علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتھا الانھر حتی بلغ فوزاً عظیما۔ اس روایت کو جن حوالوں سے پیش کیا گیا ان میں سرفہرست بخاری صفحہ ۷۱۶ ج ۲، صفحہ ۶۰۰ ج ۲، مسلم صفحہ ۱۰۶ ج ۲، جامع ترمذی صفحہ ۹۶۹، مسند احمد صفحہ ۲۱ ج ۲، حدیث کی باقی کتابوں کے صفحے نہیں دیئے گئے اس لئے بھی انہیں دیکھنے کی اتنی ضرورت نہیں جس جملہ سے صاحبزادہ صاحب بزعم خویش استدلال کر رہے ہیں وہ "فقالوا ھنیئاً" سے شروع ہو کر آخر تک پورا ہوتا ہے صاحبزادہ صاحب ہی کے الفاظ میں اس کا ترجمہ یہ ہے اس پر صحابہ نے حضور سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی مبارک ہو آپ کو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو بیان فرما دیا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوگا لیکن ہمارے ساتھ کیا ہوگا؟ اس پر آیت شریفہ نازل ہوئی "لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتھا الانھر" سے "فوزاً عظیماً" تک۔ مغفرت ذنب صفحہ ۲۱

مذکورہ بالا روایت پر تنقید | اگرچہ ترمذی نے اس روایت کو حسن، صحیح قرار دیا لیکن بخاری صفحہ ۷۱۶ ج ۲، مسلم صفحہ ۱۰۶ ج ۲ کا حوالہ غلط ہے ان صفحوں پر اس کا پہلا حصہ تو موجود ہے لیکن جس حصہ سے صاحبزادہ صاحب نے استدلال کیا ہے وہ حصہ اول سے آخر تک سرے سے موجود ہی نہیں۔ لگتا ہے صاحبزادہ صاحب نے بخاری، مسلم کو پڑھے بغیر سنی سنائی پر حوالہ دے دیا ہے، بخاری مسلم کا اس جملہ کو بیان نہ کرنا ظاہر کر رہا ہے کہ "دال میں کچھ کالا ہے" بلکہ بخاری نے صفحہ ۶۰۰ ج ۲ پر اس جملہ پر تنقید کرتے ہوئے یہ ظاہر کر دیا کہ بخاری، مسلم دونوں نے اس جملہ کو صحیح نہیں سمجھا۔ امام بخاری نے تحریر کیا کہ حدثنی احمد بن اسحاق قال حدثنا عثمان بن عمر قال أخبرنا شعبة

عن قتادة عن انس بن مالك انا فتحنا لك فتحاً مبيناً قال الحديبية قال اصحابه هنيئاً مريئاً فما لنا فانزل الله ليدخل المؤمنين والمؤمنت جنت قال شعبة فقدمت الكوفة فحدثت بهذا كله عن قتادة ثم رجعت فذكرت له فقال اما انا فتحنا لك فعن انس واما هنيئاً مريئاً فعن عكرمة۔ صحیح بخاری ص ۶۰۰ ج ۲ - یعنی بخاری نے اپنی سند سے شعبہ سے روایت کی انہوں نے عن کے ساتھ قتادہ سے روایت کی قتادہ نے عن کے ساتھ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انا فتحنا لک فتحاً مبینا کے بارے میں حضرت انس نے فرمایا کہ حدیبیہ کے مقام میں نازل ہوئی آپ کے اصحاب نے کہا هنیئاً مریئاً (یعنی نہ گناہ ہے آپ پہ اور نہ تکلیف حاشیہ بخاری ص ۶۰۰ بحوالہ قسطلانی) تو ہمارے لئے کیا ہے تو پھر اللہ نے آیت نازل فرمائی "لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت" امام بخاری نے اس حدیث پر تنقید کرتے ہوئے شعبہ کا قول بیان کیا کہ (میں نے قتادہ راوی پر اعتبار کرتے ہوئے اس پوری روایت کو قبول کر لیا) پھر میرا کوفہ جانا ہوا تو میں نے کوفہ والوں کو یہ روایت اسی طرح سنوادی پھر میں واپس آیا۔ قتادہ سے ملاقات میں اس کے سامنے میں نے یہ حدیث دوبارہ ذکر کی تو قتادہ نے کہا کہ انا فتحنا لک کے بارے میں کہ وہ حدیبیہ میں اتری یہ تو حضرت انس سے روایت (واقعی) ہے لیکن هنیئاً مریئاً (والا پورا جملہ حضرت انس سے روایت نہیں بلکہ ایک تابعی عکرمہ سے روایت ہے (جس نے اپنے استادوں کا نام ذکر ہی نہیں کیا) (ج ۲ ص ۶۰۰ بخاری) اس لئے یہ روایت مرفوع تو ہے متصل نہیں اور بخاری اور دیگر محدثین غیر متصل مرفوع کو صحیح نہیں سمجھتے بلکہ ضعیف سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بخاری نے صفحہ نمبر ۶۰۰ ج ۲ جلد دوم پر اور مسلم نے ص ۱۰۶ ج ۲ پر حضرت انس سے اسی حدیث کا پہلا حصہ تو روایت کیا لیکن هنیئاً سے آخر تک ایک لفظ بھی روایت نہیں کیا۔ رہے ترمذی تو ان کا تساہل بخاری مسلم کے مقابل مشہور بین المحدثین ہے جو کہ حدیث اور اصول حدیث کے طالب علموں پر مخفی نہیں۔ بہرحال جب یہ جملہ مسلم نے روایت نہیں کیا اور بخاری نے نہ صرف یہ کہ اس جملہ کو ترک کیا بلکہ اس پر جرح کر کے ایک تابعی کا قول قرار دے دیا اور اپنے قانون پر اسے ضعیف قرار دے دیا مسند احمد نے جلد ۳ ص ۲۱۰ پر اس روایت کو بیان ہی نہیں کیا البتہ ج ۳ ص ۱۷۳ پر اسے قتادہ عن عکرمہ روایت کر کے شعبہ کی جرح جو بخاری نے نقل کی مفصل نقل کی اور بتایا کہ اس غلطی کے ازالہ کیلئے شعبہ دوبارہ کوفہ گئے اور اپنی پہلی روایت کی تردید کی۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۲۹ جس کی جلد صفحہ بتائے بغیر حوالہ دیا تھا پر صرف اتنا ہے کہ یہ آیت حدیبیہ میں نازل ہوئی اور اس سے اگلا جملہ جس کیلئے حوالہ دیا گیا وہ سرے سے وہاں بھی موجود نہیں۔

جواب نمبر ۳ :- اس حدیث کے ایک راوی قتادہ ہیں جو مدلس تھے (ان پر قدری (بدمذہب ہونے کا) الزام بھی لگا جو یحییٰ بن معین نقاد محدث کا قول ہے (میزان الاعتدال للذہبی ص ۳۸۵ ج ۳) مدلس محدث اگر ثقہ ہو تو جو روایت عن کے ساتھ کرے وہ مقبول نہیں جب تک کہیں بھی (اتصال) بالمشافہ حدیث سننے کی تصریح نہ کرے اس روایت میں پہلی بار بھی قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے معنعن سے روایت کیا۔ پھر بعد میں پتہ چلا کہ اس نے حضرت انس سے یہ حدیث سنی ہی نہ تھی پھر دوبارہ بھی عکرمہ سے عن کے ساتھ روایت کی اور اس کے استاد کا بھی نام نہیں بتایا

عن قتادة عن انس بن مالك انا فتحنا لك فتحاً مبيناً قال الحديبية قال اصحابه هنيئاً مريئاً فما لنا فانزل الله ليدخل المؤمنين والمؤمنٰت جنّٰت قال شعبة فقدمت الكوفة فحدثت بهذا كله عن قتادة ثم رجعت فذكرت له فقال اما انا فتحنا لك فعن انس واما هنيئاً مريئاً فعن عكرمة ۔ صحیح بخاری صفحہ ۶۰۰ ج ۲ ۔ یعنی بخاری نے اپنی سند سے شعبہ سے روایت کی انہوں نے عن کے ساتھ قتادہ سے روایت کی قتادہ نے عن کے ساتھ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً کے بارے میں حضرت انس نے فرمایا کہ حدیبیہ کے مقام میں نازل ہوئی آپ کے اصحاب نے کہا ھنیئاً مریئاً (یعنی نہ گناہ ہے آپ پہ اور نہ تکلیف حاشیہ بخاری صفحہ ۶۰۰ بحوالہ قسطلانی) تو ہمارے لئے کیا ہے تو پھر اللہ نے آیت نازل فرمائی "لیدخل المومنین والمومنات جنّٰت" امام بخاری نے اس حدیث پر تنقید کرتے ہوئے شعبہ کا قول بیان کیا کہ (میں نے قتادہ راوی پر اعتبار کرتے ہوئے اس پوری روایت کو قبول کر لیا) پھر میں کوفہ جانا ہوا تو میں نے کوفہ والوں کو یہ روایت اسی طرح سنوادی پھر میں واپس آیا۔ قتادہ سے ملاقات میں اس کے سامنے میں نے یہ حدیث دوبارہ ذکر کی تو قتادہ نے کہا کہ انا فتحنا لک کے بارے میں کہ وہ حدیبیہ میں اتری یہ تو حضرت انس سے روایت (واقعی) ہے لیکن ھنیئاً مریئاً (والا پورا جملہ حضرت انس سے روایت نہیں بلکہ ایک تابعی عکرمہ سے روایت ہے (جس نے اپنے استادوں کا نام ذکر ہی نہیں کیا) (ج ۲ صفحہ ۶۰۰ بخاری) اس لئے یہ روایت مرفوع تو ہے متصل نہیں اور بخاری اور دیگر محدثین غیر متصل مرفوع کو صحیح نہیں سمجھتے بلکہ ضعیف سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بخاری نے صفحہ نمبر ۷۱۵ جلد دوم پر اور مسلم نے صفحہ ۱۰۶ ج ۲ پر حضرت انس سے اسی حدیث کا پہلا حصہ تو روایت کیا لیکن ھنیئاً سے آخر تک ایک لفظ بھی روایت نہیں کیا۔ رہے ترمذی تو ان کا تساہل بخاری مسلم کے مقابل مشہور بین المحدثین ہے جو کہ حدیث اور اصول حدیث کے طالب علموں پر مخفی نہیں۔ بہرحال جب یہ جملہ مسلم نے روایت نہیں کیا اور بخاری نے نہ صرف یہ کہ اس جملہ کو ترک کیا بلکہ اس پر جرح کر کے ایک تابعی کا قول قرار دے دیا اور اپنے قانون پر اسے ضعیف قرار دے دیا مسند احمد نے جلد سوم صفحہ ۲۱۰ پر اس روایت کو بیان ہی نہیں کیا البتہ ج ۳ صفحہ ۱۷۳ پر اسے قتادہ عن عکرمہ روایت کر کے شعبہ کی جرح جو بخاری نے نقل کی مفصل نقل کی اور بتایا کہ اس غلطی کے ازالہ کیلئے شعبہ دوبارہ کوفہ گئے اور اپنی پہلی روایت کی تردید کی۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ صفحہ ۴۲۹ (جس کی جلد صفحہ بتائے بغیر حوالہ دیا تھا) پر صرف اتنا ہے کہ یہ آیت حدیبیہ میں نازل ہوئی اور اس سے اگلا جملہ جس کیلئے حوالہ دیا گیا دوسرے سے وہاں بھی موجود نہیں ۔

جواب نمبر ۲ : ۔ اس حدیث کے ایک راوی قتادہ ہیں جو مدلس تھے (ان پر قدری (بد مذہب ہونے کا) الزام بھی لگا جو یحییٰ بن معین نقاد محدث کا قول ہے (میزان الاعتدال للذھبی صفحہ ۳۸۵ ج ۳) مدلس محدث اگر ثقہ ہو تو جو روایت عن کے ساتھ کرے وہ مقبول نہیں جب تک کہیں کبھی (اتصال) بالمشافہ حدیث سننے کی تصریح نہ کرے اس روایت میں پہلی بار بھی قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عن سے روایت کیا۔ پھر بعد میں پتہ چلا کہ اس نے حضرت انس سے یہ حدیث سنی ہی نہ تھی پھر دوبارہ عکرمہ سے عن ...

نہیں معلوم کہ قتادہ اور عکرمہ کے درمیان اور عکرمہ سے اوپر کون کون سے راوی ہیں جن کا نام نہیں لیا گیا وہ ثقہ ہیں یا ضعیف و منکر اور موضوع روایت لانے والے لہٰذا یہ روایت ہرگز قابل استدلال نہیں ۔

جواب نمبر ۳ ج ۔ عکرمہ مولی ابن عباس ۔ بقول قتادہ دراصل قتادہ نے جسے عکرمہ سے عن کے ساتھ روایت کیا ہے یہ عکرمہ کون ہیں؟

میزان میں ہے انهم رأي الخوارج ان پر خارجی ہونے کا الزام ہے (میزان الاعتدال صفحہ ۹۳ ج ۳)

قال یحییٰ کذاب (یعنی یحییٰ نے کہا وہ کذاب ہے) علی بن عبد اللہ نے عکرمہ کو باندھ رکھا تھا وجہ یہ بیان کی کہ ان هذا الخبيث يكذب على ابي ۔ خبیث

معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کافر جہنم میں جائیں گے یا جنت میں یہاں تک بھی کہ آیت "لآ ادری مایفعل بی ولا بکم" میں صاف صاف اعتراف اپنے نبی سے کرایا کہ آپ کہیں کہ لے کافرو! مجھے نہ اپنے بارے میں کچھ پتہ ہے کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا ہوگا اور نہ تمہارے بارے میں کہ آخرت میں تمہارے ساتھ کیا ہوگا یہ اعتراف جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے سامنے کیا تو کافروں نے طعنہ مارا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح ہمارے بارے میں پتہ نہیں اسی طرح اپنے بارے میں بھی پتہ نہیں اس لئے اس بات میں ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے برابر ہیں۔

اعتراض کا جواب

(حدیث معلل صحیح نہیں ہوتی بلکہ رد ہو جاتی ہے)

وجہ نمبر۱ میں عرض کروں گا کہ یہ حدیث بوجوہ معلل ہے اور معلل حدیث سند صحیح ہونے کے باوجود صحیح نہیں ہوتی بلکہ رد ہوتی ہے (شرح نخبہ صفحہ ۱۳۱ طبع ملتان)

قرآن عظیم کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں کہ جب بھی کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تو آیات الٰہی سے فوراً اس کا جواب آیا اللہ تعالیٰ نے اس میں دیر نہیں لگائی مگر مذکورہ بالا قصہ کو دیکھا جائے تو یہاں قرآن عظیم کا طریقہ اور اللہ تعالیٰ کا دستور تبدیل ہوتا ہوا نظر آتا ہے آیت "لآ ادری مایفعل بی ولا بکم" سورۃ احقاف آیہ نمبر ۹ میں ہے سورۃ احقاف شان نزول کے اعتبار سے ۶۶ نمبر کی سورۃ ہے جو مکہ میں نازل ہوئی اس کو سن کر مشرکین نے (جیسا کہا گیا ہے) پر اعتراض کیا۔ اس کے بعد بھی مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکونت رکھی۔ اس کے بعد ستر سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں جو ظاہر ہے کئی برس میں نازل ہوئیں بعد ازاں سرکار کی ہجرت کے بعد چھٹے برس صلح حدیبیہ کے موقع پر سورہ انا فتحنا نازل ہوئی تو جواب دیا گیا۔ اگر یہ مان لیا جائے تو یہ جواب کیا ہوا۔ ۱۰ سال سے زیادہ عرصہ لاجواب کر کے جواب دیا تو کب دیا جب معترضین مکہ میں اعتراض کرنے کے کئی برس بعد زندہ رہ کر ان میں سے بیشتر ۲ھ میں بدر کی جنگ میں مر گئے تو اس جنگ کے بھی تقریباً چار سال بعد جواب دیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے طریقہ کے خلاف ہونے کے علاوہ جواب نہ دینے کا دوسرا نام بن جاتا ہے۔

دوسرا جواب:۔ ایک عقلی جواب یہ بھی ہے کہ مشرکین مکہ تو حشر نشر کے قائل ہی نہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت اسلام دی اور حشر کے دن سے ڈرایا اس پر جو لوگ مسلمان ہوئے کیا وہ یہ سمجھ کر مسلمان ہوتے تھے کہ حشر کے دن خود رسول کے انجام بخیر کا کچھ اطمینان نہیں اور نہ مسلمان ہونے والوں کی نجات کا اطمینان ہے تو کیا وہ اس کے باوجود بھی مسلمان ہو سکتے تھے کیا بے یقینی کی یہ کیفیت قبول کرنے کو کوئی عقلمند تیار ہو سکتا ہے کیا کوئی عقلمند مان سکتا ہے کہ اللہ نے اپنا رسول بھیجا اور اسے کہا کہ جاؤ اور منادی کرو کہ کافر جہنمی ہیں اور تم جہنم سے بچنا چاہتے ہو تو ایسے دین میں آجاؤ جس کے بانی سمیت کسی ایمان لانے والے کو جہنم سے بچنے کی یقین دہانی نہیں کرائی گئی حاشا للہ۔ رسول تو مبشر و نذیر ہوتا ہے۔ وہ اگر مومنوں کو نجات کی خوشخبری نہ دے تو مبشر کیسے کہلائے

سبحٰنک ھٰذا بھتانٌ عظیمٌ -

تیسرا جواب منقولی از قرآن - حدیث کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ حدیث کی سند صحیح ہونے کے باوجود بھی وہ حدیث اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ معلل اور شاذ ہونے کے عیوب سے بری نہ ہو (شرح نخبۃ الفکر ص۳۱) معلل حدیث کی کئی قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید کی مخالفت ہوتی ہو تو بھی وہ حدیث معلل ہو کر ناقابل قبول ہوگی۔ نظر غور سے دیکھیں تو یہ حدیث صحابہ بھی معلل نظر آتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سورۃ فتح اٹھارہویں سال نازل ہونے والی سورۃ ہے کیونکہ ترتیب نزول اور ترتیب مصحف میں فرق ہے اس کے نازل ہونے پر صحابہ یہ کہیں کہ آپ کو مبارک ہو اللہ کے رسول آپ کو اپنا انجام معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ حشر کے دن کیا کرے گا تو اب ہمارے ساتھ کیا کرے گا اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کا انجام سورۃ کے نزول کے ساتھ بتایا اور اس کے بعد صحابہ کو ان کے انجام کی خبر دی اور اس سے پہلے کے تقریباً اٹھارہ سال اور کئی ماہ کے عرصے میں نازل ہونے والی ایک سو دس سورتوں کو اس خوشخبری سے خالی رکھا لیکن قرآن کریم کی دوسری سورتیں اس کا مطلب رد کرتی ہیں ملاحظہ ہو ایک قول پر قرآن کی پہلی نازل ہونے والی سورۃ فاتحہ (جو صحابہ روزانہ نماز میں پڑھتے یا سنتے تھے) فرمایا صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین • اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حق راستہ پر جو لوگ ہیں ان پر اللہ کا انعام ہے اور ظاہر ہے کہ وہ انبیاء اور ان کے مخلص متبعین تھے اور جو لوگ حق راہ پر نہ آئے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ بھٹکنے والے اور عذاب میں مبتلا کئے جانے والے ہیں ② قرآن مجید میں ترتیب نزول کے اعتبار سے سورۃ اقرا کے بعد سورۃ نون کو دوسرا سورۃ شمار کیا ہے (سورتوں کے نزول کی یہ ترتیب تفسیر خازن ص۸ ج۱ طبع قدیم مع البغوی۔ تفسیر حقانی ص۳ ج۱ طبع قدیم، تفسیر الاتقان ص۹۵ ج۱ پر ملاحظہ ہو)۔ اسی سورۃ میں ہے وان لک لاجرًا غیر ممنون ۞ ③ اور (اے رسول) آپ ہی کیلئے بیشک کبھی ختم نہ ہونے والا اجر و ثواب ہے۔ پھر آگے چل کر اسی سورۃ ن والقلم کی آیات نمبر ۳۴ تا ۳۶ میں فرمایا۔ انّ للمتقین عند ربھم جنّٰت النعیم ﴿۳۴﴾ افنجعل المسلمین کالمجرمین ﴿۳۵﴾ مالکم کیف تحکمون ﴿۳۶﴾ بے شک متقیوں کے لئے ہی ہے ان کے رب کے ہاں نعمتوں والی جنتیں ﴿۳۴﴾ تو کیا ہم اطاعت گزاروں کو مجرمین کی طرح کر دیں گے؟ ﴿۳۵﴾ تمہیں کیا ہو گیا؟ کیسا حکم لگاتے ہو ﴿۳۶﴾ -

اس سورۃ میں پہلے اپنے رسول کو خوشخبری دی کہ (آپ کیلئے گناہ کا کیا سوال ہے) آپ ہی کیلئے تو بے شک و شبہ وہ ثواب ہے جو (ہمیشہ بڑھ رہا ہے) کبھی ختم نہیں ہوگا۔ (یعنی امت کے لئے بھی اگرچہ غیر منقطع آپ کے صدقہ لیکن اس عالم میں کوئی فرد مخصوص ان میں سے ایسا نہیں کہ وہ یقینی طور پر (بے شک و شبہ) اپنے لئے غیر منقطع ثواب کا علم رکھتا ہو یہ صرف آپ ہی ہیں۔ آپ سے خطاب خاص فرما کر ہم نے آپ کو یہ خوشخبری دی۔)

پھر اسی سورۃ میں حکم اللہ تعالیٰ نے متقیوں کو (جو صحابہ رضی اللہ عنہم اور نقش قدم پر چلنے والے خواص مومنین ہیں) جنت کی خوشخبری یہ کہہ کر دی کہ جنت انہیں کیلئے ہے یعنی (کافروں کیلئے نہیں) - پھر کھل کر کافروں کے اعتراض کا جواب دیا کہ وہ امر آخرت میں مسلمانوں کے برابر ہیں۔ تو فرمایا کیا ہم مسلمین فرمانبرداروں کو مجرموں کے برابر کر دیں۔ تمہیں کیا ہو گیا تمہیں کیسا حکم لگاتے ہو۔ معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ان کے "نیک انجام" کی خبر اللہ تعالیٰ نے ابتداء قرآن میں دوسری سورۃ میں دے دی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں نے دراصل اپنی برابری کا طعنہ پہلی سورۃ اقرأ کے نزول کے بعد لگایا تو اللہ تعالیٰ نے سنتے تک اس کا جواب ادھار نہیں رکھا بلکہ اسی وقت دوسری سورۃ میں اس کا مفصل جواب نازل فرما کر رسول اور صحابہ کو صریح نصوص کے ذریعہ ان کے "نیک انجام" کی خوشخبری علانیہ عطا کی اور کافروں کو خجل و خوار فرمایا پھر عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے ان دو سورتوں میں ذکر پر انحصار نہیں فرمایا بلکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی نجات اور عالم آخرت میں ان کی عزت کو بار بار بیان فرمایا اگر سب کو شمار کیا جائے تو یہ خود ایک مستقل کتاب بن جائے۔

تاہم کچھ نمونے کے طور پر ذکر کرنا ان شاء اللہ بے فائدہ نہ ہوگا۔ ارشاد باری ہے (یاد رہے سورتوں کے نام کے ساتھ نمبر باعتبار ترتیب نزول کے ہے) "سورۃ ضحیٰ ۱۱ مکیہ" ما ودعك ربك وما قلى ○ وللآخرة خير لك من الاولى ○ ولسوف يعطيك ربك فترضى ○ (قسم یاد فرما کر کہا) آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے بغض رکھا، اور آخرت آپ کیلئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے۔

○ نوٹ :- ان آیات میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دی کہ آخرت آپ کیلئے دنیا سے بالضرور بہتر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں صرف یہ نہیں کہ آپ کو بخشش دے گا صرف یہ بھی نہیں کہ آپ کو جنت دے گا۔ صرف یہ نہیں کہ آپ سے حساب نہیں لے گا بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کو راضی کرے گا اور اتنے عطیے دے گا کہ بالآخر آپ راضی ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ سے تو آپ ہر وقت راضی تھے ہیں اور ہوں گے کامل بندہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہوتا ہے اگرچہ اسے دکھ بھی پہنچے لیکن جس بندہ کو اللہ اپنے عطایا سے خوش کرے اور وہ بھی آخرت میں جبکہ ساری مخلوق یہاں تک کہ باقی سب انبیاء بھی کہہ رہے ہوں گے کہ آج اللہ کو اتنا غضب ہے جتنا پہلے کبھی نہیں ہوا یہاں تک کہ امت کو بخشوانا بھی ان بے شمار " " میں سے ایک عطیہ ہو جائے تو سوچئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو آخرت کے بارے میں کس قدر یقین دہانی پہلے سے کرا دی اور تیرہ سال بعد حدیبیہ کے وقت کا منتظر نہیں رکھا بلکہ انہیں آیات میں امت کی نجات بھی بتا دی کہ مقصد آپ کو راضی کرنا ٹھہرا ہے اسی لئے تو اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم سے خصوصاً سید علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ سب سے زیادہ امید افزا آیت "ولسوف يعطيك ربك فترضى" ہے۔ سورۃ المدثر مکیہ نزول ۴ كل نفس بما كسبت رهينة ۳۸ الا اصحب اليمين ۳۹

فی جنّٰتٍ یتسآءلون (۴۰) عن المجرمین (۴۱) ما سلککم فی سقر (۴۲) ہر جان اپنے (برے) عملوں کے سبب گروی (مقید) ہوگی سوائے دائیں طرف والوں (مسلمانوں) کے جو جنتوں میں ہوں گے۔ مجرموں سے (وہیں جنت میں بیٹھے) پوچھتے رہتے ہوں گے کہ کیا وجہ ہوئی تم جہنم (کیوں) گئے؟۔

○ نوٹ :۔ یاد رہے کہ یہ وہی سورۃ ہے جس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وصحبہٖ وسلم نے کھل کر پہلی بار دعوتِ اسلام دی تھی

• سورۃ الشراح مکیۃ نزول ۱۲ " ورفعنا لک ذکرک ○ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر اونچا کر دیا۔

• سورۃ الزمر مکیۃ نزول ۵۹ " قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا (۵۳) آپ فرما دیں کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کا ارتکاب کیا، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

سورۃ الزمر مکیۃ نزول ۵۹۔ والذی جآء بالصدق وصدق بہ اولٰئک ھم المتقون ۳۳○ لھم ما یشاءون عند ربھم ذٰلک جزآء المحسنین ۳۴○ اور جو سچی بات لے کر آئے (یعنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم) اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی وہی (کامل) متقی ہیں۔ ان کیلئے وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس یہی صلہ ہے نیکی کرنے والوں کا۔ ••

السورۃ الجاثیۃ مکیہ ۶۵ ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سوآءً محیاھم ومماتھم سآء ما یحکمون (۲۱) کیا جن لوگوں نے ساری برائیاں کمائیں ان (کافروں) کا یہ خیال ہے کہ ہم انہیں ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کے برابر کر دیں گے ان کی زندگی اور موت میں کیا برا فیصلہ کرتے ہیں۔ فاما الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فیدخلھم ربھم فی رحمتہ ذٰلک ھو الفوز المبین (۳۰) پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیلئے تو انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہی واضح کامیابی ہے (۳۰)

یہ تو ان سورتوں سے بطور نمونہ تھا جو آیۃ ۹ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم سے پہلے اتری تھیں۔ اب خود اسی سورۃ کو دیکھیں جس میں آیۃ ما ادری ما یفعل نازل ہوئی اور کافروں نے اس سے یہ استدلال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنا انجام معلوم ہے نہ اپنے متبعین کا خود اسی سورۃ میں ان کے اس اعتراض کی تردید بھی ساتھ اتاری گئی اور پہلی تردید کافی نہیں سمجھی گئی۔

فرمایا (سورۃ الاحقاف مکیۃ نزول ۶۶)۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (۱۳) اُولٰئک اصحٰب الجنۃ خٰلدین فیھا جزآءً بما کانوا یعملون (۱۴) جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر ثابت قدم رہے تو نہ ان پر آئے گا نہ کچھ خوف اور نہ وہ گذشتہ کا غم کھائیں گے۔ وہی جنتی ہیں دراصل جو اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ بدلہ ان کے عملوں کا (۱۴)

الغرض سورۃ احقاف کی آیت ۹ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم کے نزول سے پہلے سالہا سال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک جنت ہونا اور مؤمنوں کا جنتی اور کافروں کا دوزخی ہونا بارہا بتایا جا چکا تھا۔ اس سورۃ احقاف ۶۶

سے پہلے بھی سورۂ الجاثیہ ۶۵ میں اس مضمون کی یاد دہانی کرائی گئی تھی پھر بالخصوص اسی سورۂ احقاف ۶۶ میں آیت ۱۵ ادری ما یفعل بی ولا بکم (۹) کے صرف تین آیت بعد آیات نمبر ۱۳، ۱۴ میں اس مضمون کو دہرایا گیا۔ کہ کافروں کی مت ماری ہوئی ہوتی ہے۔ کافر درایت اور مسلم من عند اللہ کے فرق کو مٹانا چاہتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اسی آیۃ ۹ کے فوراً بعد ان اتبع الا ما یوحیٰ الی فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عطائی الٰہی کو ثابت کر رہا ہے۔ مگر کافر ایمان نہیں لائے تھے۔ بہرحال یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ مومنین صحابہ و اہل بیت و ازواج ابتدا زمانہ اسلام سے اچھی طرح جانتے تھے کہ رسول پر ہرگز کوئی مواخذہ نہیں اور ان حضرات پر بھی کوئی مواخذہ نہیں اور وہ جنتی ہیں پھر ان کا نزول قرآن کے انیسویں سال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ کر مبارک باد دینا کہ اب وحی کے انیسویں سال آپ کو آپ کے انجام کا پتہ تو چلا جب کہ ہمیں ابھی تک اپنا پتہ نہیں چلا۔ کیا یہ بات بالکل ناقابل اعتبار نہیں ٹھہرتی۔ ثابت ہوا کہ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات اور اسی قسم کی دیگر غیر مذکورہ کثیرہ آیات محکمات کے خلاف ہونے کی وجہ سے حفیناً لک یا رسول اللہ قد بین اللہ لک سے آخر تک اس حدیث کا جملہ صورت اگر یہ روایت سنداً صحیح بھی ہوتی تو معلل ہونے کی وجہ سے ساقط الاعتبار ٹھہرتی چہ جائیکہ اس کی سند پر بخاری نے جرح کر دی ہے۔

ایک شبہ کا حل

رہا یہ امر کہ بعض اجلہ علماء اور خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ (رحمۃ) واسعۃ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ "انباء المصطفیٰ" مناظرہ کی کتاب ہے، مناظرہ میں الزامی جواب بھی ہوتے ہیں۔ یہ روایت فریق مخالف کی مسلمہ کتب تفاسیر میں ہونے کی وجہ سے الزاماً کسی دوسرے مسئلے کے اثبات کیلئے لائی گئی ہے (جو علم غیب عطائی ہے) اثبات گناہ کا نہ ترجمہ میں لفظ ہے اور نہ مصنف کا مقصود۔ لہٰذا الزامی جواب دینے والے مناظر پر وہ دلیل حجت نہیں۔

ایک اور شبہ کا حل ۔ رہا شبہ یہ کہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اور دیگر حضرات علماء اہلسنت مثلاً صدر الافاضل اور مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی تفاسیر میں نفی علم کے قائلین (دیوبند وغیرہ) کے جواب میں انا فتحنا کو ۱۵ ادری کا جواب قرار دیا ہے۔ تو عرض ہے کہ یہ جواب بھی الزامی ہے۔ باقی تحقیقی جواب کیوں نہیں دیا گیا

تو میں کہوں گا کہ اعلیٰحضرت اور دیگر علماء نے تحقیقی جواب اپنی تصنیفات میں دیئے

ایک اور شبہ کا حل رہا یہ امر کہ اعلیٰحضرت نے ترجمۂ قرآن کے علاوہ اپنی دیگر تصانیف میں کبھی ذنب کا معنیٰ تقصیر فی الشکر کیا اور کبھی یہ کہا کہ ترک اولیٰ کو گناہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تو میں عرض کروں گا کہ اعلیٰحضرت کا مطلب صاف ہے کہ حضور سے گناہ ہرگز نہیں ہوا البتہ تقصیر فی الشکر کو ذنب کہا اور ترک اولیٰ کو جو گناہ نہیں ہوتا لفظ ذنب سے تعبیر فرمایا جس کے معنیٰ عام لوگوں کے لئے گناہ کے ہوتے ہیں تو وہی لفظ ذنب اللہ نے اپنے مقربین کیلئے بولا جس سے مراد تو گناہ

ہرگز نہیں تاہم مالک اپنے بندوں سے جیسے بولے اسے روا ہے ہمیں حق نہیں کہ وہ الفاظ بولیں جو ناروا ہیں۔

بہرحال یہ بھی جواب تھے جو اعلحضرت نے تحریر ترجمہ قرآن (مکمل) سے ابتدائے زمانے میں دیئے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ حضور کیلئے ذنب سے مراد گناہ ہے بلکہ وہ فرما رہے ہیں کہ ترک اولیٰ کو اللہ تعالیٰ نے گناہ کہا بہرحال ان کی یہ مراد نہیں کہ آیت کے ترجمہ میں ہم ذنب کا ترجمہ گناہ لکھیں جو انہوں نے کہیں اس آیت کا ترجمہ گناہ کیا۔ علاوہ ازیں اگر کوئی ایسی بات ہو بھی تو ترجمہ قرآن سے پہلے ہونے کی وجہ سے مرجوع عنہ قرار پاکر بمنزلہ منسوخ قرار پائے گی۔

باقی احادیث کا جواب اس سلسلہ میں پیش کردہ جو احادیث باقی رہ گئی ہیں ان سے بھی اثبات گناہ کا معنیٰ ثابت نہیں ہوتا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ان احادیث کی دو قسمیں ہیں قسم اول ایک حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ سرکار کیلئے بطور مدح یوم قیامت فرمائیں گے غفر اللہ لہ ماتقدم من ذنبہ وما تاخر ("مغفرت ذنب" ص ۲۹) کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس قول کو نقل فرماکر ثابت رکھا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ غفر لی ماتقدم من ذنبی (مغفرت ص ۳۲)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا آیت فتح سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل السماء پر فضیلت ظاہر کرنا۔ مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں کسی صحابی کا (دوسری روایت میں ام المومنین عائشہ صدیقہ کا) سرکار سے یہ خطاب کہ آپ اتنا کیوں قیام اللیل فرماتے ہیں کہ پاؤں مبارک سوج جاتے ہیں اور پھٹ جاتے ہیں جبکہ قد غفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر "مغفرت ذنب ص ۳۳" اور سرکار کا اس پر اعتراض نہ فرمانا۔ تو ان سب کا جواب یہ ہے کہ ایک جگہ تو قول ابن عباس میں صرف آیت ہی پڑھ دی گئی ہے اور باقی جگہ وہی مضمون نقل کیا ہے جو آیت میں ہے۔ ایسا کوئی لفظ نہیں بولا گیا جو ذنب کے سوا بالتصریح گناہ کے معنیٰ پر دلالت کرتا ہو اور اصول بحث کے طور پر بھی ان سے لایا جبکہ ہم ثابت کرآئے کہ آیت سے اثبات گناہ ثابت نہیں ہوتا تو لیا تاتی وہی جواب سمجھیں سے استدلال غلط ہے کہ جس لفظ کے معنیٰ میں اختلاف تھا اسی کو دلیل بنا دیا یعنی وہی دعویٰ اور وہی دلیل اس کو مصادرۃ علی المطلوب کہتے ہیں اور دعویٰ بلا دلیل بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہاں بھی اثبات گناہ کے معنیٰ نہیں ہوں گے بلکہ وہی معنیٰ مراد ہوں گے جو علماء نے مراد لئے جن میں سے بیشتر کو آپ عند المفسرین "مغفرت ص ۱۵" پر صحیح قرار دے چکے ہیں ایک وہ معنیٰ علیہ ہے جو آپ نے تفسیر ابو السعود، روح المعانی اور روح البیان سے نقل کیا کہ ذنب سے "ترک اولیٰ مراد ہے" (مغفرت ص ۱۹)۔ اور خود آپ نے ان سے مطلب کے ترجمہ میں بھی اکثر مقام پر ترک اولیٰ کا ترجمہ کیا۔ یعنی آپ کے ترک اولیٰ معاف فرما دیئے۔

معنیٰ ۲: یا وہ معنیٰ مراد ہوں گے جیسے آپ علامہ جلال الدین سیوطی کا پسندیدہ قرار دے رہے ہیں کہ مراد یہ ہے مغفرت کنایہ ہے عصمت سے۔ کہ آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے بالکل محفوظ اور معصوم کر دیا ہے (مغفرت ص ۱۸)

معنیٰ ۳: جو آپ نے علامہ تاج سبکی سے نقل کیا۔ کہ یہ کلمہ تکریم ہے اور اسی کو آپ نے علامہ خفاجی اور شیخ عبدالحق

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مختار بتایا۔ مغفرت صفحہ 18-19 ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے کسی عمل کو نہ ہم نے کبھی گناہ شمار کیا نہ آگے کبھی گناہ شمار کریں گے۔

کیا خیال ہے جب آیت میں یہ تمام معنی مراد لینا علماء کا مختار ہے تو گناہ کا ترجمہ مراد لینا خلاف مختار ٹھہرا کہ نہیں۔ اور اسی طرح ان تمام احادیث مذکورہ میں بھی مختار ترجمہ نفی گناہ کا ٹھہرے گا نہ کہ اثبات گناہ کا کیونکہ نفی اور اثبات ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ ہوں یا صحابہ اور ازواج سب یہی کہہ رہے ہیں کہ آپ کے گناہ ہیں ہی نہیں آپ کے خلاف اولیٰ بھی معاف ہیں لہٰذا آپ اتنی تکلیف کیوں برداشت کرتے ہیں۔

معنی نمبر ۴: جس طرح یہ تینوں معنے ایک دوسرے کے غیر ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی تردید نہیں کرتے کیونکہ مآل ایک ہے اس لئے تینوں صحیح ہیں، اسی طرح متقدمین سے قدیم امت کے خواص یعنی آباء کرام غیر انبیاء اور ازواج اہل بیت اصحاب اور متاخرین سے امت کے غیر معصوم افراد کی متاخرہ مغفرت مراد لینا بھی علماء امت کا ایک قول ہے جیسا کہ متعدد تفاسیر کے حوالے سے ہمارے اسی مضمون میں مذکور ہے بلکہ امام رازی کا مختار بھی یہی ہے جیسا کہ ہم نے اسی مضمون میں ذکر کیا ہے جب یہ معنی بھی صحیح ہے تو اس توجیہہ کے پیش نظر احادیث کا معنی یہ ہوگا کہ آپ کا یہ مرتبہ ہے کہ آپ کی خاطر سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے متقدمین اور متاخرین کی ہر ایک کے حسب حال قیامت میں مغفرت فرمانے کا وعدہ فرما دیا ہے تو آپ کی شان عالی کا تو کہنا کیا لہٰذا آپ کو اللہ تعالیٰ سے اپنے بارے میں قطعاً کوئی خوف نہیں، اس لئے آپ شفاعت کے حقدار اور اسی لئے آپ آرام کے حقدار ہیں نہ کہ ... اور اپنے آباء و ازواج اور اہل بیت کے امت اور تمام عزیز و اقرباء مومنین مومنات کی آئندہ مغفرت طے ہو چکی اب پھر کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں

احادیث کی دوسری قسم کا جواب

یہ ایک تو عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ روزہ دار کو بوسہ لینا اپنی زوجہ کا جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ انہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا جواب پاکر کہا یا رسول اللہ قد غفر اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر "مغفرت صفحہ ۲۳" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اما واللہ انی لاتقاکم للہ واخشاکم لہ (مسلم ج ۱ صفحہ ۳۵۳)۔ دوسری حدیث ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دروازۂ اقدس کے پاس کھڑے ہوئے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں سن رہی تھی کہ یا رسول اللہ میں صبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت روزہ کی ہوتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ایسا کرتا ہوں اس نے عرض کی حضور کے ساتھ ہماری کیا برابری حضور کو تو اللہ عز وجل نے ہمیشہ کیلئے پوری معافی عطا فرما دی ہے (از فتاویٰ رضویہ مغفرت ذنب صفحہ ۵۳)

یہ دونوں حدیثیں بھی اعلحضرت کے خلاف نہیں بلکہ یہ تو ان لوگوں کا صاف رد کر رہی ہیں جو آیت فتح اور احادیث سابقہ سے حقیقتاً گناہ مراد لیتے ہیں کیونکہ ان دونوں صحابیوں نے اپنے علم کے وافر نہ ہونے کے باعث آیۂ فتح کا مطلب یہ سمجھا کہ حضور کے گناہ تو ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان پر گرفت نہیں فرماتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فہم کو رد فرمایا کہ میرے افعال گناہ نہیں ہیں اور اس آیت سے تمہارا یہ سمجھنا غلط ہے کہ میرے کچھ واقعی گناہ اللہ نے معاف کئے ہیں، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معنیٰ کو رد کر دیا تو صحابہ کے اس قول کو حجت بنانا باطل ہوا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تردید سننے کے بعد صحابہ قول مردود پر برقرار نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا یہ حدیثیں ان لوگوں کی واضح دلیل ہیں جو آیت اور دیگر احادیث میں ذنب کے ترجمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اثبات گناہ کو غلط قرار دیتے ہیں۔ ہاں مگر وہ لوگ جنہوں نے ان احادیث کا دانستہ خلاف نہ کیا بلکہ آیت اور سابقہ مذکورہ احادیث سے نفی ذنب کا کوئی معنیٰ مذکورہ مراد لیا یا سہواً یہ سمجھ کر کہ مغفرت میں خود نفی کا معنیٰ ہے گناہ کا ترجمہ کیا تو وہ ان دو حدیثوں کے مخالف تو نہ ہوں گے تاہم ان کا ترجمہ غیر صحیح اور مرجوح قرار پائے گا۔ تکفیر کا مسئلہ الگ ہے جو ہم قبل ازیں بیان کر آئے ہیں۔

ایک اعتراض کا جواب حدیث شفاعت کو سامنے رکھ کر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر امت کی مغفرت ہو گئی ہے تو تمام لوگ بشمول امت محمدیہ سب انبیاء کے پاس کیوں بھاگے بھاگے پھر رہے ہوں گے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تمام اہلسنت کے نزدیک عشرہ مبشرہ کو بلا حساب جنت کی خوشخبری اور ضمانت اسی دنیا میں مل گئی ہے۔ اب آپ بتائیں کہ وہ بھی سب انبیاء کے پاس جائیں گے یا نہیں۔ اگر جواب نہیں میں ہے تو کہاں لکھا ہے اور اگر جواب ہاں میں ہے تو آپ کا اعتراض آپ پر بھی قائم ہو گیا جو جواب آپ کا ہو وہی ہمارا سمجھ لیں۔

ایک اور اعتراض کا جواب ایک اعتراض یہ ہے کہ لیغفر سے اگر تمام امت کی تمام گناہوں سے بخشش مراد ہے تو یہ عقیدہ اہلسنت کے خلاف ہے کیونکہ مشہور حدیث[1] میں ہے بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور محققین اہلسنت مثل شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کے نزدیک اس سے مراد گمراہ فرقے ہیں جو امت اجابت سے ہیں نہ کہ مرتد فرقے۔ (اشعۃ اللمعات)۔ بخاری[2] شریف میں ہے کہ مال غنیمت وغیرہ سے چھپانے والے حشر کے دن عذاب میں مبتلا ہوں گے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد کیلئے پکاریں گے تو آپ دھتکار دیں گے اور حدیث[3] مشہور ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر دَین (حق العباد) معاف نہیں ہوتا۔

جواب ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض تو اعلحضرت کے ترجمہ پر ہے اور اس میں تمام امت کے تمام گناہوں کا لفظ لکھا ہوا نہیں۔ لہٰذا اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جب ترجمہ میں قضیہ محصورہ کلیہ نہیں ہے تو اس پر یہ تمام اعتراض علم بحث و میزان سے بے خبری کی وجہ سے سمجھے جائیں گے۔

اعتراض کا جواب ایک اور اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اگر سزا بھگت کر جنت جانا بھی مغفرت ہے تو یہ تمام

انبیاء کی امتوں کیلئے ہو گی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر آپ کی امت کو کیا خصوصیت ملی ۔

جواب نمبر ۱ آپ نے یہی حدیث جو پیش کی کہ امت نے بار کساد ی کے بعد اپنی بشارت کیلئے عرض کی تو ان کے جنت جانے کی خوشخبری کیلئے (جس میں امت کو جنت کی بشارت ملی) لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنّٰت نازل ہوئی تو اس پر بھی آپ کے دونوں اعتراض بعینہا وارد ہو رہے ہیں جو جواب آپ دیں وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں ۔

جواب نمبر ۳ اگر بشر کو ایک سجدہ کے حکم سے انکار کی وجہ سے شیطان ابدی لعنتی اور ابدی جہنمی ہو سکتا ہے تو گناہ کی وجہ سے نافرمانی کے مرتکب دوسرے مکلفین انسان و جن بھی ابدی عذاب کے مستحق ٹھہرتے تھے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے کہ فی الجملہ بخشش ہر ایک کے حسب حال ہو گی ورنہ کبھی کوئی مجرم جہنم سے نکل نہ سکتا ۔ رہا سابقہ نبیوں کی امتوں کا مسئلہ تو میں عرض کروں گا کہ عارفین اور محققین علماء کے نزدیک باقی امتیں بھی بالواسطہ آپ کی امت ہیں ۔ اور ان کو بھی جو نعمت مل رہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہے کئی علماء نے اور حضرت غزالی زمان رحمۃ اللہ نے بھی رسالہ معراج النبی میں منصور سے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے کہ اس نے حضور کی امت سے باقی انبیاء کی امتوں کو خارج کیا تو معتوب بنا وہ واقعہ ہم سب کیلئے باعث عبرت ہونا چاہیئے ۔

بہرحال جملہ احادیث جو صاحبزادہ صاحب نے "مغفرت ذنب" میں اپنی تائید میں پیش کیں اور ان کا جو مطلب بیان کیا خود زبیر صاحب کے عقیدہ عصمت کے مخالف ٹھہر جانے کی وجہ سے وہ مطلب غلط ثابت ہو گیا لہٰذا صحیح مطلب زبیر صاحب کے ذمہ ہے

اعتراض ۳ کا جواب (ترجمہ غلط ہے کا جواب) باقی رہا یہ کہ ترجمہ غلط ہے جس بنیاد پر یہ دعویٰ تھا وہ پہلے دو اعتراض تھے جو جڑ سے کٹ چکے ہیں لہٰذا ترجمہ کو غلط قرار دینا بے بنیاد قرار پایا (۲) تاہم ترجمہ شریف کی مزید تائید کے طور پر کچھ حوالے پیش ہیں ۔

امام فخر الدین رازی ۔ صاحب تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر علامہ محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی
اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ سرکار کا ذنب تو تھا ہی نہیں پھر کس چیز کی مغفرت چاہتے ہیں (۱) ۔ (تقدم او تاخر) سے مومنوں کے ذنب مراد ہیں (۲) ۔ اس سے ترک افضل ... ذنب سے مراد صغائر ہیں کیونکہ وہ انبیاء پر جائز ہیں (۳) مراد عصمت ہے بسورۃ محمد کی تفسیر ... کے ثبوت کی تفصیل بیان کی ہے یعنی اللہ کی مغفرت یہ ہے کہ اس نے سرکار کو ابتداء سے آخر تک گناہ سے معصوم بنایا ۔ (تفسیر کبیر طبع جدید غیر ملون سیٹ ۲۶ جزو نمبر ۲۸ صفحہ ۷۸)

امام رازی نے پہلا جواب یہاں یہی دیا ہے کہ "مومنوں کے ذنب مراد ہیں" ۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ لیدخل المؤمنین والمؤمنات کی تفسیر میں فرمایا الثالث قوله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك على قولنا المراد ذنب المؤمن هو انه تعالى قال ليغفر لك ذنب المؤمنين ليدخل المؤمنين

جنات یعنی تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک اس سے مراد کے بارے میں ھمارا قول یہ ہے کہ اس سے مومن کا ذنب مراد ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا "تاکہ آپ کی خاطر اللہ مومنوں کے گناہ معاف فرمائے تاکہ انہیں جنات میں داخل کرے۔

رازی کی عبارت کا فہم | صاحبزادہ صاحب اور کرنل صاحب دونوں نے اپنے اپنے فہم کے مطابق رازی کے حوالے دیئے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے جس آیت کے ترجمہ پر اصل بحث تھی اسے چھوڑ کر یہ محمد والی آیت استغفر لذنبک سے رازی کی عبارت نقل کی اس کی تفسیر میں رازی کا موقف یہ تھا کہ حضور کا اگرچہ اپنا گناہ ہرگز نہ تھا لیکن آپ امت کیلئے نمونہ تھے تو امت کو استغفار سکھانے کیلئے آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ کہیں کہ اے اللہ میرے ذنب معاف فرما۔ واضح ہوا کہ رازی یہاں حضور کے ذنب مراد ہی نہیں لے رہے پھر یہ کہ یہاں اگرچہ رازی "مومنین" مراد نہیں لے رہے تو کیا ہوا ماتقدم من ذنبک میں تو اپنا مختار ہی مومنین کو مراد لے رہے ہیں۔ اصل متنازع تو وہ عبارت ہے۔ پھر وہاں مومنین کیلئے استغفار کی آیت میں آگے تفریع آ رہا ہے اور رازی بھی فرما رہے ہیں تو کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا مامور کرنا مقبول کیئے ہیں؟ صاحبزادہ صاحب نے یہ بھی لکھا کہ رازی نے عطا کے قول کو بعید لکھا ہے انہیں اور ان کے مخالف دونوں کو غلط فہمی ہے کہ اعلیٰحضرت نے شاید عطا کے قول کو اپنے ترجمہ کی بنیاد بنایا حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ اعلیٰحضرت نے صرف مومنین امت (خواص و عوام) مراد لئے جیسا کہ رازی نے ماتقدم وما تاخر سے مراد لئے اور تفسیر صاوی ص ۹۶ اور روح البیان ج ۲۶ ص ۱۰ نے بھی اسے بیان کیا۔ خفاجی نے عطا کا مذہب جدا بیان کیا اور مومنین والا قول جدا۔ عطا کے قول میں ذنب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلا کر آدم علیہ السلام ہر دو لئے جبکہ ہمارے نزدیک آدم علیہ السلام بھی معصوم ہیں اور عطا نے "تقدم" سے ذنب آدم مراد لیا اس لئے اعلیٰحضرت نے یہ قول نہیں لیا۔ فرماتے ہیں تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی ... منتہائے نسب کریم تک ... (فتاوی رضویہ طبع کراچی ص ۷۶ ج ۹) بالخصوص انبیاء کرام مثل آدم علیہ السلام ہماری اس تشریح سے عطا کے قول کی تردید نقل کر کے اعلیٰحضرت کا رد کرنے کی سعی ناتمام بن گئی۔ اسی طرح مولانا محمود احمد صاحب نے اعلیٰحضرت کی تائید میں آیۃ فتح یا آیۃ محمد میں تفسیر صاوی وغیرہ کے علاوہ جو دیگر حوالے مبنی بر قول عطا ملائے وہ بھی غیر متعلق ہو گئے۔ باقی یہ بھی محل نظر ہے کہ بعد میں مومنین صریحاً مذکور مراد ہیں تو خواص پہلے ذکر نہیں ہو سکتے۔

اس لئے کہ تعمیم بعد التخصیص قرآن مجید میں موجود ہے نوح علیہ السلام سے نقل فرمایا۔ رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنات۔ ابراہیم علیہ السلام سے نقل فرمایا ربنا اغفر لی ولوالدی وللمومنین۔ اور فرماتا ہے یوم یقوم الروح والملئکۃ۔ اور فرمایا وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم۔ اور اسی طرح آیت انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح .... والنبیین۔ یہ سب تعمیم بعد التخصیص کی مثالیں ہیں۔ مگر یاد رہے کہ رازی کو اس معنیٰ پر اعتراض نہیں جو اعلیٰحضرت کی لیغفر لک سے مراد ہے

انہیں تو یہ اعتراض ہے کہ واستغفر لذنبك (دوسری سورۃ کی آیت) سے جمیع مومنین مراد لیے جائیں کیونکہ مومنین کیلئے استغفار ثابت ہے کہ آگے پھر مومنوں کا ذکر ہے - ورنہ ذنب النبی سے مراد ذنب مومن تو خود ان کا قول ہے جیساکہ آیت سورۂ فتح میں فرمایا کیونکہ وہاں مومنوں کا علٰحدہ ذکر نہ تھا ۔

یہ بھی شبہ پیش کیا گیا ہے کہ اس آیت لیغفر لك میں آگے چل کر لیدخل المومنین والمومنات آیا ہے تو واستغفر لذنبك کی طرح عند الرازی یہاں بھی پہلی آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہونے چاہیئیں نہ کہ اُمت ۔ رازی نے اس کا حل پیش فرمایا کہ یہ آیت تو اسی کی غایت ہے علٰحدہ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مومنین کے ذنب بخشے تاکہ انہیں جنت میں داخل کرے ۔

بعض حضرات نے کہا کہ رازی نے لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ مراد ترک افضل ہے استغفار کرنے کا حکم ہے اور وہ اس سے بلند ہے ۔ اس پر کرنل صاحب نے بھی یہ کہا کہ "ترک اولیٰ کی کوتاہیاں ۔ استغفر اللہ نامعقول باتیں" (رسالہ لذنبک صفحہ ۲۹) - اور یہ نہ دیکھا کہ امام رازی خود لیغفر لك اللہ والی آیت میں دوسرا جواب ترک الافضل کو قرار دے کر اسے سالم رکھتے ہیں ۔ اس پر اعتراض نہیں کرتے ۔ آیت عفا اللہ عنك میں بھی رازی یہی جواب دے کر آئے کہ مراد ترک اولیٰ کی معافی ہے (تفسیر کبیر ج ... صفحہ ... طبع جدید)

کرنل صاحب کے تکفیری چھینٹے | کرنل صاحب تو ایسے بپھرے کہ ان سب کو جو لفظ ذنب کا کوئی بھی ایسا معنیٰ مراد لیں جو امت کے گناہ کے سوا ہو اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی صدور گناہ کی نفی ہو اور اس پر سات خون معاف کرنے کی مثال دی ہو ۔ سب کو کافر ٹھہرایا صفحہ ۳۲-۲۰ ۔ بلکہ سب سے بڑی گستاخی کے الفاظ میں حضور ... کو شمار کیا ۔ اس وحشت گردی کے دور میں سب کے قتل کی یہ کہہ کر ترغیب دلائی کہ وہ گستاخی رسالت کے ملزم ہیں صفحہ ۲۳ ۔ جو لوگ ان کے کرنیلی فتویٰ کی زد میں آئے وہ چار قسم کے لوگ ہیں ۔ ① : وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اس آیت سے قدیماً حدیثاً عصمت مانتے ہیں وہی لوگ یہ محاورہ سمجھانے کیلئے سات خون وغیرہ کا سہارا لیتے ہیں ۔ ان میں علامہ رازی، علامہ ابن مبارک سجلماسی، غوث وقت سیدی عبدالعزیز بن مسعود دباغ ہیں اور ان کے بقول تمام عارفین ہیں - (تبریز ترجمہ ابریز شریف اوّل جلد اوّل صفحہ ۳۴۶-۳۴۷ = جلد دوم صفحہ ۲۰۲ طبع مدینہ پبلشنگ کراچی) علامہ تاج سبکی، ابن عطیہ، علامہ جلال الدین سیوطی (الخصائص الکبریٰ ج ۲ صفحہ ۲۵۶-۵۷ طبع نوریہ لائل پور) - قاضی عیاض، قسطلانی - صاحب نسیم الریاض خفاجی - شیخ محقق دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ علامہ شاہ نقی علی خاں بریلوی جو تین خون معاف کی مثال دیتے ہیں ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔

قسم ۲ :- جنہوں نے ترک الافضل یا ترک اولیٰ کا معنیٰ مراد لیا اور کرنل صاحب نے ان کے قول کو استغفر اللہ کہہ کر نامعقول باتیں قرار دیا صفحہ ۲۹ ۔ ان میں علامہ ابو سعود حنفی ہیں (تفسیر ابو السعود حاشیہ مع التفسیر الکبیر للرازی طبع قدیم) میں صرف یہی قول اختیار کرتے ہیں (ج ۸ ص ۵۷)

علامہ فخر الدین رازی جو دوسرا جواب یہی دے کر آپسے بھی قول صحیح قرار دیتے ہیں۔ صاحب فقہ اکبر جو ہمارے امام سے منسوب ہے اس میں ترک افضل کو زلت کا نام دیتے ہیں۔ اور خطیئۃ بھی کہتے ہیں۔ کتاب شرح عقائد جو پاک وہند کے تمام سنی مدارس میں داخل نصاب علماء اور طلباء اسی سے عقائد سیکھتے ہیں۔ اس میں بھی یہ لکھا کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جو حدیث ان سے گناہ کی نسبت دیتی ہو اگر خبر واحد ہے تو رد کر دو اور اگر (قرآن مجید) یا متواتر حدیث کے سے (ایسے تو اس کا ترجمہ بذریعہ تاویل ظاہری ہے نہ) رد کر دو۔ اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو (وہ آیت یا حدیث متواتر) ترک افضل و اولیٰ پر محمول ہوگی یہ بھی ممکن نہ ہو تو قبل ظہور نبوت پر محمول ہوگا۔ عبارت عقائد نسفی و ملخصاً عبارت شرح عقائد تفتازانی یہ ہے کہ:۔

فما نقل عن الانبياء عليهم السلام مما يشعر بكذب او معصية فما كان منها بطريق الآحاد فمردود۔ (فقد صرح غير واحد من الائمة بان نسبة الرواة الى الكذب والخطا اولى من نسبة الانبياء الى المعاصي ....) ...... ان امكن انصرف عن الظاهر والا ... محمول على ترك الاولى وقال غير واحد من الائمة سمى الله تعالى ترك الاولى منهم عصيانا لعظم منزلتهم .... او كونه قبل البعثة .... وتفصيل ذلك في الكتب المبسوطة كشرح ال[illegible] والمقاصد۔ شفاء القاضي عياض (از عقائد نسفی و شرح عقائد تفتازانی ص ۵۵ تا ۵۷ مع شرح شرح عقائد عبدالعزیز فرہاروی)۔ ○ نوٹ:۔ یہ عبارت کرنل صاحب کی طرح صاحبزادہ زبیر صاحب کا جواب بھی ہے۔

پاک وہند کے تمام سنی مدارس میں پڑھائی جانے والی کتاب نے واجب کر دیا کہ ہر اس حدیث میں جو متواتر ہو اور معنی یہی اور کوئی تاویل نہ ہو سکے تو ترک اولیٰ یا قبل بعثت کی تاویل ضروری ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام مدارس کے مدرسین اور علماء اور ان سے پڑھ کر جانے والے فضلاء ائمہ خطباء اور مفتی۔ مدرس سب خلاف اولیٰ کے قائل ہیں۔ امام اہلسنت مرشد برحق غزالیٔ زمان رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ بھی (بظاہر) خلاف اولیٰ کا ہے۔ ان کے تمام عقیدت مند اور مریدین و تلامذہ بھی اسی مسلک کے قرار پائے۔ اعلیٰحضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ بھی خلاف اولیٰ کے قائل ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص .. طبع کراچی)

تیسرا طبقہ وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ ہر وقت ترقی پر تھے۔ تو آپ اپنے پچھلے مرتبہ کو دیکھ کر استغفار کرتے تھے۔ کرنل صاحب لکھتے ہیں "کسی مفسر کی ذاتی رائے ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں" لذنبک ص ۳۰ یعنی یہ تفسیر بالرائے ہے حالانکہ یہ بات شرح فقہ اکبر ص .. میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھ کر کہا وهذا المعنى هو الاولى لمطابقة قوله تعالى وللآخرة خير لك من الاولى۔ دیگر تمام علماء بھی جنہوں نے اس توجیہ کو نقل کرکے اس پر اعتراض نہ کیا کرنل صاحب کے فتویٰ کی زد میں ہیں کہ وہ خلاف شان رسالت امر کے اثبات کیلئے تفسیر بالرائے کر رہے ہیں۔

چوتھا طبقہ وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو قبل بعثت یا صغائر یا سہو فی الصغائر کی تاویل سے یہ معنی کرتے ہیں (اگرچہ ہمارا مختار مذہب، قبل نبوت بعد نبوت کبیرہ صغیرہ سہواً و خطاءً بھی آپ کے معصوم ہونے کا ہے) ہم امام رازی کی تفسیر کبیر جز ۲۸ صفحہ ۷۸ سے نقل کر چکے کہ صغائر انبیاء پر جائز ہیں۔ شرح عقائد اور نبراس سے قبل بعثت پر محمول ہونا ہم ابھی نقل کر آئے۔

نیز شرح عقائد پھر شرح فقہ اکبر میں ہے واما الصغائر بعد النبوۃ فتجوز عمداً عند الجمہور (نبراس شرح شرح عقائد ص ۵۲ طبع ملتان)۔ (شرح فقہ اکبر لملا علی قاری ص ۱۷)۔ تو جمہور اہلسنت اور رازی اور صاحب شرح عقائد بھی کرنل صاحب کے فتوی کی زد میں آ گئے۔ اگرچہ عارفین اور محققین کا مذہب ہر قسم ذنوب کی نفی ہے اور یہی ہمارا مختار ہے۔ لیکن عارفین نے اس طرح تکفیر نہیں کی۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کی تائید یا فتہ کتاب العقائد المعتقد المنتقد طبع استنبول ترکی ص ۱۱۸ میں ہے والحق عصمۃ الانبیاء علیہم السلام ...... عن الکبائر اجماعاً وعن الصغائر تحقیقاً وعن استدامۃ السہو والغفلۃ توفیقاً۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی عصمت حق یہ ہے کہ کبائر سے اجماعاً ثابت ہے اور صغائر سے (اجماعاً نہیں بلکہ) اہل تحقیق کی ... اور سہو و غفلت کے دوام سے توفیقاً (مطابقت بین الادلۃ کیلئے تحقیق اور اجماع سے)۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا موقف | اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے المستند المعتمد ص ۱۳۳ طبع لاہور میں لکھا ہے کہ آیت فاستغفر لذنبک میں کئی توجیہیں معلوم ہیں لیکن الاحب الینا ان استغفر الذنوب ذوی بیتک خصصھم ثم عم الامۃ ولہ نظیر بحذف المضاف یعنی اس آیت کی کئی توجیہیں مشہور ہیں لیکن ہمیں زیادہ پیارا یہ معنی ہے کہ اپنے خاصوں کیلئے استغفار کرو تو پہلے بالتخصیص ان کا ذکر کیا پھر ان سمیت تمام امت کا عمومی ذکر کیا۔ اور ہم یہاں مجاز عقلی کے قائل ہیں حذف مضاف کا قول نہیں کرتے اھ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ کو زیادہ پیارا کہکر کچھ باقی تشریحات کے صحیح اور پیارے ہونے کو بیان فرما دیا لہٰذا باقی تمام توجیہات کو گستاخی، حماقت، نامعقولیت کہنے والے ہوش کے ناخن لیں اور امام اعظم سے اجماع بر عصمت کبیرہ صغیرہ، ہر قسم کو نقل کرنے والے بھی اپنے جھوٹ سے باز آئیں۔

صاحبزادہ زبیر صاحب سے کلام۔ | اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے یہ معلوم ہو گیا کہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ ان توجیہات کو بھی درست کہتے ہیں جو دوسرے لوگ علماء سے ثابت ہیں۔ لیکن نجانے کیوں صاحبزادہ زبیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کی توجیہہ کو غلط کہہ دیا جس کی تائید میں علامہ رازی کا قول اوپر گذر چکا۔

(۲) علامہ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان ص ۶ پ ۲۶ میں علامہ امام شعرانی سے بھی یہی قول نقل فرمایا

قال الشعرانی فی الکبریت الاحمر قلت ویجوز حمل نحو قوله لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تاخر علی نسبة الذنب الیه من حیث ان شریعته ھی التی حکمت بانه ذنب فلولا اوحی به الیه ما کان ذنبا فجمیع ذنوب امته یضاف الیه والی شریعته بھذا التقدیر ...... فما کان قوله لیغفر لک الا تطمینا له علیه السلام ان الله قد غفر جمیع ذنوب امته التی جاءت به شریعته ولو حد عقوبة باقامة الحدود علیھم فی دار الدنیا ...... ھذا اعتقادنا الذی نلقی الله علیه ان شاء الله تعالیٰ انتھی ۔

(۲) علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امت کا معنیٰ نقل فرمایا۔ تفسیر صاوی صـ۹۶ ج ۷ میں ہے۔ ای ان اسناد الذنب له صلی الله علیه وسلم مؤول اما بان المراد ذنوب امتک او ھو من باب حسنات الابرار سیأت المقربین الخ۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کا اسناد اس کا ظاہر سے ہٹ کر معنی کیا گیا ہے۔ یا تو یہ کہ آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں۔ یا بار شاد نیکوں کی نیکیوں کو مقربین خاص کے چھوٹے قصور قرار دینے کے قبیل سے ہے یعنی ترک اولیٰ کو معاف فرمائے یا مغفرت سے مراد آپ اور گناہ کے درمیان رکاوٹ کھڑی کرنا ہے"۔

(۳) حضرت امام اہلسنت مرشد برحق غزالئ زماں نے بھی اعلیٰحضرت کے ترجمہ کی ثنا بیان فرمائی تقدیم "البیان" میں جو آپ کا ترجمہ ہے فرماتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اعلیٰحضرت الامام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ایک عظیم شاہکار ہے اور اپنے نہج میں وہ ایک ہی ترجمہ ہے" تقدیم البیان ص ب ۔

ایک سوال کا جواب شاید کوئی سوال کرے کہ حضرت غزالئ زماں نے اعلیٰحضرت والا ترجمہ کیوں چھوڑ دیا۔ تو جواب یہ ہے کہ جب ایک آیت کی تفسیر میں کئی قول ہوں جو ایک دوسرے کے خلاف نہ ہوں اور سارے صحیح ہوں تو ان میں سے کسی ایک قول کے مطابق ترجمہ کرنا دوسرے ترجمہ کو غلط قرار دینے کے مترادف (ہم معنی) نہیں ہوتا۔ اس صورت میں دوسرے ترجمہ کو غلط سمجھنا صحیح سوچ کی عکاسی نہیں کرتا، دونوں ترجموں کی بنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک ماننا ہے اور حضرت غزالئ زماں رحمۃ اللہ علیہ گناہ کی کھل کر نفی کرتے ہیں۔ مقدمہ ترجمہ کے صـ پر رقم طراز ہیں " قرآن مجید میں اگر ایک لفظ فوامت مختلف کیلئے مستعمل ہوا ہے تو ضروری نہیں کہ ہر جگہ اس کے ایک ہی معنی ہوں بلکہ وہ لفظ جس ذات کیلئے استعمال ہوا اس ذات کی مناسبت سے اس لفظ کے معنی مختلف مراد ہو سکتے ہیں قرآن مجید میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں جیسے ان الله وملائکته یصلون علی النبی .... اسی طرح لفظ ذنب کفار و مشرکین اور مومنین کیلئے قرآن مجید میں وارد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کیلئے بھی یہ لفظ وارد ہوا لیکن کفار و مشرکین

کا ذنب ایسی معصیت ہے جو دنیا میں قابل مغفرت ہے اور آخرت میں نہیں، مومنین کا ذنب بھی معصیت ہے مگر دنیا و آخرت دونوں جہاں میں قابل مغفرت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں معصوم ہیں۔ اس لئے آپ کا ذنب سرے سے معصیت ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے کمال قرب الٰہی کی وجہ سے اس کا ذنب ہونا محض صورۃً ہے۔ اس سے مراد صرف خلاف اولیٰ امور ہیں اور ان کا خلاف اولیٰ ہونا بھی بظاہر ہے درحقیقت وہ حسنات الابرار سے بھی افضل و اعلیٰ ہیں،

بنا دبریں جن آیات میں لفظ ذنب کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فرمائی گئی ہم نے ان کا ترجمہ "(بظاہر)" "خلاف اولیٰ کام" کے الفاظ سے کیا ہے "۔ (تقدیم ترجمۃ البیان ص)۔

حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح سے یہ بات کھل کر واضح ہو گئی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ذنب کا ترجمہ گناہ سے کرنا درست نہیں سمجھتے تھے۔ اور یہی موقف اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تھا لیکن بعینہ اعلیٰحضرت کے ترجمہ سے عدول اس حکمت پر مبنی تھا کہ یہ ترجمہ آپ نے اس وقت شروع فرمایا تھا جب اعلیٰحضرت کے ترجمہ پر سعودیہ وغیرہ ملکوں میں پابندی لگا دی گئی تھی اور دیوبندیوں کے متکلم ... اور تفسیر صاوی کے معتبر ہونے سے انکار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "ہم کسی صاوی، بیلی، بیلی کو نہیں مانتے" تفسیر رازی میں اس قول کے مختار ہونے کو متعلقہ آیت سے آگے چل کر لکھا تو میری اس طرف توجہ نہیں ہو سکی جبکہ حضرت کے بڑھاپے کے باعث حوالے نکالنا میری ذمہ داری تھی پھر یہ کہ پابندی لگوانے والوں نے کنز الایمان میں اس آیت کے ترجمہ کو بالخصوص نشانہ بنایا تھا اس لئے مفہوم کو باقی رکھتے ہوئے الفاظ کی تبدیلی ناگزیر ٹھہری، ظاہر ہے اعلیٰحضرت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت بیان کرنا چاہتے تھے۔ ان کی اصل مراد امت کی گناہ کا بیان نہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت گناہوں سے ہے لفظ "خلاف اولیٰ" میں آگئی۔ اگر غزالی زماں بھی اعلیٰحضرت والا معنیٰ کرتے تو یہ ترجمہ بھی فوراً ضبط ہو جاتا۔ جبکہ مقصود غیر ملک میں بسنے والے اردو دانوں کو متبادل ترجمہ فراہم کرنا تھا۔

مذکورہ بالا کتب تفاسیر کے علاوہ اعلیٰحضرت کے ترجمہ کی تائید پر قرآن مجید سے بھی تھوڑا سا اشارہ ملتا ہے۔ اگرچہ اشارات کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک ورفعنا لک ذکرک، اور ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ اتار لیا جس نے آپ کی پیٹھ توڑ دی اور آپ کیلئے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا

تفسیر قرطبی ج ۱۰ جلد ۲۰ ص ۱۰۶ طبع ایران پر وزرک کی تفسیر میں ایک قول نقل کیا کہ قیل ذنوب امتک اضافھا الیہ لاشتغال قلبہ بھا۔ یعنی آپ کی امت کے گناہوں کا بوجھ آپ سے اتار لیا

اور ایسے حضور کا بوجھ اس لئے کہا کہ آپ کا قلب اقدس اس میں مشغول رہتا تھا۔

قرطبی صک۱ جزء ۲۰ : ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر میں ایک قول میں یہ نقل کیا کہ ترفع فی الآخرۃ ذکرک بما نعطیک من المقام المحمود وکرائم الدرجات یعنی ہم آخرت میں آپ کا ذکر بلند کریں گے مقام محمود (تمام امتوں کیلئے شفاعت کبریٰ کا مقام) عطا کرنے اور آپ کیلئے بزرگ درجات عطا کرنے کے سبب

اور تفسیر آیات فاذا فرغت فانصب ٥ والی ربک فارغب ٥ سے بھی یہی معنی مفہوم ہوتا ہے یعنی جب آپ فارغ ہوں تو کھڑے ہوں اور اپنے رب سے مانگیں

تفسیر قرطبی جزء ۲۰ صک۱۰۸،۱۰۹ قال ابن عباس وقتادۃ - فاذا فرغت من صلاتک (فانصب) اے بالغ فی الدعاء وسلہ حاجتک وقال ابن مسعود اذا فرغت من الفرائض فانصب فی قیام اللیل .... وقال الحسن وقتادۃ ایضاً اذا فرغت من جہاد عدوک فانصب فی عبادۃ ربک - یعنی حضرت ابن عباس (صحابی) رضی اللہ عنہما اور جناب قتادہ تابعی کا قول ہے کہ ان آیات کا معنی یہ ہے کہ جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہوں تو دعا میں مبالغہ (محنت و مشقت) کیا کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت ... اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب آپ فرضوں سے فارغ ہو لیں تو قیام اللیل میں کھڑے ہوں .... آگے چل کر قرطبی نے فرمایا۔ حضرت حسن بصری وقتادۃ تابعیوں سے یہ بھی آیا ہے کہ جب آپ اپنے دشمن سے جہاد کر کے فارغ ہوں تو اپنے رب کی عبادت کیلئے مشقت برداشت کریں اور اگلی آیت الی ربک فارغب کا معنی گزر چکا کہ اپنے رب سے اپنی حاجت کا سوال کریں اور احادیث و آثار اور آپ کی سیرت طیبہ جاننے والوں پر یہ بات ظاہر ہے کہ آپ کی سب سے بڑی حاجت امت کی مغفرت اور کفار کی ذلت و شکست تھی تو اس سورۃ کی ان آیات کی آخری تفسیر پر معنی یہ نکلا کہ جب آپ اپنے دشمن (کفار) سے جہاد سے فارغ ہوں تو اپنے رب کی عبادت میں محنت کر کے اپنے مقاصد (مغفرت امت آخرت میں اور غلبہ دنیا میں اور ذلت کفار وغیرہ) کو اللہ تعالیٰ سے مانگیں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ سب کچھ عطا فرمائے۔ یہ ارشاد آپ کو مکہ میں فرمایا گیا جس میں یہ اشارہ دیا گیا کہ عنقریب آپ کا غلبہ محکم ہوگا آپ جہاد سے فارغ ہو کر عبادت الٰہی میں مصروف ہوں گے اس کے بعد امت کیلئے دعا کریں گے جو آپ مانگیں گے ملے گا، پھر جب حدیبیہ کی صلح ہو جانے پر صحابہ بغیر عمرہ کئے واپس جانے لگے تو ان کے دل پر بے حد ملال چھایا، قریب تھا کہ ان کی ساری امیدیں بجھ جائیں اور ان کے تمام جذبے سرد پڑ جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کیلئے سورۃ فتح اتار کر سورۃ الم نشرح والی آیات کی خوشخبری کی یاد دہانی فرمائی اور اشارے کو یقینی بنانے کیلئے مستقبل کے معاملے کو ماضی سے بیان کیا ہم نے آپ کو واضح فتح دی اور صلح کو جو آنے والی فتح کیلئے سبب تھی مجازاً فتح سے تعبیر فرمایا اور اسے مبین سے اس لئے موصوف فرمایا کہ خیبر

کی فتح، مکہ کی فتح، حنین کی فتح طائف و یمن کی تسخیر، تبوک و موتہ کی فتح سب اس میں شامل ہو جائیں۔ یعنی ہم آپ کو یہ (سب فتوح عطا فرما کر) ایسی واضح فتح عطا فرمائیں گے (کہ دشمن آپ کی ہیبت سے آپ کے ساتھ لڑنے کا سوچ بھی نہیں سکیں گے اور یہ سب اس لئے ہوگا) تاکہ سورہ الم نشرح کے ارشاد کے مطابق (آپ جہاد سے فارغ ہو کر دلجمعی سے عبادت و دعا میں مصروف ہوں تو اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو قبول فرما کر قیامت میں آپ کو مقام شفاعت عطا فرما کر) آپ کے خواص آباء و امہات اور آپ کی امت کو بخشے (اور ہر ایک کے حسب حال اس کی مغفرت فرمائے) اور (آپ کو دنیا و آخرت کی بے حساب نعمتیں عطا فرما کر جن کا سورۃ والضحیٰ میں وعدہ کیا تھا) آپ پر اپنے انعام مکمل فرمائے۔

پھر جب یہ فتح حاصل ہو گئی تو سورۃ اذا جاء نازل فرما کر یاددہانی کرائی کہ اب آپ امت کیلئے استغفار میں مشغول ہوں کہ فتح مبین حاصل ہو چکی۔

ہمارے اس بیان سے اس ممکنہ شبہ کا حل ہو گیا۔ کہ اعلیٰ حضرت اور دیگر متقدمین مفسرین [illegible] امت کے استغفار کا جو معنیٰ کیا ہے وہ تفسیر تو نہیں جو ائمہ تفسیر (صحابہ و تابعین) سے مروی ہو [illegible] کیلئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اعلیٰحضرت اور وہ ائمہ مفسرین جن سے اعلیٰحضرت نے لیا ان کی اس تاویل پر کیا دلیل ہے۔ تو ان کی دلیل ہم نے بیان کر دی۔ اعلیٰحضرت کے سامنے بھی یہ دلیل تھی اسی لئے انہوں نے اشعار میں اس کی تصریح فرمائی۔ فرماتے ہیں "فاذا فرغت فانصب یہ ملا ہے تجھ کو منصب۔ جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا۔ کرو قسمت عطایا "والی اللہ فارغب" کرو عرض سب کے مطلب کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب۔ کرو ان پر اپنا سایہ بنو شافع خطایا"۔

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پر عقلی اعتراضات کے جوابات

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر کچھ عقلی اعتراض بھی اٹھائے گئے ہیں ان کا جواب بھی پیش خدمت ہے۔ اعتراض ۱: یہ کہ گناہ کی طرف دوسرے کے گناہ کی نسبت کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ جواب: قرآن مجید میں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے واقعہ میں فرمایا کہ ہابیل نے کہا انی ارید ان تبوء باثمی واثمک۔ میں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا بھی گناہ اٹھائے اور اپنا بھی۔ المائدہ آیہ ۲۹

تفسیر جلالین میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ارید ان تبوء ترجع باثمی باثم قتلی۔ یعنی میں چاہتا ہوں کہ تو میرے قتل کا گناہ اٹھائے) ملاحظہ فرمائیے اس آیت میں قابیل قاتل کے قتل کے جرم کو بے قصور مقتول ہابیل کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ اس نے ہابیل کے حق میں تقصیر کی تو ہابیل کا گناہ کیا۔

بقول علامہ امام شعرانی بھی مراد یہاں ہے کہ امت کے بعض افعال کو گناہ حضور نے اپنے حکم سے قرار دیا۔ وہ جب مومن رہتے ہوئے کسی گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں تو انہوں نے حضور کے گناہ کا

ارتکاب کیا مگر ہابیل کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی معافی چاہتے ہیں لہٰذا یہ خوشخبری حضور کو دی کہ امت نے آپ کے حق میں جو تقصیرات کیں یا کریں گے اور آپ ان کی معافی چاہتے ہیں وہ گناہ آپ کی خاطر ہم معاف کر دیں گے۔

اعتراض ۲:۔ پھر تو امت کے چوری اور زنا بھی معاف ہونے چاہئیں حالانکہ ان پر عذاب ہوگا۔

جواب:۔ ہر گناہ میں دو حق لازمی ہوتے ہیں ایک حق اللہ اور دوسرا حق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ امت کو معاف ہونگے۔ بعض کے ہاں تیسرا حق، حق العبد بھی لازم ہوتا ہے انکے دو حق تو معاف ہو جائیں گے اور تیسرا حق، حق العبد یا تو وہ بندہ معاف کرے گا یا مجرم سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔ اللہ اور اس کا رسول اپنے حق نہ بخشتے تو ایسے لوگ ابدی جہنمی رہتے۔

خلاصہ: ہماری اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ زبیر صاحب اگرچہ عالم اور گمراہ قرار نہ پائے تاہم صحیح ترجمہ کو غلط قرار دے کر اور اعلیٰحضرت پر بے علمی کا الزام رکھ کر اور حدیث میں یہ لفظ بڑھا کر کہ "ہاں تم ٹھیک کہتے ہو" (اور خلاف احادیث صحیحہ) گناہوں کے مرتکب ہوئے۔ ایک ولی اللہ کو ایذا پہنچا کر اہلسنت کو ایذا پہنچائی اس لئے وہ ان گناہوں سے توبہ کر کے رجوع کر لیں اسی طرح وہ علماء اور مصنفین جنہوں نے عقائد کی کتب اور اعلیٰ حضرت کی [illegible] کتاب المعتقد کے خلاف کرتے ہوئے مطلقاً گناہ کی نسبت کو (خواہ صغیرہ ہو یا سہو ہو یا قبل نبوت) مقرر قرار دیا (جبکہ اسے معاندین کے مذاق کے خلاف کہہ سکتے ہیں) وہ بھی اپنے اس گناہ سے توبہ کریں کہ بغیر تحقیق کے اتنا بڑا فتویٰ دے ڈالا۔ اجرء کم علی النار (علی الفتیا اجرء کم)۔ اسی طرح وہ لوگ بھی توبہ کریں جنہوں نے ترک اولیٰ کے معنی کی تغلیط کی اور وہ لوگ بھی جنہوں نے سات خون معاف یا ہتن خون معاف کی مثالیں دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً اولاً آخراً ہر گناہ کی نفی ثابت کرنے والوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ ھدانی اللہ وایاھم جمیعا لما یحب ویرضی

نوٹ:۔ یہ مسودہ لکھا جا چکا تھا اور تبییض کے مراحل میں تھا کہ اس اثناء میں صاحبزادہ محمد زبیر صاحب سے فون پر میری مختصر ملاقات کرائی گئی انہوں نے فرمایا کہ انکا مختار ترجمہ وہ ہے جو انکے رسالہ مغفرت کے ص۱۸ پر لکھا ہے "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہوں سے"۔ میں نے ابتدائی نظر میں اسے خلاف اولیٰ قرار دیا اور کہا کہ علماء تو اس سے سرکار کی عصمت سمجھنے کی گنجائش پاتے ہیں لیکن عامۃ الناس کیلئے یہ واضح طور پر مکمل عصمت کو ظاہر نہیں کرتا۔ تاہم میں نے اس پر غور کا وعدہ کیا۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جن تفاسیر پر اعتماد کرتے ہوئے یہ ترجمہ کیا گیا ان میں مغفرت کا معنیٰ عصمت اور براءت سے کیا ہے حفاظت سے نہیں۔ ملاحظہ ہو مغفرت ص۱۷، ۱۸۔ پھر یہ کہ ما تقدم اور ما تاخر کا تعلق سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے گناہ سے نہیں بلکہ آپ کی عمر سے قائم کیا۔ لکھتے ہیں المغفرۃ ھنا کنایۃ عن العصمۃ فمعنی لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر لیعصمک اللہ فیما تقدم من عمرک وفیما تاخر منہ۔ یعنی آیت میں مغفرت کنایہ ہے عصمت سے (اس لئے معنیٰ یہ ہوگا تاکہ اللہ آپ کو معصوم رکھے آپ کی گزشتہ عمر اور آئندہ عمر میں) "مغفرت ص۱۷"۔ یہ ترجمہ بھی اعلیٰحضرت اور دیگر محتاط علماء کے ترجمہ کی طرح بے غبار ہے۔ مگر صاحبزادہ صاحب کے تحریر کردہ ترجمہ میں یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ زمانہ سابقہ میں معاذ اللہ آپ سے گناہ کا صدور تو ہو چکا اب اس کے ضرر اور اثر سے آپ کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے سیوطی رحمہ اللہ کا ترجمہ مقبول ہے۔ اور آپ کا یہ ترجمہ اس وقت مقبول ہے جب آپ انکی طرح ترجمہ کریں یا کم از کم محفوظ کے لفظ کو معصوم کے لفظ سے تبدیل کر دیں۔ ورنہ یہ بھی اثبات نسبت گناہ میں شامل ہونے کے خدشہ کے پیش نظر اپنے سابقہ موقف پر اصرار سمجھا جائیگا۔

فقیر طالب المغفرۃ محمد اقبال سعیدی رضوی
جامعہ انوار العلوم ملتان
۲۸/۶/۱۹ء

(دستخط)

حضرت العلام مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت سیدی ابن سیدی ومرشدی صاحبزادہ سید مظہر سعید صاحب کاظمی انگلینڈ کے دورہ پر ایک ماہ کیلئے تشریف لے گئے ہیں۔ نزاع فریقین درمسئلہ تغلیط ترجمہ کنزالایمان شریف کے بارے میں مفصل جائزے کا مسودہ مکمل ہوچکا تھا مگر اس پر دستخط کیلئے تبییض کی ضرورت باقی تھی آپ نے اس کا معتد بہا حصہ سن لیا تھا مگر دستخط باقی تھے کہ آپ تشریف لے گئے۔ جانے سے قبل ایک والانامہ کیلئے ارادہ ظاہر فرمایا تھا جو آپکے نام اس صحیفہ کی تصحیح اور حضرت کی طرف اس پر اعتماد سے متعلق ہوتا۔ ویسے مولانا محمد صدیق ہزاروی سلمہم اللہ کو زبانی مطلع فرمادیا تھا کہ اس کی تحریر اس فقیر کے ذمہ ہے۔ جاتے ہوئے مجھے فرمایا کہ مولانا محمد صدیق صاحب سلمہم ربہم کی ملاقات کے حوالہ سے میں ہی خط لکھ دوں۔ حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد مضمون میں محدود اشتباہات لنظر ثانی میں پیش آیا۔ لہذا اس مضمون کو حضرت کی تشریف آوری تک روک کر ایک خلاصہ تحریر کردیا ہے جو اس خط کے ساتھ روانہ ہے۔ یہ خلاصہ حضرت کے زبانی لشین کرادیا گیا تھا۔ یہ حضرت کی جانب سے ہے۔ باقی مضمون حضرت کی واپسی پر بھیجنا قرار پایا ہے۔ ان شاء المولی القدیر۔ والسلام مع الاحترام۔

فقیر محمد اقبال سعیدی رضوی
نائب شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان
19 / جمادی الاولیٰ 1412ھ